مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی نظریات پر ایک ناقدانہ نظر

مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی

معہ

تنقیدات و تعاقبات

مرتبہ

گرامی قدر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم اے۔ پی ایچ ڈی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی نظریات پر ایک ناقدانہ نظر

مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
مولانا محمود احمد قادری

معہ

تنقیدات و تعاقبات

مرتبہ
گرامی قدر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم اے۔ پی ایچ ڈی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب ــــــــــــ تنقیدات و تعاقبات معہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی

مرتب: تنقیدات و تعاقبات ــــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم اے پی ایچ ڈی

مرتب مکتوبات ــــــــــ الشاہ پیر محمود احمد صاحب قادری

موضوع ــــــــــ تنقیدات و تنقیحات

حسب فرمائش ــــــــ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ صاحب
امرتسری بانی مجلس رضا

سال طباعت ــــــــــ ۱۹۸۸ء / ۱۴۰۸ھ

طابع ــــــــــ

ناشر ــــــــــ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت ــــــــــ ۴۸/- روپے

فہرس

۳

شخصی بے راہ روی

۴

ملّی بے راہ روی

⑤

سیاسی بے راہ روی

(ا)

تحریکِ خلافت

(ب)

تحریکِ ترکِ موالات

۱۹۲۱ء

انتساب

سالارِ کارواں، سرگروہِ احرار، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے نام نامی جن کے انقلابی فکر و نظر نے پاک و ہند میں اسلامی نشأۃ ثانیہ کا آغاز کیا اور خونِ مسلم کو گرما کر ملتِ اسلامیہ کو منزل تک پہنچایا۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اقبالؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناشر نامہ

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی جلد اول ۱۹۸۱ء کے اواخر میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر آئی تو عقیدت مندانِ اعلیٰحضرت نے اسے ہاتھوں ہاتھوں نہیں پلکوں پر رکھا۔ یہ حضرت فاضل بریلوی کے ذاتی مکتوبات کا مجموعہ تھا۔ جسے الشاہ پیر محمود احمد صاحب قادری اسلام آبادی نے مرتب کیا اور مکتبہ نبویہ نے شائع کیا۔

اب حضرت پیر محمود احمد صاحب قادری دامت برکاتہم العالیہ نے مکتوبات کا دوسرا حصہ مرتب فرمایا ہے۔ جسے مکتبہ نبویہ آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔
یہ مکتوبات اعلیحضرت کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جن میں آپ نے اپنے ایک مسلکی دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو مخاطب فرمایا۔ اور انھیں تحریک ترکِ موالات اور ہندو نوازی کے عواقب و نتائج کے سموم اثرات سے آگاہ کیا اور ان کی سیاسی کوتاہیوں، مسلکی لغزشوں اور علمی فروگذاشتوں کا تعاقب کر کے راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔
یہ تاریخی خطوط ایک عرصہ سے نایاب تھے چونکہ انھیں برصغیر کی تحریک آزادی کی دستاویزی حیثیت حاصل ہے اس لئے انھیں از سر نو مرتب کر کے ایک گرانقدر

دیباچہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ ان مکتوبات کو دیکھنے کے بعد تحریک آزادی وطن کی تحریروں سے دلچسپی رکھنے والے محققین اور مورخین ان حقائق کا اعتراف کریں گے کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی اور ان کے رفقائے کار نے دو قومی نظریہ کی حفاظت میں کتنی بلند فکری اور پامردی سے کام لیا۔ اور برصغیر کے ان علماء کے نظریات اور سیاسی افکار کو تنقیدات کی نوک قلم پر رکھا۔ جو گاندھی اور ہندو لیڈروں کی سیاسی چالوں میں پھنس کر ملت اسلامیہ کی انفرادیت سے بے خبر ہو گئے تھے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محل بھی ایسے علماء کے قافلہ کی صف اول میں تھے۔

ان سیاسی مکتوبات کی اہمیت کے پیش نظر جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ نے ایک زبردست ابتدائیہ لکھا۔ اور ان سیاسی حالات کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تنقیدات و تعاقبات کے عنوان سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا یہ ابتدائیہ مکتوبات کے آغاز میں شائع کیا جا رہا ہے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کے مکتوبات کا پہلا مجموعہ بڑی تیزی سے نکلا۔ اب یہ دوسرا مجموعہ بھی قارئین کی نذر ہے۔ اور انشاء اللہ اسے قارئین پسند فرمائیں گے اور امام اہلسنت کی سیاسی بصیرت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ جنہوں نے اس وقت۔ ہندو لیڈر شپ کی چالوں کو جان لیا۔ جب برصغیر کے کئی علماء سیاست کانگریسی قیادت کے حاشیہ بردار تھے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن جن حضرات نے ہمیں اپنے قیمتی مشوروں اور تعاون سے نوازا ہے۔ ان میں مرکزی مجلس رضا کے بانی جناب حکیم موسیٰ صاحب امرتسری

دامت برکاتہم العالیہ کا اسم گرامی سرِفہرست ہے۔ آپ نے اس کتاب کو اہلِ علم کے سامنے پیش کرنے کی ترغیب دی۔ ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب ایم۔اے پی ایچ ڈی نے ایک گراں قدر مقدمہ لکھ کر ان مکتوبات اور تعاقبات کا پس منظر بیان کیا ہے۔ جو قارئین کتاب کے لیے ایک تعارفی حصہ ہے۔ ہم پروفیسر صاحب کے بے حد ممنون ہیں۔

حضرت پیر محمود احمد صاحب قادری اسلام آبادی (بہار۔ انڈیا) کے ہم خصوصی طور پر سپاس گذار ہیں۔ انھوں نے ان مکتوبات کو ترتیب دیا —— اور پھر انھیں پاکستان میں طباعت کے لیے ہمیں منتخب فرما کر ایک سعادت بخشی۔

رانا خلیل احمد ضیائی قادری آف جہانیاں کی مسلسل محنت اور ہمت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے مسودہ کی کتابت اور تصحیح کتابت کے مشکل کام کو اپنے ذمہ لیا اور اسے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ کہ ہماری مشکلیں آسان ہو کر رہ گئیں۔

علم و فضل کے ان چمکتے ستاروں کی روشنیاں اس کتاب کی طباعت کا باعث بنیں۔

یہ کتاب تنقیدات و تنقیحات کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت کے قلم کی جولانیوں کا جلالی رُخ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے قلم کی تیزی کا شاہکار بھی ہے۔ اور رضا کے نیزے کی مار بھی ہے۔ اس کتاب کے صفحات برملا اعلان کرتے نظر آئیں گے ؎

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء کو کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں!

انہیں حالات ہم اپنے قارئین کو تحریر کی تیزی اور قلم کی کاٹ کے اثرات سے پہلے اس ماحول کی طرف توجہ دلائیں گے جو ہندو کانگریس کے لیڈروں نے

برصغیر کی تحریکِ آزادی کے وقت پیدا کر دیا تھا۔ اور جس کی سیاہیوں میں ملت اسلامیہ کے علماء کے کئی روشن چہرے ڈوب گئے۔

نیاز کیش

اقبال احمد فاروقی

۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء

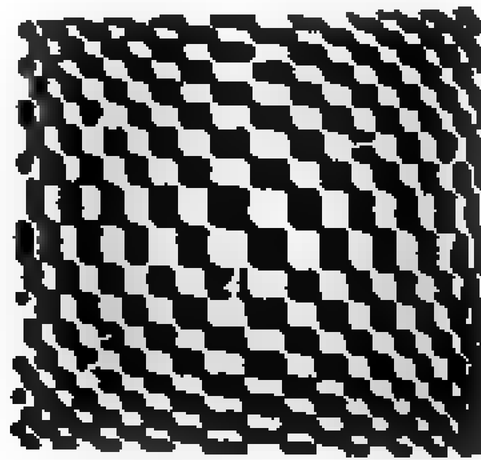
۱۸۱، ریواز گارڈن
لاہور

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین بریلی پر ایک حق گو، حق پرست اور حق شناس ہستی تھی جس نے بلاخوف لومۃ لائم، اعلان حق کے لئے میدان جہاد میں قدم رکھا، اور قوم کے تفرقوں سے بے پرواہ ہوکر اپنی اس شان امامت و تجدید کو عرب و عجم پر روشن کردیا جس کی عظمت کے سامنے اعدائے دین کے کلیجے تھرتھراتے رہتے ہیں ——— میرا اشارہ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے جن کے فراق نے میرے بازوؤں کو کمزور کر دیا، اور مسلمانوں کو جن کی وفات نے بیکس کردیا۔

[الخطبۃ الاشرفیہ، مطبوعہ ماہنامہ اشرفی (کچھوچھہ شریف)
شمارہ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء، ص ۶، ۷]

یہ اس عارف کامل کے تاثرات ہیں جو انتقال ۱۸۵۷ء سے دس بارہ سال قبل اس عالم آب و گل میں آیا ——— جو حیرت انگیز سیاسی بصیرت کا مالک تھا، جو بیک وقت مسند طریقت، کرسی سیاست اور محراب و منبر کی رونق تھا، جو ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور ایک عالم کو سوگوار چھوڑ گیا، جس کا نام نامی سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی تھا۔



امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

★

بازي سطا فلا تري
في ايكة من صافر[1] — امام احمد رضا

باز نے حملہ کیا، اسکے بعد درختوں کے جھنڈ میں تم کو کوئی چہچہانے والا پرندہ نظر نہ آئے گا۔

★

ولي حصان راكض
لحفظ نور سافر[2] — امام احمد رضا

میرا ایک تیز رفتار گھوڑا ہے جو چمکتی ہوئی روشنی کی پاسبانی کرتا ہے۔

★

اذا علا راس بغي
يرضّه بحافر[3] — امام احمد رضا

جب سرکشی سے کوئی سربلند ہوتا ہے تو یہ گھوڑا اپنی ٹاپوں سے اسکو روند دیتا ہے۔

۱؎ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری لہفوات، مطبوعہ بریلی، حصہ سوم، ۱۳۳۹ھ/ ص ۷۷
۲؎ ایضاً صفحہ ۷۷
۳؎ ایضاً صفحہ ۷۷

★

شیر افگنم و شکار می باید کرد
صد شیر بہ نعرہ زار می باید کرد[1]
امام احمد رضا

میں شیر کو پچھاڑ دینے والا ہوں اور شکار کرنا چاہیئے (یعنی شکار کروں گا) سینکڑوں شیروں کو ایک چنگھاڑ سے بھگا سکتا ہوں۔

★

نوش است کلامم پے گیرندہ بگوش
نیش است ملامم کہ کند مرتد ہوش
نحلم در نوش و نیش جامع مسلم
نے کافرہ زنبور کہ نیش ست بے نوش[2]
امام احمد رضا

میری بات ہر اُس شخص کے لیے شہد ہے جو سخن پذیر ہو ــــــــــ
میری ملامت ڈنک ہے تاکہ مرتد ہوش میں آئے ــــــــ میں تو شہد کی مکھی ہوں جس کے نہ شہد کا جواب ہے اور نہ ڈنک کا ــــــ میں کافرہ بھڑ نہیں ہوں کہ جس کے پاس ڈنک ہی ڈنک ہے شہد نہیں ــــــــ

★

رجاء عبد المصطفیٰ
رضا رب غافر[3]
امام احمد رضا

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام کی آرزو و تمنا تو یہی ہے۔ وہ غفور الرحیم اس سے راضی ہو جائے۔ آمین

---

[1] ایضاً صفحہ ۷۹
[2] ایضاً صفحہ ۹۳ [3] ایضاً صفحہ ۷۷

ابتدائیہ

۱۹۵۶ء سے راقم مسلسل لکھ رہا ہے لیکن امام احمد رضا کی سوانح اور علمی و سیاسی خدمات کی تحقیق کی طرف ۱۹۷۰ء میں متوجہ ہوا — جب یہ دیکھا کہ ارباب علم و دانش، دانستہ یا نادانستہ اس طرف سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور غلط فہمیوں کی برابر تشہیر کی جا رہی ہے تو شرم و ندامت کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے جس کے تلے ہمارے محققین و مورخین دب رہے تھے اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور یہ فرض کفایہ ادا کرنا پڑا — چنانچہ راقم نے گذشتہ بارہ[۱۲] برسوں میں امام احمد رضا پر تقریباً بیس[۲۰] مقالات پیش کئے جو شائع ہو چکے۔ علمی حلقوں نے جب حقائق و شواہد کو واشگاف ہوتے دیکھا تو رفتہ رفتہ اس طرف متوجہ ہوئے اور علم و دانش کی وہ محفل جہاں ہر شخص دم بخود نظر آتا تھا اب وہاں سب بولنے لگے اور ایک عجیب رونق ہو گئی ؎

گئے وہ دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

امام احمد رضا پر بکثرت فضلاء نے مقالے پیش کئے جو پاک و ہند کے طول و عرض سے شائع کئے گئے۔

سینکڑوں مقالات کی اشاعت کے باوجود امام احمد رضا کی ایک ایسی سوانح کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی جو جدید فن سوانح نگاری کے مطابق ہو اور امام احمد رضا

کی شخصیت کی صحیح عکاسی کرے ـــــ راقم اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہ ہو سکا مگر یہ اہم کام جس کا ایک علمی ادارہ ہی متحمل ہو سکتا تھا، راقم کے سپرد کر دیا گیا چنانچہ مواد فراہم کیا گیا اور سینکڑوں کتابیں اور رسائل و اخبارات جمع کئے گئے ـــــ

۱۹۷۷ء میں جب اس مواد کے مطالعہ میں مصروف تھا ایک کتاب "الطاری الداری لھفوات الباری (مرتبہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) نظر سے گزری۔ یہ کتاب اس تحقیقی مقالے کی بنیاد بن گئی جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے۔ پیش نظر مقالے کی بنیاد الطاری الداری میں شامل وہ اشعار ہیں جو امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ۱۹۲۱ء میں اپنے چھ مکاتیب میں تحریر فرمائے۔ یہ مکتوبات ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء اور ۲ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کے درمیان لکھے گئے گویا تقریباً ڈیڑھ ماہ کے دوران امام احمد رضا کے وصال سے صرف ۲۲ روز قبل یہ اشعار مکمل ہوئے۔

اشعار عربی اور فارسی میں ہیں اور ان کی مجموعی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ ہے۔ اس مخفی ذخیرے سے اہل علم بھی ناآشنا ہیں اس لئے اس کو سامنے لایا جا رہا ہے اور اس کا مقصد وحید صرف تاریخی حقائق کو بیان کرنا ہے نہ کہ کسی کی دل آزاری یا تنقیص و تذلیل۔ اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہے تو راقم معذرت خواہ ہے۔

تقریباً ہر شعر میں کوئی نہ کوئی تلمیح ہے اشعار میں تلمیحات ہوں تو نہ صرف ترجمہ مبہم بلکہ بعض اوقات مہمل معلوم ہوتا ہے اس لئے ہر تلمیح سے متعلق افکار و واقعات کو تلاش کرنا ضروری ہو گیا ـــــ عربی اشعار کے ترجمے کے لئے پروفیسر محمد اقبال (اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) کو تکلیف دی گئی اور فارسی اشعار کے ترجمے کے لئے مندرجہ ذیل فضلاء نے کرم فرمایا: ـــــ

لہ یہ کتاب عزیزی قاری حافظ محمد ظفر سلمہٗ (ابن مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمۃ) کی عنایت سے ملی۔ مسعود

۱ - صاحبزادہ نثار قطب شیرازی، پسرور
۲ - مولانا غلام محی الدین نعیمی، کراچی

ترجمے کے بعد تشریح کے لئے مختلف کتب و رسائل اور اخبارات کی ورق گردانی کی گئی اور بعض اہلِ علم سے بھی مدد لی گئی مثلاً مولانا جلال الدین (سرائے عالمگیر)، حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، سید نور محمد قادری (چک ۱۵) وغیرہ وغیرہ —— اس تلاش و جستجو میں تقریباً ایک سال لگ گیا پھر مصروفیت نے مہلت نہ دی بہر کیف شرح تیار ہو گئی جو "تنقیدات و تعاقباتِ امام احمد رضا" کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

اس شرح کا انداز عام شروح سے مختلف رکھا گیا ہے۔ پہلے تمام اشعار کا مطالعہ کر کے ذیلی عنوانات تجویز کئے گئے پھر ان ذیلی عنوانات کو جلی عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا اور عنوانات کی تبویب کی گئی۔ یہ اس لئے کیا گیا کہ اشعار خاص ماحول میں خاص خاص واقعات و حادثات سے متاثر ہو کر لکھے گئے اس لئے تبویب ضروری تھی تاکہ تسلسل کے ساتھ ماحول اور حادثات و واقعات کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جا سکے —— شرح کا معکوس طریقہ اختیار کیا گیا ہے یعنی پہلے شرح اور بعد میں شعر —— یہ طریقہ کار اس لئے اپنایا گیا تاکہ قاری شعر تک پہنچنے سے پہلے باخبر ہو جائے اور جب شعر پڑھے تو فوری طور پر کوئی الجھن اس کو پریشان نہ کرے۔ آخر میں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں —— ایک تو یہ کہ پیشِ نظر مقالہ ۱۹۷۸ء میں مرتب کیا تھا، پھر مختلف فضلاء اور دانشوروں نے اس پر نظر ثانی فرمائی مثلاً پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، مولانا شمس بریلوی، مولانا محمد اطہر نعیمی، جناب سید ریاست علی قادری، جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، پروفیسر فاضل زیدی، پروفیسر محمد عبد الباری وغیرہ وغیرہ۔ جب اشاعت کا مرحلہ سامنے آیا تو راقم نے محسوس

کیا چونکہ اس مقالے میں دوسرے علماء و سیاست دانوں کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نظریات و افکار زیادہ زیر بحث آئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے صاحب زادے مولانا جمال میاں فرنگی محلی کو یہ بات ناگوار معلوم ہو۔ چنانچہ راقم نے اس سلسلے میں مولانائے موصوف سے رابطہ قائم کر کے تبادلۂ خیالات بھی کیا جس سے اندازہ ہوا کہ مولانا مقالے کی اشاعت کے حق میں نہیں، چنانچہ احتراماً اشاعت کے خیال کو ترک کر دیا گیا حالانکہ وہ علماء و فضلاء جن کے علم میں یہ مقالہ تھا برابر اصرار فرماتے رہے۔ حال ہی میں معلوم ہوا کہ امام احمد رضا کے مخالفین نے الطاری الداری شائع کر دی ہے چونکہ راقم کے مقالے کی بنیاد اس نایاب کتاب پر تھی اسلئے اس کی اشاعت کے بعد مقالے کی اشاعت میں کوئی قباحت نظر نہ آئی بلکہ بعض دانشوروں کی نظر میں اشاعت ضروری ہو گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ اس مقالے کی بنیاد امام احمد رضا کے نامعلوم عربی اور فارسی اشعار پر رکھی تھی اسلئے اس کا نام "کلام الامام" تجویز کیا تھا لیکن اب موضوع کی مناسبت سے اس کو تبدیل کر کے "تنقیدات و تعاقبات" عنوان رکھ دیا گیا ہے۔ الغرض یہ کتاب امام احمد رضا کے ناقدانہ اشعار کی شرح بھی ہے، ایک تاریخی دستاویز بھی ہے ہمارے بعض رہنماؤں کی فکری و عملی بے راہ رویوں کی داستان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی روشنی میں ماضی کو پرکھنے، حال کو سمجھنے اور مستقبل کو بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

سکرنڈ (ضلع نواب شاہ)　　　احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۴/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ / ۲۶/نومبر ۱۹۷۶ء

(ترمیم و اضافہ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ / ۲۲/اگست ۱۹۸۳ء)

بِاِسْمِہٖ تَعَالیٰ

افتتاحیہ

پاک و ہند کا وہ عبقری جس نے فرنگی تہذیب و تمدن اور فرنگی افکار و خیالات کے خلاف اپنی آواز بلند کی ـــــ جس نے تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے اندر دوڑنے والی سوراج کی برقی لہروں اور مسٹر گاندھی کی سیاسی حکمتِ عملی کے راز کو اس وقت پا یا جب کسی نے نہ پایا ـــــ ماسوائے چند بزرگوں کے ـــــ جس نے اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے بھرپور کوشش کی، ہر فردِ مسلم کو ملّی تشخص کا احساس دیا اور تحریکِ پاکستان کے لئے فکری راہیں ہموار کیں ـــــ ہاں اُس نے صرف سلام کی خاطر ہندو مسلم اشتراکِ عمل کو کسی قیمت پر قبول نہ کیا ـــــ وہ کوہِ استقامت تھا، اُس نے حق کی خاطر ہر بے راہ سے ٹکر لی اور اپنی ناموس و عزت کو سلام اور شارعِ سلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس پر قربان کر دیا ـــــ وہ اسلام کے متوالوں، فداکاروں اور جاںنثاروں کا سرتاج تھا، اُس کا کوئی حریف نہ تھا ؎

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق ؟

ہے مکرّر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

اُس نے ہر فکر کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھا اور کھوٹا اور کھرا الگ کر دکھایا ـــــ اس کو دیوانہ کہا گیا مگر وہ تو فرزانوں کی آبرو تھا ـــــ اسکو

"مکفر المسلمین" کہا گیا، مگر وہ تو اسلام اور مسلمانوں کا محافظ تھا —— اس کو "مبتدع" کہا گیا، مگر وہ تو سنّتِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کا پاسدار تھا —— اسکو فرنگیوں کا دمساز کہا گیا مگر وہ تو اسلامیوں کا خیر خواہ تھا —— وہ ۱۹۲۱ء میں جب کہ پورا ملک کفر و شرک و بدعت کی لپیٹ میں تھا نعرۂ مستانہ لگاتا ہوا خوابیدہ قوم کو جگاتا ہوا اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگیا —— اسکی آواز نے اپنی تاثیر دکھائی اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری قوم جاگ اٹھی —— اس کا ذہن برق رفتار تھا —— اسکی آنکھ عرش نگاہ تھی —— اس کا سینہ بحرِ ناپیدا کنار تھا —— اس کا ہاتھ، صبا رفتار تھا —— وہ کیا تھا؟ —— وہ کون تھا؟ —— اس نے کیا کیا کیا؟

؎

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

وہ سراپا حرکت تھا —— اسکی زندگی جامد نہیں تھی —— اسکی حرکت و عمل کے ایک نہیں بیسوں پہلو ہیں —— جس پہلو سے دیکھئے وہ متحرک نظر آتا ہے —— حرکت و عمل کے ان مختلف پہلوؤں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہایت ہی فعّال تھے۔ ان پر کام کرنے کے لیے ایسی ہی فعّال اکیڈمی کی ضرورت ہے ——

امام احمد رضا نے محسوس کیا کہ اصل جنگ انگریز سے نہیں بلکہ ہنود سے ہے چنانچہ تقسیم ہند کے بعد امام احمد رضا کے اس خیال کی توثیق ہوگئی —— کسی انگریز نے پاکستان سے جنگ نہ کی نہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، ہولی کھیلنے والے اور جنگ کرنے والے یہی ہنود تھے، جنہوں نے کبھی "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے دل پذیر نعرے لگائے تھے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو زمانے نے نصف صدی بعد ظاہر کیا۔ لیکن امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں بلکہ اس سے بہت پہلے محسوس

کر لیا تھا اسی لیے اُنہوں نے فلسفۂ گاندھوی کے سامنے اسلامی فلسفہ کی بات کی اپنوں اور بیگانوں میں جس نے فلسفۂ گاندھی کی بات کی اُس کا شدت سے تعاقب کیا اور مؤثر رد کیا۔

جہاں تک امام احمد رضا کے مذہبی افکار کا تعلق ہے وہ سُنّی حنفی اور پکے و سچے مسلمان تھے، ایمان میں کسی لچک کے قائل نہ تھے اسی لیے اُنہوں نے اپنے معاصرین کے اقوال و اعمال پر سخت تنقید کی اور کفر کے فتوے بھی لگائے چنانچہ ان کے مخالفین نے مشہور کر دیا کہ تکفیرِ مسلم امام احمد رضا کا محبوب مشغلہ تھا لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق ان کا مسلک تھا اور احیاء اسلام ان کا مقصد ——— اس مسلک کا جو مخالف ہوتا اور اس مقصد کی راہ میں جو حائل ہوتا خواہ اپنا ہو یا بیگانہ، پوری شدت سے اسکی مخالفت فرماتے اور اس کے لیے اپنی تمام فکری و عملی توانائیاں صرف کرتے ——— وہ اپنے مخالفین کے برعکس اپنوں کی کبھی رعایت نہ کرتے۔ یہی ان کی عدل گستری اور انصاف پسندی کا طرۂ امتیاز تھا جو محسوس کیا جانا چاہیئے ——— انگریزوں کے زیرِ اثر قدیم و جدید درس گاہوں اور علمی اداروں سے آزاد خیالی اور فکری کج روی کا جو ایک سیلاب امنڈا امام احمد رضا اس سیلابِ بے پناہ کے لیے بند ثابت ہوئے ——— بے شک اگر یہ بند نہ ہوتا تو آزاد خیالی اور بے راہ روی کا سیلاب نہ معلوم کتنوں کو بہا کر لے جاتا اور مستقبل کا کیا حال ہوتا

اس حقیقت پر گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے اور یہ بات مؤرخین کے لیے قابلِ توجہ ہے کہ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہ کون تھا جس نے پوری قوم کو غارِ ہلاکت میں گرنے سے بچایا اور اُس کو شعورِ جان و ایمان بخشا؟

امام احمد رضا نے اوائل بیسویں صدی عیسوی میں جس اسلامی غیرت کا، مومنانہ بصیرت کا ثبوت دیا اسکو ان کے بعض مخالفین نے انگریز دوستی پر محمول فرمایا حالاں کہ اواخر انیسوی صدی ہجری میں انگریز کے حامی قلمکاروں اور راہنماؤں کے اقوال و

اعمال پر وہ پہلے ہی تنقید کر چکے تھے۔ جس کے دل میں محبت مُصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جاگزیں ہو چکی ہو اُس کے دل میں نہ انگریز کی محبت جگہ پا سکتی ہے[1] اور نہ کسی اور کافر و مشرک اور مُرتد کی ——

پیشِ نظر کتاب میں امام احمد رضا کے بعض اشعار میں بعض قارئین شدت محسوس کریں گے مگر جب شاعر کا سا دل اور شاعر کا سا احساس پیدا کریں گے تو یہ شدت و غلظت نرمی و ملاطفت میں بدلتی نظر آئے گی —— ہم ماحول سے بیگانہ ہو کر، شاعر کی ذہنی و فکری سطح سے بے پرواہ ہو کر، اس کی دُنیا سے بے نیاز ہو کر شعر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں —— اس طرح کوئی شعر سمجھ میں نہیں آسکتا اور پڑھنے والا غلط فہمیوں اور گمراہیوں کا شکار ہو سکتا ہے اسی لیے قرآنِ کریم نے با وجود دعوئے رشد و ہدایت یہ فرمایا:

يضل به كثيرا و يهدي به كثيرا

اس آیت شریفہ میں افہام و تفہیم کا ایک عظیم نکتہ بیان کر دیا ہے جو سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے ——

امام احمد رضا کے بعض اشعار تیر و نشتر سے کم نہیں مگر یہ وہی تیر ہیں جو چادرِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیٹھ کر حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے چلائے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کے پھول نچھاور کئے تھے۔

---

[1] راقم نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ "گناہِ بے گناہی" میں تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کا دامن انگریز دوستی کے داغ سے بے داغ تھا اس کے برخلاف ان کے بعض مخالفین کا دامن داغدار تھا اس مقالے کے چار ایڈیشن پاک و ہند سے شائع ہو چکے ہیں۔ (مسعود)

بہت سے اشعار بظاہر نامعقول نظر آتے ہیں لیکن جب اس کا پسِ منظر سامنے آتا ہے تو ہر نامعقول شعر، معقول نظر آنے لگتا ہے۔ ———

امام احمد رضا کے ان اشعار کی رُوح کفار و مشرکین ہند سے سیاسی اور تہذیبی تعاون سے پیدا ہونے والی کج خیالیوں اور بے راہ رویوں کی اصلاح ہے۔ یہی رُوح حضرت مجدد الف ثانی قدس العزیز کے مکتوبات شریف میں نظر آتی ہے جنہوں نے عہدِ جہانگیری میں ایک عظیم الشان پُرامن انقلاب برپا کیا ———

امام احمد رضا کے مخالفین کے لٹریچر کا اچھا خاصا حصّہ اس رُوح سے خالی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ان کی تاریخوں اور تذکروں میں ہندو زعما کا نہایت ادب و احترام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور امام احمد رضا اور ان کے متبعین کا نفرت و حقارت کے ساتھ ——— گویا ان کی نظر میں ان کا درجہ کفار و مشرکین سے بھی گیا گزرا تھا

حیف صد حیف! ———

چور کو چراتے کسی نے نہ دیکھا، فریادی کو غل مچاتے سب نے سُنا ———
قاتل کو قتل کرتے کسی نے نہ دیکھا، رقصِ بسمل کا تماشہ سب نے دیکھا ———
ظالم کو ظلم کرتے کسی نے نہ دیکھا، مظلوم کو چلاتے سب نے سُنا ——— اس نے کیوں غل مچایا؟ ——— یہ کیوں تڑپا؟ ——— وہ کیوں چلایا؟ ——— کوئی تو پوچھو! ——— مگر کوئی نہیں پوچھتا ——— جس کو دیکھو فریادی کو ملامت کر رہا ہے ——— مقتول کو کوس رہا ہے ——— مظلوم کو جھڑک رہا ہے ——— خدایا یہ کون سی بستی ہے جہاں کی ہر ادا نرالی ہے؟ ———

جہاں نہ عقل کی بات سنی جاتی ہے اور نہ دل کی بات ——— جہاں آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر تحقیق کی جاتی ہے ——— جہاں دکھایا نہیں جاتا، جو کچھ نظر آتا ہے اسکو بھی جھٹلایا جاتا ہے

امام احمد رضا کے مخالفین سے مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے

امام احمد رضا کے افکار و خیالات اور تنقیدات کا مطالعہ کریں اور جذباتی انداز فکر کو ترک کر دیں اور ان کے افکار سے اسی طرح استفادہ کریں جس طرح وسیع القلبی کے ساتھ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے استفادہ کیا تھا ——— امام احمد رضا کے اُس جذبۂ صادق کو پہچاننے کی کوشش کریں جس نے اُن کو وطن میں غریب الوطن بنا دیا تھا ——— آخر وطن میں اُنہوں نے غربت کیوں اختیار کی؟ ——— کیا اپنے نفس کے لیے یہ سب کچھ کیا یا اسلام کے لیے؟ ——— کوئی دیوانہ ایسا نظر نہیں آتا خواہ مخواہ خود کو ہلاکت میں ڈالے اور زمانے بھر کی رسوائیاں مول لے، دانشمندی کا تقاضا ہے کہ اسلام کے ایسے سچے شیدائی کے احوال و واقعات ہر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کیے جائیں جس طرح جامع ازہر (قاہرہ) کے اہل حدیث فاضل ڈاکٹر محی الدین الوائی (جو اب مدینہ یونیورسٹی میں ہیں) نے مطالعہ کیے اور ایک قیمتی مقالہ قلم بند کیا جو صوت الشرق (قاہرہ، فروری ۱۹۷۰ء) میں شائع ہوا۔ اور اب پروفیسر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلجیان، صدر شعبہ علوم اسلامیہ لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اسی طرح لندن یونیورسٹی کے ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی نے انگریزی میں ایک مقالہ بعنوان "اسلام کا تصور علم" امام احمد رضا کی تصانیف کے حوالے سے لکھا ہے۔

آخر میں اہل سنت وجماعت (مسلک بریلوی) سے عرض کروں گا کہ افہام و تفہیم کے دو طریقے ہیں ایک عارفانہ اور دوسرا جارحانہ ——— راقم کے خیال میں جارحانہ طریقے سے عارفانہ طریقہ بدرجہا بہتر و مؤثر ہے ——— جارحانہ طرز تبلیغ و ارشاد سے افادیت مجروح ہوتی ہے اور جس کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ جذباتی طور پر اتنا گھائل ہو چکا ہوتا ہے کہ اس میں سمجھنے کی سکت و قوت باقی نہیں رہتی ——— برخلاف عارفانہ طرز تبلیغ و ارشاد کے جو سراسر مفید اور مؤثر ہے کہ جس کو سمجھانا چاہتے ہیں وہ جذباتی طور پر سمجھنے کے لیے تیار

ہوتا ہے اور نصیحت و تلقین اس کے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہے ـــــــــ اس لیے اگر جارحانہ انداز کو ترک کر کے عارفانہ انداز اختیار کیا جائے تو یہ مسلک و ملت اور انسانیت کی خدمت ہوگی ـــــــــ اس وقت جارحانہ انداز سے صرف مادی فوائد اور نفسانی سکون کی اُمید کی جا سکتی ہے کوئی اخلاقی یا رُوحانی فائدہ نظر نہیں آتا ـــــــــ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے ـــــــــ امام احمد رضا نے جو کر دار ادا کیا وہ وہی تھا جو ایک ماہر سرجن کو ادا کرنا چاہیئے ـــــــــ پھر دوسروں کا فرض ہے کہ مریض کی کماحقہٗ تیمارداری اور دل داری کریں اور اصلاح کی کوشش کریں۔

بہر کیف مندرجہ بالا گزارشات کے ساتھ امام احمد رضا کے نامعلوم فارسی و عربی اشعار کا مختصر تعارف اور اُن کی شرح پیش کی جا رہی ہے۔ ان شاء اللہ مورخین کو تدوین تاریخ میں اس سے مدد ملے گی، سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کو ماضی کے حادثات و واقعات سے روشنی ملے گی اور عام بے خبر حضرات کو علم و آگہی ملے گی۔

احقر مسعود احمد عفی عنہٗ

تقدیم

• ـــــ پروفیسر فاضل زیدی، صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، سکرنڈ (نواب شاہ سندھ)

اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکات ہستی ایک مینارۂ نُور کی حیثیت رکھتی تھی جس سے اپنوں اور غیروں سب نے اکتسابِ نُور کیا۔ دینِ متین کی خدمت کے لیے انہوں نے اپنی ہستی وقف کر دی تھی۔ انہیں اسلام اور بانیٔ اسلام سرورِ دوجہاں احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو محبت تھی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان کا نعتیہ کلام اس پر برہانِ قاطع ہے۔

امام احمد رضا نے اپنی گراں قدر تصنیفات سے دین کی بڑی خدمت کی اور سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ دشمنانِ اسلام کا تیز دستی سے تعاقب کیا اور جو مسلمان اپنی سادہ لوحی سے دشمنوں کے فریب میں آئے انہیں فہمائش کی اور انہیں دشمنوں کے فریب سے آگاہ کیا۔

امام موصوف ایک مستند عالمِ دین ہی کی حیثیت سے عوام میں روشناس ہیں اور مسلمان سیاست داں کی حیثیت سے اُن کی ہستی ہنوز پردۂ خفا میں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی (جنہیں احمد رضا سے خاص تعلقِ خاطر ہے اور جو اُن کے احوال و آثار کے متعلق کئی گراں قدر تصانیف مرتب فرما چکے ہیں اور بے شمار علمی مقالے لکھے ہیں۔) نے امام احمد رضا کی دینی اور سیاسی خدمات پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اس غیر معروف گوشے کو بھی روشنی میں لے آئے ہیں۔

امام احمد رضا اور مولوی عبدالباری فرنگی محلی کے درمیان جو مکاتبت ہوئی وہ الطاری الداری

ملفوظاتِ عبدالباری" کے نام سے تین حصوں میں شائع ہوئی تھی یہ اب قریب قریب نایاب ہے۔
اس مکاتبت کا پس منظر ڈاکٹر صاحب نے بیان فرمایا ہے اور امام احمد رضا نے جو فارسی کلام از قسم رباعیات وقطعات مولوی عبدالباری اور ان کے ہم نواؤں کے متعلق لکھا تھا اور جسے موجودہ صورت میں سمجھنا دشوار تھا، اس کی شرح فرمادی ہے اور ہر واقعہ کو اس کے سیاسی پس منظر میں بیان کیا ہے، جس سے واقعہ کی نوعیت سمجھ میں آجاتی ہے۔

مسٹر گاندھی کے سحر سامری میں بڑے بڑے مسلمان علماء آگئے تھے۔ مولانا شوکت علی مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری اُن کے ہم نوا ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان حضرات نے گاؤکشی پر پابندی لگانے کے حق میں آواز اٹھائی۔ اُس وقت علمائے ہند میں صرف امام احمد رضا ہی کی وہ تنہا ذات تھی جس نے مسٹر گاندھی اور اُن کے مسلمان ہمنواؤں کے خلاف قلمی جہاد کیا، اور مسلمان علماء کو اپنی مومنانہ فراست سے بر وقت متنبہ کیا۔

امام احمد رضا کا یہ فارسی کلام اُن کے دواوین میں شامل نہیں ہوا اور بالکل نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر ڈاکٹر محمد مسعود احمد خصوصی توجہ نہیں فرماتے تو خدا معلوم یہ کب تک آنکھوں سے اوجھل رہتا۔ موصوف نے اسے منظر عام پہ لاکر اور اُس کی تشریح و توضیح فرما کر نہ صرف یہ کہ اس نایاب کلام ہی کو حیاتِ تازہ بخش دی ہے بلکہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان لیڈروں اور علماء کے دینی کردار پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اُن کے کردار کا تجزیہ کیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے تقسیم ہند سے قبل کی مسلم سیاست کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور امام احمد رضا کی دینی و سیاسی خدمات سے اہلِ علم واقف ہو جائیں گے۔

میں ڈاکٹر صاحب کی اس محنتِ شاقہ کی داد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اُن کی یہ سعی مشکور ہو۔

"این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

فاضل زیدی ۔ ۲۰ رنومبر ۱۹۷۸ء

۸۷/۲ ۔ غریب آباد ۔ نواب شاہ (سندھ)

تقریب

پروفیسر عبدالباری، صدر شعبہ تاریخ، گورنمنٹ کالج آف کامرس، کراچی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی علمی، ادبی اور سب سے بڑھ کر دینی خدمات کے معترف اہل حق تو ہیں ہی۔ اغیار بھی آپکی حق گوئی سے چشم پوشی نہ کر سکے۔ وہ آپکی بصیرت و فراست سے اس لئے مرعوب ہیں کہ آپ نے سیرت نگاری کو افسانوی رنگ دینے کے بجائے، تاریخ کے بنیادی و ثانوی ماخذوں کو کھنگال کر اصلی، سچے، آب و تاب والے موتی چن چن کر واقعات کی لڑیوں میں اس طرح پرونے کی کوشش کی ہے کہ ان کی چمک دمک سے اغیار کی نظریں خیرہ ہو کر رہ گئیں، وہ ادھر ادھر بھٹکتے ہی رہے مگر آپ کے مسکت دلائل کا معقول جواب دینے سے قاصر و عاجز نظر آتے ہیں۔

دراصل آپ نے سیرت نگاری اور تاریخ نویسی میں صرف اور صرف حقیقت و واقعیت کا سہارا لیا ہے۔ عام طور سے اہل قلم اپنی قوت متخیلہ کے بل بوتے پر واقعات کو نئے رنگ میں پیش کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ وہ اپنی من پسند شخصیت کو ایک مثالی تصوراتی روپ دینے کے لئے مبالغے کی حدود سے بھی چھلانگ لگا کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ غالب، سر سید، سید احمد بریلوی وغیرہم کے ساتھ اسی طرح کا عقیدتمندانہ سلوک برتا گیا کہ ان کا حقیقی روپ افسانویت کے نیم شفاف پردوں سے منعکس ہو کر ہماری آنکھوں میں یوں ہی اثر ڈالتا ہے مگر اہل نظر کے دلوں پر گہرا، دیرپا تاثر نہیں چھوڑتا۔

سیرت نگاری و تاریخ نویسی کے لیے اوّلین شرط یہی ہے کہ جو کچھ کہا جائے یا لکھا جائے

اپنی طرف سے موشگافیوں سے اجتناب برتتے ہوئے محض مستند تاریخی ماخذوں سے واقعات چھان پھٹک کر جوں کے توں بالکل ان کے حقیقی روپ میں پیش کر دیئے جائیں۔ دلائل و براہین کی اساس ہوں تو یہی مستند تاریخی ماخذ، دینی مسائل پر تبصرہ کرنا ہو تو دلائل قطعیہ و اجتہادیہ سے سرمو انحراف سے بھی گریز کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے اس اُصول کو حرزِ جان و ایمان بنا کر انتہائی قلیل عرصے میں مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ آپ نے دَورِ حاضر کے مجتہد و مجدد اعظم، حجۃ الاسلام، محی الدین والملت اعلیٰ حضرت فاضل الافاضل ترجمانِ اہل سنت علامہ احمد رضا بریلوی قدس اللہ سرہٗ کی خدماتِ جلیلہ پر تحقیقی مقالات پیش کر کے برصغیر پاک و ہند کی دینی و ملّی تاریخ میں جو خلا باقی رہ گیا تھا اسے دُور کرنے کی انتہائی قابلِ قدر کامیاب کوشش کی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ نے گاندھوی الحاد و ارتداد کے خلاف تادم آخریں مسلسل جہاد فرمایا، غیرت اسلامیہ کے امین بن کر قوم پرست "علمائے سوء" کے سیاسی فریب سے اُمت مسلمہ کو بچانے کے لئے اپنی زندگی تج دی۔ ملتِ مسلمہ کے تشخص کو یک قومیت کے پرچار کرنے والے نام نہاد مسلم رہنماؤں کے ہتھکنڈوں کا برابر توڑ کرتے رہے اور اہلِ ہنود کے مقابلے میں ملت اسلامیہ کی شان دوبالا رکھنے اور اسے "ہندو سوراج" کے ہاتھوں پامال ہونے سے معوّن و مامون رکھنے کی خاطر ہمہ دم سینہ سپر رہے۔ مگر تعصّب ہوا کہ مؤرخین پرجو تاریخ پاکستان کے حقائق پر خاک ڈالتے ہوئے اخیار پاکستان کو ملتِ اسلامیہ کی مسندِ عالیہ پر لا بٹھانے کی مذموم حرکت کرتے ہوئے ہٹ دھرمی کے مرتکب ہوئے۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے اور تلافی مافات کی غرض سے تحریک پاکستان کے مختلف ادوار کو ان کے حقیقی روپ میں پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تو یہی دُعا ہے کہ وہ آپکو اس حق کے ادا کرنے کی کما حقہٗ، توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تاریخ صرف بیانیہ انداز میں "روایات طرازی" کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اساسی و ثانوی ماخذوں سے حقائق کی چھان بین کر کے انہیں دُنیا کے سامنے پیش کرنے کا نام ہے۔

تاریخ نویسی کا اہم ترین مقدس فریضہ گڑھی ہوئی روایتوں اور افواہوں کو تہہ اٹی ہوئی گرد کو ہٹا کر واقعات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اس لحاظ سے تاریخ نویسی دراصل تاریخ سازی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب اس اہم مقدس فریضے کی انجام دہی میں شب و روز مصروف ہیں۔

جنوبی ایشیا میں انیسویں صدی کے نصف اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں انقلابی تیز رفتاری کے ساتھ امت مسلمہ کی تاریخ میں جو نشیب و فراز آتے رہے، ان کی حقیقی نوعیت سے ہم اس وقت بھی یکسر بے خبر ہیں۔ ہندو ذہنیت، گٹھ جوڑ نے ہماری تاریخ کو جس بے دردی سے مسخ کرنے کی سازشیں کی، ان کے اثرات میں ہم ابھی تک الجھے ہوئے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ امتِ مسلمہ کے گھرانوں میں پلنے والے نام نہاد دانشور اب بھی گاندھی کے سحر ساحری سے ہندو زدہ ہیں۔ ان باطل پرست منہ بولے اہل قلم نے اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ کی شخصیت کشی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آپکو جاہل، توہم پرست مسلمانوں کا پیشوا بنانے میں ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع پر تصرف حاصل کرنے میں سر توڑ کوشش کی۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب تن تنہا ان کی شاطرانہ چالوں کو مات دینے کے لئے حقائق و واقعات کی بساط پر یوں چھائے ہوئے ہیں کہ وہ بے بس و مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے "الطاری الداری" کے نایاب گم شدہ نسخے کو حاصل کر کے تحریک پاکستان کی گمشدہ کڑیوں کو از سرِ نو جوڑنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ نے "الطاری الداری" کے منظوم تاریخی و سیاسی مأخذ پر انتہائی کدو کاوش سے تحقیق کر کے اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ کی حق گوئی، بے باکی، دینی حمیت اور ملی غیرت اجاگر کرتے ہوئے تحریک خلافت ترک موالات، گاندھوی فلسفے اور اس کے سحر میں گرفتار نام نہاد مسلمان رہنماؤں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ گاندھی نے تحریک خلافت میں گھس کر، ہندو دھرم، ہندو ثقافت اور ہندو سوراج کو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں پر مسلط کرنے کا جو ناپاک منصوبہ بنایا تھا، اسے منظرِ عام پر لا کر ناکام بنانے کا سہرا اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے سر ہے۔ آپ نے جدل و جدال، مناظرے

یا مناقشے کا سہارا نہیں لیا بلکہ عدل و میانہ روی پر گامزن رہتے ہوئے افہام و تفہیم کی راہ اختیار کی اور سنتِ سنیہ کی پیروی کرتے ہوئے ہندو زدہ مسلمانوں کو "براہینِ قاطعہ" سے قائل کرنے کی کوشش فرمائی۔ "الطاری الداری" اسی حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے تاریخ کے ایسے قیمتی خزینے کو پاک و ہند بلکہ عالمِ اسلام کے سامنے پیش کر کے ملتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ پھر آپ نے تحریکِ پاکستان کے دوسرے مأخذ کے حوالے دیگر معروف حقائق میں ہماری رہنمائی بھی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے تحریکِ خلافت کی آڑ میں گاندھی کی سرگرمیوں کا اصل مقصود ہندو سامراج یا ہندو سامراجیت کے تسلط کو دوام بخشنے کو قرار دیا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اسے منطقی دلائل سے نہیں بلکہ گاندھویت کے علمبردار مسلمان قوم پرست آزاد کی زبان میں اس راز کو یوں نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

"مولانا آزاد کے ان کلمات سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے:۔

کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں بلکہ ہندوستان کو "خود اختیاری حکومت" دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ بھی ہو جائے، تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے۔ اس وقت تک کہ ہم گنگا اور جمنا کی مقدس زمین کو آزاد کرا لیں۔"

جس خود اختیاری حکومت کا آزاد نے ذکر کیا ہے۔ آچاریہ کرپلانی کی نظر میں اس کا خاکہ کچھ اس طرح ہے۔

"یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ کانگریس کی ہر اسکیم گاندھی جی کے فلسفے کے تحت چلائی جائے گی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اسکیم کو دوسرے کسی فلسفۂ زندگی کے اصول پر چلا سکیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا آزاد نے جس "حکومت اختیاری" کا ذکر کیا ہے، "" دراصل

سوراج ہی ہے، جس کی رُوح اسلامی فلسفہ نہیں بلکہ فلسفۂ گاندھی تھا اور جس کو آزاد نے حکومت میں شریک ہو کر عملی طور پر اپنایا" ۔ لے

یہ ہے طریقۂ استدلال پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا، جو "منطقی طریقہ استنباط" پر نہیں بلکہ "تاریخی فن کے طریقۂ استنباط" پر مبنی ہے۔ اس کے برخلاف تاریخی دلائل وشواہد کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اپنی قوتِ متخیلہ سے کچھ نہ کچھ بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا یہ نادر نمونہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ اور پھر انصاف سے کہئے کہ آیا اسی کو تاریخ نویسی یا سیرت نگاری کہتے ہیں۔

سید احمد بریلوی کی شان میں امیر الروایات کا یہ اقتباس پڑھئے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار کا شیشہ قرار دینے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

"ایک مرتبہ بے تکلف لوگوں نے ایک میلہ میں چلنے کے لئے آپ سے اصرار کیا اور باوجود آپ کے عذر وانکار کے زبردستی آپکو لے گئے لیکن آپ میلہ میں پہنچتے ہی بے ہوش ہو گئے اور اس میں شریک نہ ہو سکے"۔ ۲ے

سید ابوالحسن ندوی انہیں سید احمد بریلوی کی شان میں یوں شیریں زبان ہیں:

"سید صاحب کا یہ پہلا حج تھا اور آخری بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کی طرح، آدمیوں کا سیلاب امنڈ آیا اور پروانوں کی طرح لوگ جمع ہو گئے، محبت وشوق کی دبی ہوئی چنگاریاں ابھریں اور بجھی ہوئی آتشِ شوق بھڑکی، برسوں کے ارمان نکلنے کا وقت آیا"۔ ۳ے

لے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد: تنقیدات وتعاقبات، ص

۲ے امیر الروایات بحوالہ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت السید احمد شہید، صفحہ ۵۹

۳ے سید ابوالحسن ندوی، سیرت سید احمد شہید، صفحہ ۹۰

اس سے بڑھ کر شان رسالت میں گستاخی ہو سکتی ہے؟

لیکن پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے کبھی بھی اس شخصیت پرستی کی بدعت کو نہیں اپنایا بلکہ فن تاریخ کے اصول کو سختی سے اپناتے ہوئے تاریخ سازی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ اسی انداز میں آپ نے اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے تاریخی کلام کو "الطاری الداری" کی نایاب دستاویز سے چھان بین کے بعد دنیا کے سامنے پیش کر کے ملت مسلمہ پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ تاریخی حقائق کو دین کی سربلندی کی خاطر اجاگر کرنے میں مسلسل جدوجہد میں آپ مصروف ہیں۔ اسے سامنے رکھتے ہوئے ہم تو یہی دعا کریں گے۔ کہ

" اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

احقر

عبد الباری عفی عنہ

مولانا عبدالباری فرنگی محلی

اسم گرامی قیام الدین عبدالباری تھا۔ ہندوستان کے مشہور فقیہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مولانا بحرالعلوم کے بعد ان دونوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی شہرت سرحدات پاک و ہند سے نکل کر عرب و عجم میں جا پہنچی۔

مولانا عبدالباری ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۸ھ میں معقولات و منقولات کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ۱۳۰۹ھ میں اپنے والدین کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہ سید علی بن ظاہر وتری نے آپ کے والد ماجد کے ساتھ آپکو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ جب عرض کیا گیا کہ ہمارے بچے نے ابھی عربی شروع ہی نہیں کی، تو جواباً فرمایا کہ تفاولاً اسی طرح یہ سند دی گئی ہے جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ جلال الدین سیوطی کو عنایت فرمائی۔ مولانا کو سید امین رضوان اور سید محمد باشلی حریری سے سے سندات حدیث و دلائل حاصل ہوئی تھیں اس کے علاوہ اپنے نانا نورالحسنین سے مولانا عابد سندھی اور سید احمد دحلان مکی کے سلسلۂ حدیث سے اجازت ملی۔

فارغ ہونے کے بعد مولانا نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس شان سے پڑھایا کہ ایک دن میں پندرہ پندرہ اسباق تک پڑھا دیتے اور بڑی محنت اور جانکاہی سے فتوے بھی لکھتے۔ ۱۳۲۱ھ کے بعد مولانا نے اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ

مولانا عبدالباری فرنگی محلی

اسم گرامی قیام الدین عبدالباری تھا۔ ہندوستان کے مشہور فقیہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مولانا بحرالعلوم کے بعد ان دونوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی شہرت سرحدات پاک و ہند سے نکل کر عرب و عجم میں جا پہنچی۔

مولانا عبدالباری ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۸ھ میں معقولات و منقولات کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ۱۳۰۹ھ میں اپنے والدین کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہ سید علی بن طاہر وتری نے آپ کے والد ماجد کے ساتھ آپکو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ جب عرض کیا گیا کہ ہمارے بچے نے ابھی عربی شروع ہی نہیں کی، تو جواباً فرمایا کہ تفاولاً اسی طرح یہ سند دی گئی ہے جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ جلال الدین سیوطی کو عنایت فرمائی۔ مولانا کو سید امین رضوان اور سید محمد باشلی حریری سے سے سندات حدیث و دلائل حاصل ہوئی تھیں اس کے علاوہ اپنے نانا نورالحسنین سے مولانا عابد سندھی اور سید احمد دحلان مکی کے سلسلۂ حدیث سے اجازت ملی۔

فارغ ہونے کے بعد مولانا نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس شان سے پڑھایا کہ ایک دن میں پندرہ پندرہ اسباق تک پڑھا دیتے اور بڑی محنت اور جانکاہی سے فتوے بھی لکھتے۔ ۱۳۲۱ھ کے بعد مولانا نے اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ

حرمین شریفین اور عراق کا بھی سفر کیا۔ عراق میں نقیب الاشرف، سید عبدالرحمن گیلانی زادہ نے اجازت سلاسل طریقت کے علاوہ سند حدیث بھی عنایت فرمائی۔ وہاں سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے جہاں سید علی بن طاہر وتری سے کتب حدیث پڑھیں اور اجازت واسناد حاصل کیں —— یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے تفاولاً ۱۳۰۹ھ میں اجازت حدیث دی تھی

والد ماجد اور بھائی کے انتقال کے بعد سجادگی اور دیگر خانگی ذمہ داریاں آپ پر عائد ہوگئی تھیں جس کو آپ نے بہت ہی خوبی سے نبھایا —— ۹ر جمادی الاول ۱۳۱۳ھ کو مدرسہ نظامیہ جاری فرمایا اور اس میں جدید طریقۂ تعلیم رائج فرمایا جس کو ان کے تلامذہ نے اور فروغ دیا اس مدرسہ میں مولانا اول درجہ سے لے کر آخر درجہ تک کتابیں پڑھاتے رہے

جنگ بلقان، اس کے بعد مسجد کانپور پھر ترکوں کے ساتھ لائڈ جارج کے مظالم وغیرہ کے پے در پے ایسے واقعات سامنے آئے جس نے مولانا کو مجبور کر دیا کہ وہ سیاست میں داخل ہوں۔ چنانچہ آپ نے خدام کعبہ، خلافت کمیٹی، اور جمعیۃ العلماء کے نام سے کئی مذہبی و سیاسی تنظیمیں قائم کیں اور بے دریغ پیسہ خرچ کیا۔ علماء میں ہندو مسلم اتحاد کی سب سے پہلی عملی کوشش مولانا ہی کی جانب سے ہوئی اور اس نے اس حد تک ترقی کی کہ بارہا گاندھی اور ان کے غیر مسلم رفقاء مولانا کی محل سرا میں دیکھے جاتے تھے اور کئی مرتبہ محل سرا میں غیر مسلم لیڈروں کی فیاضانہ مہمانداری بھی کی گئی۔ مولانا کی اس رواداری اور غیر مسلموں کے ساتھ اس انداز سے اشتراک عمل کا مولانا احمد رضا خاں نے سخت نوٹس لیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

جب ابن سعود نے حرمین پر قبضہ کر کے اپنی بدعات کو رائج کیا اور دارالامن کو مسلمانوں کی قتل گاہ بنایا تو سیاسی لیڈروں سے مولانا کے اختلافات شروع ہو گئے جس

نے بہت طول پکڑا، اس موقع پر مولانا نے خدام الحرمین کی بنیاد ڈالی۔ زندگی کا آخری حصہ اس جدوجہد میں صرف کیا مگر یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ساری عمر جماعت کے ساتھ نماز ناغہ نہیں فرمائی ہمیشہ سفر میں دو آدمی اسی لیے ساتھ رہتے کہ جماعت سے محروم نہ رہ جائیں تلاوت کلام پاک کا یہ عالم تھا کہ شب و روز میں دو اور کبھی زیادہ قرآن ختم کرتے۔ دن رات میں مشکل سے تین گھنٹے آرام فرماتے۔ آخر عمر میں مولانا کو زہر کھلا دیا گیا جس کا اثر آخر عمر تک رہا۔

۲ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ء آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور ۴ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو وصال فرمایا۔ جس پر ہر مذہب و ملت اور ہر مسلک و فکر کے لوگوں نے اظہار غم کیا۔

دارالعلوم دیوبند، بند کر دیا گیا سید سلیمان ندوی نے معارف (فروری ۱۹۲۶ء) میں اس عنوان سے اداری نوٹ لکھا:

فرنگی محل کی آخری شمع بجھ گئی

آہ! مولانا عبدالباری

مولانا کی یادگار ان کے صاحبزادے جمال میاں فرنگی محلی بقید حیات ہیں جو علم و فضل میں یگانہ ہیں۔ مولانا نے بقول سید سلیمان ندوی ایک سو (۱۰۰) کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں۔ مولانا عبدالباری کے شاگرد مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے تذکرۂ علمار فرنگی محل مطبوعہ ۱۳۴۷ھ / ۱۹۳۰ء میں ۱۱۶ اور ۱۱۷ پر مولانا کی ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ تصانیف کا حوالہ دیا ہے۔ (مولانا عنایت علی فرنگی محلی نے کتاب مذکور میں صفحہ ۱۰۶ سے ۱۱۸ تک مولانا عبدالباری کے احوال لکھے ہیں یہ احوال اس سے ماخوذ ہیں۔)

امام احمد رضا

اور

مولانا عبدالباری

مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا خاں بریلوی کے درمیان خصوصی مراسم تھے۔ دونوں ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے گو عمر میں ۲۲ سال کا فرق تھا اور مولانا عبدالباری چھوٹے تھے مگر جب مولوی فرنگی محلی، مسٹر گاندھی کے اخلاقی و سیاسی طرز عمل سے مرعوب ہوکر نہ صرف یہ کہ ان کے ہم نوا ہوگئے بلکہ عملاً ان کے ہوگئے اور ان کی زبان و قلم سے بعض ایسے کلمات صادر ہوگئے جو امام احمد رضا جیسے ناقد عصر کی نگاہ سے نہ بچ سکے — چنانچہ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو اس طرف متوجہ کیا اور پوری شدت کے ساتھ ان کے بعض اقوال و اعمال پر تنقید فرمائی۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے درمیان مراسلت ہوئی جو ۱۶/ رمضان ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو شروع ہوئی اور ۲/ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو ختم ہوئی۔

مولانا عبدالباری نے ۱۶ خطوط لکھے اور امام احمد رضا نے ۲۲ ——

یہ جملہ مراسلات امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ نے حسنی پریس بریلی سے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں بعنوان:

الطاری الداری لہفوات عبدالباری

تین حصوں میں شائع کئے، خود امام احمد رضا نے ایک رباعی میں اس تالیف کا ذکر کیا ہے:

زہ علم وفن جناب عبدالباری
خوش سکہ زن جناب عبدالباری
یک کودک من طاری داری بنوشت
دنداں شکن جناب عبدالباری [1]

یہ تالیف اب بیشتر علماء اہل سنت کے علم میں بھی نہیں غالباً اسکو اس لئے اُجاگر نہیں کیا گیا کہ یہ علماء اہل سنت کے مابین تلخیوں کی یادگار ہے؟ ——

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا مزاج دورِ جدید کے مزاج سے قطعاً منفرد ہے۔ دورِ جدید میں حمایت وتائید کے لیے حق سے زیادہ اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ جس کی حمایت وتائید کی جارہی ہے وہ اپنا یا اپنوں کا اپنا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حمایت وتائید کی جائے گی ورنہ مخالفت یا خاموشی —— ہزار دعویٔ عدل ومساوات کے باوجود شاذ ونادر ہی کوئی ایسا نظر آتا ہے جو صرف حق کے لیے حق کی حمایت کرے اور ابطال باطل کے لیے باطل کی مخالفت، اس کے سامنے دوسری کوئی مصلحت نہ ہو —— اس کے لیے بڑا دل گردہ چاہیے —— ایسے حق پرست کو اپنے اور بیگانے سب کے تیر کھانے پڑتے ہیں۔ وہ تیر پہ تیر کھاتا ہے لیکن نفس کی آواز پر لبیک نہیں کہتا، دل کی آواز پر رواں دواں رہتا ہے ——

ہزار خوف ہوں لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری لہفوات عبدالباری، مطبوعہ بریلی، حصہ سوم، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء ص ۸۱ ——

میں پھر اپنے موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ـــــــ امام احمد رضا اور مولوی عبدالباری کے درمیان مراسلت کے دوران مولوی عبدالباری کی فکر و نظر مختلف نشیب و فراز سے گزری ـــــــ اُنہوں نے توبہ نامہ بھی شائع کیا مگر جملہ کلمات پر امام احمد رضا کے اصرار نے ان کو برہم کر دیا چنانچہ آخر میں انہوں نے مکتوب محررہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء بھیجنے کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ جس نے امام احمد رضا کو اور زیادہ مضطرب کر دیا اور اُنہوں نے مولانا عبدالباری کی خاموشی کے جواب میں پے در پے چھ خطوط ارسال فرمائے ـــــــ ان خطوط میں امام احمد رضا کے خیالات و افکار نے شعر کا روپ دھارا اور ایک ماہ دس دن کی قلیل مدت میں ۲۱۶ (دوسو سولہ) عربی اور فارسی اشعار کا ذخیرہ سامنے آیا ـــــــ اس میں شک نہیں کہ ان اشعار میں وہ شعریت و آفاقیت نہیں جو ان کے نعتیہ کلام میں ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ تاریخی اور سیاسی حیثیت سے یہ اشعار نہایت اہم ہیں اور تحریک آزادئ ہند پر کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم مأخذ ہیں۔

مندرجہ بالا اجمال کی تفصیل یہ ہے : ـــــــ

اواخر جمادی الاوّل (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) میں لکھنؤ سے مولوی ریاست علی خان شاہجہان پوری، مولوی عبدالباری فرنگی محلی کا پیغام لے کر امام احمد رضا کے پاس آئے کہ مولانا عبدالباری ملنا چاہتے ہیں۔ امام احمد رضا نے فرمایا کہ مولانا اگر اقوال کفریہ سے توبہ کر لیں تو میں خود جاکر مل لوں گا۔ مولوی ریاست علی خاں واپس لکھنؤ گئے اور وہاں سے مولوی عبدالباری کی طرف سے یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی نظر میں جو اقوال کفریہ سرزد ہوئے ہیں ان سے مطلع کر دیں تاکہ توبہ شائع کرا دی جائے ـــــــ اس کے جواب میں امام احمد رضا نے ۱۰۱ کلمات کفریہ پر مشتمل ایک مجمل فہرست مرتب

کر کے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں مندرجہ ذیل خلفاء اور تلامذہ کے ہاتھ بھیجدی۔

۱۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

۲۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

۳۔ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

۴۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء)

اس کے بعد مولوی ریاست علی خاں کا خط (محررہ ۲۵ رجب ادی الثانی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) ملا جس میں امام احمد رضا سے استفسار کیا گیا تھا کہ مرسلہ فہرست میں مندرج تمام اقوال کفریہ ہیں۔ یا بعض حرام اور بعض ناجائز؟ ——— اس کے جواب میں امام احمد رضا نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط لکھا جس کے جواب میں مولوی ریاست علی خاں نے لکھا کہ کفریات، محرمات اور ضلالات کو الگ الگ کر دیا جائے۔ چنانچہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کے خط میں امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل تین قسم کے توبہ نامے دستخط کر کے مولوی عبد الباری فرنگی محلی کو روانہ کئے۔

۱۔ تحریر مختصر ہدایت توبہ

۲۔ تحریر متوسط ہدایت توبہ

۳۔ تحریر مفصل ہدایت توبہ [1]

امام احمد رضا نے تحریر مختصر، تحریر متوسط اور تحریر مفصل کے آخر میں مندرجہ ذیل علمائے اہلسنت کی تصدیقات ثبت کرائیں کہ یہ سب حضرات امام احمد رضا کے اس فیصلے کی تائید کرتے ہیں کہ کلمات مندرجہ سراسر کفر و ضلالت ہیں۔

۱۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

۲۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)

۳۔ مولانا محمد عبد السلام صدیقی جبل پوری (م ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء)

[1] تحریر مفصل کو دو فصلوں پر تقسیم کیا۔ فصل اول میں مرتدین کی حمایت میں مولانا عبد الباری نے جو کلمات کہے تھے مع حوالے ان کو جمع کیا اور فصل ثانی میں مشرکین ہند سے اتحاد کے ذیل میں جو اقوال کہے تھے ان کو جمع کیا۔ (مسعود)

۴۔ مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری (ولادت ۱۳۱۰ھ / ۹۲-۱۸۹۳ء)

۵۔ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

۶۔ مولانا محمد فضل کریم دہلوی

۷۔ مولانا غلام محی الدین راندیری

۸۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء)

۹۔ مولانا محمد میاں قادری برکاتی (م ۱۳۷۲ھ / ۵۳-۱۹۵۲ء)

۱۰۔ مولانا محمد یعقوب بلاسپوری

۱۱۔ مولانا غلام احمد شوق فریدی (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)

۱۲۔ مولانا محمد دیدار علی الوری حنفی (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء)

مندرجہ بالا "تحریروں" کا اثر یہ ہوا کہ مولانا عبدالباری نے روزنامہ "ہمدم" (لکھنؤ) شمارہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں اپنی توبہ شائع کرادی، امام احمد رضا نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو مولانا عبدالباری کے نام مبارک بادی کا نامہ بھیجا۔

مولانا عبدالباری نے اپنے طور پر توبہ شائع کرادی لیکن امام احمد رضا کے مرسلہ توبہ نامہ پر دستخط نہیں کیے ——— اس سے نئی بحث کا آغاز ہوا اور جانبین سے مندرجہ ذیل مراسلات لکھے گئے۔

۱۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

۲۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۱۹ رمضان المبارک " "

۳۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام احمد رضا محررہ ۲۲ رمضان المبارک " "

۴۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری ۲۶ رمضان المبارک " "

۵۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام احمد رضا محررہ ۲۶ رمضان المبارک " "

۶۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲ رشوال ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۷۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۴ رشوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

۸۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۹ رشوال المکرم " "

۹۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۱۹ رشوال المکرم " "

مؤخر الذکر پے در پے دو خطوط ملنے کے بعد مولانا عبدالباری نے ۱۹ رشوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط لکھا جس میں برہمی کے آثار نمایاں ہیں، مثلاً یہ جملہ:—

"عام ظن یہ ہے کہ جناب کو اپنی رائے سے عدول کرانے میں بڑے سے بڑے محقق کو بھی کامیابی نہیں ہوتی ہے، امید ہے کہ یہ ظن فاسد باطل ہوگا"[1]

امام احمد رضا نے ۲۶ رشوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط لکھا اور مولانا عبدالباری سے مندرجہ بالا اظہار خیال کی تائید میں مثالیں طلب کیں۔ —— اسی اثنا میں مولانا عبدالباری سندھ کے دورے پر روانہ ہوگئے، ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں واپس آئے، ۱۰ ر ذیقعدہ کو امام احمد رضا نے خط لکھا، پھر ۱۳ ر ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کو مفصل خط لکھا جس میں مفصل و مطول بحث کی۔[2] —— ۱۴ ر ذیقعدہ کو یاد دہانی کیلئے پھر خط لکھا —— ۱۶ ر ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ کو مولانا عبدالباری نے خط لکھا مگر اس

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خان: الطاری الداری لہفوات عبدالباری، حصہ دوم مطبوعہ بریلی، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء (مکتوب عبدالباری بنام امام احمد رضا خاں محررہ ۱۹ رشوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

نوٹ، ڈاکٹر محمد اقبال نے امام احمد رضا کی قوت فیصلہ کی داد دیتے ہوئے یہ اظہار خیال فرمایا ہے،

"مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی" (منقولہ ڈاکٹر عابد علی مرحوم، لاہور یکم اگست ۱۹۶۸ء)

[2] محمد مصطفیٰ رضا خان: الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۲۲ تا ۲۷

میں ۱۳ رذیقعدہ کے مفصل ومطول خط کا ذکر تک نہ کیا، اس پر امام احمد رضا نے ۱۹ رذیقعدہ ۱۳۳۹ھ کو خط لکھا[1] اور حقیقت حال دریافت کی ——— اس کے بعد مندرجہ ذیل مراسلت ہوئی۔

۱۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ رذیقعدہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
۲۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۱۹ رذیقعدہ " "
۳۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱ رذیقعدہ " "
۴۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲۶ رذیقعدہ " "
۵۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۸ رذیقعدہ " "

مؤخرالذکر مکتوب میں مولانا عبدالباری نے قدرے برہمی کا اظہار فرمایا اور لکھا:

"مجھے افسوس ہے کہ میں اب تک آپ کی طرف سے حسن ظن رکھتا تھا، وہ اب نہیں رہا۔"[2]

لیکن اس برہمی اور رنجش کے باوجود سلسلہ مراسلت جاری رہا اور جانبین سے مندرجہ ذیل مکاتیب لکھے گئے۔

۱۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
۲۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۳ رذی الحجہ " "
۳۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۵ رذی الحجہ " "
۴۔ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۸ رذی الحجہ " "
۵۔ مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۲ رذی الحجہ " "

مؤخرالذکر مکتوب میں مولانا عبدالباری نے امام احمد رضا کو لکھا:

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ دوم، ۷۵ تا ۸۷

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری حصہ سوم، ص ۳۱

"دل آزردہ سے اگر کام کی بات نہ ہوگی، فضولیات کا جواب نہیں دیا جائیگا۔"[1]

۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا نے جواب لکھا، اسی تاریخ کو مولانا عبدالباری نے جواب بھیجا اور لکھا:

"جس قدر دیدہ ریزی میرے مطالبہ کی غرض سے کی ہے ہم لوگوں کے نزدیک تضیع وقت کے سوائے کچھ نہیں ہے کیونکہ ہم آپ کی نیت سے آگاہ ہوگئے ہیں۔"[2]

اس آخری مکتوب کے بعد مولانا عبدالباری نے خاموشی اختیار کرلی اور امام احمد رضا کو خطوط کے جوابات نہیں دیئے۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے افکار و خیالات اور جذبات نے شعر کا روپ دھارلیا۔ ان اشعار میں امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری پر سخت تنقید کی۔ جس میں طعن و طنز کے تیر و نشتر بھی ہیں لیکن اس کا محرک جذبۂ ایمانی تھا نفسانی جذبہ نہ تھا کیونکہ اس اختلاف سے قبل دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے دشمن نہ تھے۔

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل چھ خطوط مولانا عبدالباری کے نام ارسال کئے جن میں تقریباً ۲۱۶ عربی اور فارسی اشعار رباعیات و قطعات کی صورت میں بے ساختہ نوک قلم پر آگئے ہیں جو پیش نظر مقالے کی بنیاد ہیں:

۱۔ مکتوب محررہ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
۲۔ مکتوب محررہ ۲۰ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
۳۔ مکتوب محررہ ۲۵ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
۴۔ مکتوب محررہ ۶ر محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
۵۔ مکتوب محررہ ۲۵ر محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۷۲
[2] " " " " " ، ص ۸۵

۶۔ مکتوب محررہ ۲ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

۲ر صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کے بعد امام احمد رضا نے سلسلہ مراسلت بند کردیا اور یہ سارا ریکارڈ ان کے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف: الطاری الداری لہفوات عبدالباری

(خرافاتِ عبدالباری پر آخری ضرب)

میں محفوظ کردیا ہے اور یہ کتاب اسی زمانے —— میں حسنی پریس، بریلی سے طبع ہوکر شائع ہوگئی۔

محولہ بالا مکتوبات میں جو اشعار آئے ہیں ان میں مولانا عبدالباری کے علاوہ دیگر شخصیات اور ان کے افکار و اقوال بھی زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً مسٹر گاندھی، ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا اسحاق علی وغیرہ وغیرہ —— شخصیات کے علاوہ مختلف سیاسی تحریکوں کا بھی ذکر ہے مثلاً تحریک خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریک ترکِ گاؤکشی، اور تحریک سوراج وغیرہ —— ان اشعار کے مطالعہ سے امام احمد رضا کے بارے میں مندرجہ ذیل حقائق معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ امام احمد رضا حق کے حامی تھے اور حمایت حق میں وہ اپنے اور بیگانے کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے —— وہ صداقتِ صدیقی، عدالتِ فاروقی اور شجاعتِ علوی کے علم بردار تھے۔

۲۔ امام احمد رضا دو قومی نظریہ کے حامی تھے اور ایک قومی نظریہ کے شدید مخالف —— ان کی تمنا تھی کہ ملت اسلامیہ کا دستور العمل، اسوۂ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

۳۔ وہ انگریزوں اور ہندوؤں دونوں کے مخالف تھے اور دونوں سے موالات کو ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مفاد کے خلاف سمجھتے تھے —— وہ انگریزی اور ہندو تہذیب

وتمدن سے بیزار تھے اور اسلامی تہذیب وتمدن کے علمبردار ——— نہ وُہ ہندوؤں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے نہ انگریزوں کے ساتھ ———

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہٗ

توبہ وشکست توبہ

کلمات

مولانا عبدالباری

امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام اپنے مکاتیب میں جن کلمات کو ان سے منسوب کیا ہے وہ سو سے متجاوز ہیں، ذیل میں صرف ان کلمات کو نقل کیا جاتا ہے جو امام احمد رضا کے نزدیک کفریہ ہیں۔ اور جن کی نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی حیثیت بھی ہے۔

۱۔ "(ہندو مسلم) اتحاد خدا کی حکمتِ بالغہ سے ایک حکمت کا کرشمہ ہے اس کے اثر سے خواہ مخواہ اگر خدا نے چاہا گائے کی قربانی از خود چھوڑ سکتے ہیں۔" ۱؎

۲۔ بلاشبہ صحیح ہے کہ میں ہندوؤں کے اتحاد کا حامی ہوں۔" ۲؎

۳۔ "ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔" ۳؎

۴۔ "ہم دل سے ان سے متحد ہونا چاہتے ہیں۔" ۴؎

۱؎ محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اوّل، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء ص ۳۷

۲؎ ایضاً، ص ۳۷

۳؎ ایضاً، ص ۳۷

۴؎ ایضاً، ص ۳۸

ﮧ میں غیر مسلم کی ہمدردی کو خرق عادت سمجھتا ہوں، ہندوؤں میں اس کی نظیر دی جاسکتی ہے، وہ مہاتما گاندھی کی ذات ہے۔ ؎

؎ محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اول، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء ص ۳۹

نوٹ: امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ مسلمانوں سے ہندوؤں کی ہمدردی حقیقی نہیں بلکہ مصلحت وقت کے تحت ہے، حقیقت میں وہ مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں عین اُس وقت جب کہ ہندو مسلم اتحاد کے نعرے بلند ہو رہے ہیں اور زبانی دعوے کئے جا رہے ہیں شدید قسم کے خون ریز ہندو مسلم فسادات نہ ہوتے، مثلاً کٹار پور اور آرہ وغیرہ میں جس کا اعتراف مولانا عبدالباری نے خود کیا تھا۔ چنانچہ امام احمد رضا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

در خط فرنگی محلی ہیں کہ ہنود | در بیخکنی مسلمین اند عنود
تمثیل کٹار پور و آرہ بنگاشت | خطبہ چہ بود کہ خود کیفے تا بود

(الطاری الداری: ج ۳، ص ۹۷)

ترجمہ: فرنگی محلی کے خط میں دیکھو جس میں لکھا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے ہیں اور لکھا ہے کہ کٹار پور اور آرہ کے واقعات اس کی مثال اور ثبوت ہیں۔

ہندوؤں کی طرف سے اس زیادتی کے باوجود قوم پرست مسلمانوں نے پوری پوری کوشش کی کہ قاتلین کو معاف کر دیا جائے۔ چنانچہ جمیل الرحمٰن قادری لکھتے ہیں:

"بعض لیڈروں اور اخباروں کی طرف سے گورنمنٹ کی خدمت میں یہ درخواست کی جا رہی ہے کہ مجرمین کٹار پور کے ساتھ ترحم خسروانہ کا برتاؤ کیا جائے۔"

(تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، ص ۴۴)

اور اخبار "ہمدم" لکھنؤ شمارہ ۱۴ فروری ۱۹۲۰ء نے بعنوان "کٹار پور اور عام مسلمانان" فسادات پر اظہار خیال کیا۔ (مسعود)

۶۔ "وہ بہادر قوم خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے۔"[1]

۷۔ "ہندو شریف قوم ہے وہ کبھی کسی عوض کی طالب نہیں۔"[2]

۸۔ "میں مذہب کا پابند ہو کر ان (مہاتما جی) کی عظمت کرتا ہوں۔"[3]

۹۔ "فقیر نان کا پریشن کے مسئلے میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے۔ ان کو اپنا راہ نما بنا لیا ہے — جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں — میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی[4]

۱۰۔ "ملکی فوائد جس قدر ہیں سب میں ہندوؤں کو مقدم کروں گا۔"[5]

۱۱۔ "گاندھی صاحب میرا مکان لینا چاہیں تو ان کو وہ بخوشی دے دوں گا۔"[6]

۱۲۔ "آپ کا (گاندھی) استقلال ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایک یادگار ہے۔ اگر خدا چاہیگا تو گلئے آئندہ قربان نہ کی جائے گی۔ خدا اس اتحاد مقصد کو کامیاب کرے۔"[7]

۱۳۔ "میں آئندہ گلئے کی قربانی نہیں دوں گا اور میری یہ خواہش ہے کہ عامۃ المسلمین میرا اتباع کریں۔"[8]

۱۔ ایضاً ، ص ۳۹
۲۔ ایضاً ، ص ۴۰
۳۔ ایضاً ، ص ۴۰
۴۔ ایضاً ، ص ۴۱
۵۔ ایضاً ، ص ۴۶
۶۔ ایضاً ، ص ۴۶
۷۔ ایضاً ، ص ۵۰
۸۔ ایضاً ، ص ۵۰

اخلاصِ امام احمد رضا

بملاحظہ گرامی مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرم الاکرم تعالیٰ وتکرم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نامی نامہ تشریف لایا۔ "ان شاء اللہ العزیز" آپ اس فقیر کو ان بندگانِ خدا میں پائیں گے کہ "لا یحبون الا اللہ ولا یبغضون الا اللہ" اب میرے قلب میں وقعت سامی بحمدہ تعالیٰ پہلے سے بھی زائد ہے میرا قلب صاف ہے، امید کہ قلبِ گرامی بھی ایسا ہی صاف ہو۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز ۔

مولانا! میں چراغِ سحر ہوں، میں یہ چاہتا ہوں، اگر آپ بھی چاہیں ——— نہیں نہیں ——— بلکہ وہ چاہے جس کا چاہنا، چاہنا ہے کہ آپ میں، مجھ میں کوئی وجہ خلاف باقی نہ رہے، میں آپ کی طرف سے سلیم الصدر جاؤں ——— میں جو رطب و یابس خیال میں ہوگا، عرض کروں گا، محض دوستانہ، خالص مخلصانہ ——— آپ سے گزارش کرتا رہونگا اور امید کہ آپ ایسے ہی خلوص و اخلاص سے جو قابلِ تسلیم ہو، تسلیم فرماتے رہیں ——— ——— جس سے جواب ہو، جواب بتاتے رہیں اور مجھ پر حقِ محبت اور حقِ انصاف کے لیے لازم ہے کہ جو قابل قبول ہو، قبول کروں اور ویسا ہی مخلصانہ جواب دوں، یہانتک کہ باذنہٖ تعالیٰ تمام حجاب مرتفع ہو جائیں اور میں اور آپ بیشتر سے بیشتر یک جان و یک دل و یک زبان

ہو کر حمایتِ دین و نکایت مفسدین، باذنہٖ تعالیٰ بجا لائیں ——————— اللہ اللہ!
وہ ساعت کیسی مبارک ساعت ہوگی! وماذٰلک علی اللہ بعزیز۔ ان ذٰلک علی اللہ یسیر۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔

فقیر احمد رضا قادری

(مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی، محررہ ۱۹ ر رمضان المبارک
۱۳۳۹ھ از بریلی، بحوالہ الطاری الداری، جلد دوم، صفحہ ۱۴، ۱۳، ۱۵)

توبہ و شکست توبہ

امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو مندرجہ بالا کلمات کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے توبہ کے لیے امام احمد رضا کی طرف رجوع کیا، امام احمد رضا نے ان کو لکھا :

"اس فتنۂ ہائلہ میں لغزشیں یا دانستہ لرزشیں بہتیروں سے ہوئیں اور میں مگر میں اپنے قلبی تعلق سے مجبور ہوں ۔ جو قلق آپ اور مولوی ریاست علی خاں صاحب کی نسبت سے تھا، کسی کے لیے نہیں، مولیٰ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے آپ کی طرف سے اطمینان کا سامان پیدا فرمایا، وہی اس کی تکمیل پر بھی قادر ہے ۔ پھر آپ کے ذریعے سے "ان شاء اللہ تعالیٰ" مولوی ریاست علی خاں صاحب بھی "ایاب الی الصواب" فرمائیں گے اور مجھے حزن دوستانہ کی قید سے بالذنہ تعالیٰ نجات ہو کر اس آیت کریمہ کی تلاوت کا موقع ملے گا ۔ وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن الخ [1]

مولانا عبدالباری نے امام احمد رضا کو لکھا تھا :

جو کلمات یا افعال کفریہ مجھ سے جناب کے نزدیک سرزد ہوئے ان کو جناب تحریر فرماویں، ان سب میں جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں اس

---

[1] مکتوب محررہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء بحوالہ الطاری الداری حصہ دوم صفحہ ۱۴، ۱۵

طریق سے میں توبہ کرکے طبع کرادوں ۔" [1]

جیساکہ پیچھے عرض کیا گیا امام احمد رضا نے مختلف تحریریں لکھ کر مولانا عبدالباری کو ارسال کردیں ——— مولانا عبدالباری نے ان تحریروں پر جو دراصل توبہ نامے تھے دستخط نہیں کیے البتہ ایک عمومی توبہ نامہ شائع کرادیا ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :

اے اللہ میں نے جو امور قولاً و فعلاً و تحریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ہے ، ان سب سے اور ان کی مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور شائخ سے کوئی قدوہ میرے لئے نہیں ہے محض مولوی موصوف صاحب پر اعتماد کرکے توبہ کرتا ہوں [2]

امام احمد رضا نے اس مبہم توبہ نامہ کو کافی نہ سمجھا اور یہ تحریر کیا کہ توبہ کے سلسلے میں جو مختلف مجمل و مفصل تحریریں ارسال کی گئی ہیں ان پر دستخط کیے جائیں ——— مولانا عبدالباری کے نزدیک ان تحریروں میں شامل بعض کلمات کفریہ یا ضلال اور معصیت نہ تھے اس لیے اُنہوں نے دستخط میں تامل کیا جس سے بات بڑھ گئی چنانچہ امام احمد رضا نے ان کو لکھا :-

مکرمی ! اللہ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ توبہ کو الجھاؤ میں نہ ڈالئے ، بیکار باتیں مقصود سے دُور نہ نکالیے ، یہ کب تک ہو گا کہ آپ چند سطریں دوراز کار لکھ کر بھیجیں اور میں ہر بار اس پر دو دو جزء کا رسالہ ارسال کروں ——— میں تمام مقاصد بحمد اللہ تعالیٰ پورے کر چکا ہوں ، اب اتنا ہی ورجہ باقی ہے کہ آپ تمام جواب طلب نمبروں سے مفصل جواب ازراہ انصاف و اتباع صواب دیجئے ، سب توبہ طلب نمبروں سے حسب وعدہ ، حسب عہد ، حسب پیمان ، اللہ سے ڈر کر ، نبی سے ڈر کر ، فوراً ، فوراً توبہ شائع کیجئے ۔ [3]

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری ، حصہ اول ، ص ۴

[2] ایضاً حصہ سوم ، ص ۲۶

[3] ایضاً " ، ص ۲۸ مکتوب محررہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

امام احمد رضا کے اصرار کے باوجود مولانا عبد الباری نے تفصیل توبہ کی طرف توجہ نہ کی جس کی طرف امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

بداماں سلف دستت رسانیست — بیا تقلید ہمچوں من خلف کن
اگر خواہی زنا آزادہ باشی — مخواہ اصرار و توب از ما سلف کن [1]

ترجمہ: تیرا ہاتھ بزرگان سلف کے دامن تک نہیں پہنچ پایا۔ آ! اب ہم جیسے خلف کی پیروی کر۔ اگر تو چاہتا ہے کہ آزاد اور بے قید نہ رہے تو اصرار اور ضد چھوڑ اور ہمارے ہاتھ پر توبہ کر۔

تاچند زحق فرار می باید کرد — یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا پاسخ ہر نمرہ جدا باید داد — یا بر توبہ قرار می باید کرد [2]

ترجمہ: حق سے کب تک فرار ہوتا رہے گا۔ ان دو باتوں میں سے ایک بات کر۔ یا تو نمبروار (ہر اعتراض) کا الگ الگ جواب دو۔ یا توبہ پر راضی ہو جاؤ۔

توبہ برسر منار می باید کرد — ترس از نار دشنار می باید کرد
ہر بیدینے کہ پس رو شرک شد — ہمچوں کس راچار می باید کرد [3]

ترجمہ: توبہ تو اعلانیہ کرنی چاہیئے اور عذاب دوزخ سے ڈرنا چاہیئے۔ بے دین جو مشرک کا پیرو ہو جائے وہ ایسا ہے جس کو ذلیل کر دینا چاہیئے۔

امام احمد رضا نے توبہ پر جتنا زیادہ آمادہ کرنا چاہا، مولانا عبد الباری اُتنا ہی گریز کرتے رہے حتیٰ کہ یہ گریز نفرت میں بدل گیا اور اُنہوں نے امام احمد رضا کے متعلق یہ تحریر اخبار زمانہ میں شائع کرا دی:

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خان: الطاری الداری، ص ۷۸ جلد ۳

[2] ایضاً، ص ۷۸

[3] ایضاً، ص ۷۹

"جو متکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کرنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں بلکہ التکبر مع المتکبر صدقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اعتنا نہیں کرنا نہیں چاہتا ہوں کہ پاس انہوں نے "فلسفہ اجتماع" کے مصنف اور ایک مارہرہ کے صاحبزادے اور خود بدولت کے بارے میں اور مولانا محمود الحسن صاحب و دیگر علمائے دیوبند و گاندھی صاحب اور مرزا محمد تقی صاحب اور مسلم ہندو اتحاد اور قربانی گائے کے بارے میں ایک سوا ایک کفرنامہ ارسال کیا ہے۔

باوجودیکہ میں اپنے خدا سے ہر خطا سے، چاہے میں نے اسکو دیدہ و دانستہ کیا ہو یا خطا سے کیا ہو، توبہ کرتا ہوں، مگر اس پیکر تکبر کے رو برو گردن جھکانے کو بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے بلکہ حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں۔

والسلام

فقیر محمد عبد الباری عفی عنہ

فرنگی محل، لکھنؤ، ۱۷، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ[1]

انتباہ

مولانا عبد الباری کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے پیہم اصرار نے ان کو ناراض کر دیا اس کی اشاعت نے دوسری طرف امام احمد رضا کو خفا کر دیا صورتِ حال زیادہ پیچیدہ ہوگئی۔ امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل اشعار انہیں حالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نیز ان سے ان کے سیاسی نقطۂ نظر کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

اَعَصَبَۃَ النَّوَافِر لَاتَکْفُرِیْ بِالْغَافِر[2]

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ سے دور بھاگنے والی جماعت، رب غفور الرحیم کی ناشکری مت کر۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۲، ۳
[2] ایضاً، ص ۷۷

اِخْشَیٰ جَزَاءَ مَنْ کَفَرْ　　اَللّٰہُ مُخْزِی الْکَافِرِ　ل۱

ترجمہ: کافر کی سزا سے ڈر، کیوں کہ اللہ کافر کو رسوا کرے گا۔

★

اَتَائِبٌ وَخَائِبٌ　　اَمْ خَائِبٌ کَالظَّافِرِ　ل۲

ترجمہ: کیا تم توبہ کرنے والے ہو یا بالکل ناکام رہنے والے۔ کیا ناکام رہنے والا بھی کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟

★

کفرت وقد نفرت فبالھدیٰ صُنْ　ل۳
فؤادک من لظی او فی لظی کُنْ

ترجمہ: تو نے کفر کیا اور حق سے متنفر ہوا، پس اپنے دل کو ہدایت کے ذریعے نارِ جہنم سے بچا، یا جہنم میں ٹھکانا بنا۔

★

وان اللہ موھن کید کافر　　الا فاج الاسلام اوھُنْ　ل۴

ترجمہ: بیشک اللہ کافر کی چال کو کمزور کرنے والا ہے — خبردار! اسلام کی طرف لوٹ آؤ! یا خائب و خاسر ہو۔

★

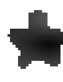
رحمٰن وحبیب او شفیع العاصین　　سہ توبہ نہ بخشند خطایت بیقین　ل۵
پس او شدی آں راانگشت ست لعیر　　رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین

ل۱ ایضاً، ص۷۷
ل۲ ایضاً، ص۷۷
ل۳ ایضاً، ص۷۷
ل۴ ایضاً، ص ۷۷
ل۵ ایضاً، ص ۹۳

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جو گنہگاروں کے شفیع ہیں، تیری خطا بغیر توبہ کئے نہ بخشیں گے۔ تو اس کا پیرو ہو گیا ہے (یعنی گاندھی کا) جس نے عمر بھر کبھی یہ نہ کہا:

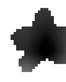
رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین

اے اللہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دے۔"



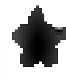
طرزم شدت بمرتدان قاشی ‎ ‎ کفار نہند نام او، فحاشی
گر ذرہ طرز من بجانت تابد! ‎ ‎ از کفر بر آئی و مسلماں باشی ‎[1]

ترجمہ: کھلے مرتدوں کے لیے میری روش میں شدت ہے، کافروں نے جس کا نام فحاشی (غصہ) رکھ دیا ہے۔ اگر میری روش کا ایک شمہ بھی تیری جان کو روشن کر دے تو کفر چھوڑ کر تو مسلمان ہو جائے۔



گفتم صنما توبہ نگہدار بہوش! ‎ ‎ گفتا از توبہ توبہا کردم دوش
گفتم کہ ہدایتے بقرآں گفتم ‎ ‎ گفتا من کے نہم سوئے قرآں گوش ‎[2]

ترجمہ: میں نے کہا پیارے توبہ پر قائم رہ — کہنے لگا کہ میں نے تو کل رات توبہ سے کئی دفعہ توبہ کر لی ہے — میں نے کہا میں تو تجھے قرآن کریم کی ہدایت بتا رہا ہوں، کہنے لگا، میں قرآن کی بات کب سنتا ہوں؟

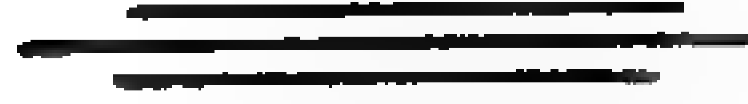


گفتم صنما توبہ شکستن ستم است ‎ ‎ گفتا خود را بہ توبہ بستن ستم ست
اسلام اگر رود، رود، باکے نیست ‎ ‎ از بندگی گاندھی رستن ستم ست ‎[3]

---

[1] ایضاً، ص ۹۳ ‎ [2] ایضاً، ص ۹۷ ‎ [3] ایضاً، ص ۹۷

ترجمہ: میں نے کہا، پیارے! توبہ کر کے توڑنا بڑا ظلم ہے ـــ کہنے لگا توبہ پر قائم رہنا بڑا ظلم ہے ـــ سلام جاتا ہے تو جائے، کوئی فکر نہیں ـــ گاندھی کی غلامی چھوڑنا ظلم ہے۔



مولانا عبدالباری

سے

امام احمد رضا

کی

شکایات

ناموسِ انبیاء

امام احمد رضا کی طرف سے مولانا عبدالباری پر ایک یہ الزام تھا کہ "وہ ان علماء کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں جن کی بعض عبارات سے امام احمد رضا کو اختلاف تھا مگر مولانا عبدالباری ان سے متفق نہ تھے، باہمی مراسلات میں یہ عبارات بھی زیرِ بحث آئیں، مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی کی یہ مشہور عبارت :-

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"[1]

مولوی اشرف علی تھانوی کے کلمات سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اوّل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں ہے اور بالفرض مان بھی لیا جائے تو ایسا علمِ غیب تو ہر کس و ناکس بلکہ ہر بچے، دیوانے، جانوروں اور درندوں کو بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ، معاذ اللہ) ۔۔۔ چنانچہ مولوی محمد مرتضیٰ حسن دیوبندی نے مولوی اشرف علی سے ان کلمات کے بارے میں یہ استفسار کیا :

آپ نے حفظ الایمان میں اسکی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا ہر بچے کو اور پاگل کو بلکہ ہر

[1] اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان (۱۳۱۹ھ) مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی، ص ۷

جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔" [1]

اس کے جواب میں مولوی اشرف علی نے لکھا۔

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔" [2]

لیکن حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے وہی مفہوم مستفاد ہوتا ہے جس کے متعلق مولوی محمد مرتضیٰ حسن دیوبندی نے استفسار کیا۔ امام احمد رضا نے عبارت کے اسی مفہوم پر کفر کا فتوےٰ لگایا۔ یہی حکم خود مولوی اشرف علی نے بھی لگایا ہے۔

خانقاہِ امدادیہ سے کسی بزرگ نے ۱۸ر صفر المظفر ۱۳۴۲ھ/ ۲۴-۱۹۲۳ء کو مولوی اشرف علی کو خط لکھا اور مذکورہ بالا کلمات کو تبدیل کرنے کی درخواست کی۔ مولوی اشرف علی نے خود ان کلمات کی درشتگی، ناشائستگی کو محسوس کیا اور یہ سب کچھ امام احمد رضا کی سخت تنبیہ پر ہوا مگر ترمیم ان کے انتقال کے بعد کی گئی ہے۔ مولوی اشرف علی نے خانقاہ امدادیہ کے خط کے جواب میں اپنے جوابی مکتوب محررہ ۱۸ر صفر المظفر ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء میں مذکورہ بالا حفظ الایمان کی تحریر کو بدل کر اس طرح کر دیا۔

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔" [3]

---

[1] مکتوب مولوی محمد مرتضیٰ حسن بحوالہ بسط البنان مشمولہ حفظ الایمان، ص ۸

[2] مکتوب محررہ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء بحوالہ حفظ الایمان، ص ۹

نوٹ: مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں نے بسط البنان کے جواب میں:

"وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ/ ۱۲-۱۹۱۱ء) تحریر کی۔

مسعود

[3] تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان مشمولہ حفظ الایمان، ص ۱۰

اس ترمیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود مولوی اشرف علی نے اپنے کلمات کی شدت اور گستاخانہ طرزِ اظہار کو محسوس کیا اور ان کے دل نے اس کی گواہی دی۔ مگر یہ ترمیم امام احمد رضا کے انتقال (۱۳۴۰ھ) کے دو سال بعد کی گئی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بات ذاتی اَنا کی تھی۔

بہرکیف امام احمد رضا کے نزدیک مولوی اشرف علی کی سابقہ عبارت کفریہ تھی [1] لیکن مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو اس سلسلے میں ان سے اختلاف تھا چنانچہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں بریلی میں نجی گفتگو میں دونوں کے مابین یہ عبارت زیرِ بحث آئی۔ اس کی تفصیل اس خط سے معلوم ہوتی ہے جو امام احمد رضا نے مولانا عبدالباری کو تحریر کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب ۱۳۳۱ھ میں غریب خانے پر تشریف لائے تھے، تھانوی صاحب کے کفر و ارتداد مشحون کا تذکرہ چلا۔ جناب نے حسبِ عادت حمایت ارتداد فرمائی اور اُس کی عبارت، توہینِ سرکارِ رسالت سے پاک بتائی اس پر یہ عرض کی گئی کہ اگر کوئی آپ کے والد ماجد و جد امجد مغفور کو کہے کہ

---

[1] مسئلہ تکفیر کو مفتیٔ اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے فتاوے مظہری میں بڑی مومنانہ فراست کے ساتھ حل کیا ہے۔ کفریہ عبارات کے سلسلے میں ایک استفسار کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:-

"جو عبارتیں ما بہ النزاع ہیں وہ خاص اُردو کی عام فہم ہیں، پس ان کے معنی سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے اور نہ بریلوی کے فہم کا، بلا کسی رو رعایت کے عام ہندوستانی جو ان عبارات کے معنی بتلائیں، اسی کا اعتبار ہے۔ پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو اس پر عمل لازم ہے۔"

{ فتاوے مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء
صفحہ ۳۷۵ ، فتوے ۲۴۸ }

مسعود

ان کی ذات مقدسہ پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول مردم صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض علم ہے یا کل علم ـــــ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید عمر بلکہ ہر بچے پاگل بلکہ ہر کلب و خنزیر کے لیے بھی حاصل ہے۔ اور تمام علوم مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل و نقل سے ثابت ہے"۔

کیا آپ اسے ان دونوں بزرگوں کی توہین نہ سمجھیں گے؟ ـــــــــ اس وقت تو آپ نے اپنی بات رکھنے اور مرتد کی پچ کے لیے انکار فرما دیا کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں الخ[1]

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

اے ابجد خواں، بجز برائے اب وجد ـ تشبیہ سگ و خوک ہمی داری بد
امّا پئے مصطفےٰ روا داشتیش ـ اُف تُف تُک مردود مباش و مرتد[1]

ترجمہ:۔ اے ابجد خواں! تو آباؤ اجداد کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دینا برا سمجھتا ہے لیکن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز سمجھتا ہے۔

مولوی عبدالباری نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں مولوی اشرف علی کی مدافعت میں یہ تسلیم کیا کہ اگر ان کے والد ماجد و جدامجد کے علوم جزئیہ کو سگ و خوک سے تشبیہ دے دیں تو اس میں دونوں کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلتا ـــــــــ لیکن دل گواہی دے رہا تھا کہ گستاخی کا پہلو نکلتا ہے اپنی بات رکھنے کو اس وقت تو چپ ہو گئے لیکن ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں دونوں کے تعلقات کشیدہ ہوئے تو مولانا عبدالباری نے امام احمد رضا کو یاد دلایا کہ آٹھ سال قبل امام احمد رضا نے ان کے والد اور جدامجد کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی تھی: اس کے جواب میں امام احمد رضا نے لکھا:

اس وقت تو آپ نے اپنی بات رکھنے اور مرتد کی پچ کے لیے انکار فرما دیا

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں، الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۸۰

کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں مگر دل پر ایسی چبھی کہ آج تک یاد ہے ——— مجھے فرماتے ہیں کہ:

"جناب نے میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے روبرو کتے اور خنزیر سے دی۔"

الحمد للہ الحمد للہ! کہ آج آپ نے اس عبارت میں تشبیہ ہونا قبول کیا۔[1]

حقیقت میں یہ ایک المیہ ہے کہ بعض علماء نے ناموس مصطفےٰ کے مقابلے میں اپنی "انا" کو فوقیت دی، گستاخانہ عبارات کی تعبیر تاویل میں عقل و دانائی کو صرف کیا اور اس کو حذف کرنا گوارا نہ کیا گویا وہ بھی کوئی معاذ اللہ! قرآنی آیات یا احادیث تھیں جن کا بدلنا ممکن نہ تھا ——— اس طرح ایسی عبارات نے ملت اسلامیہ میں تفرقہ پیدا کیا، وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور ملت گروہوں میں بٹ گئی۔ کاش ایسا نہ ہوتا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی خاطر ایسی عبارات کو مٹا دیا جاتا کہ وہ مٹانے ہی کے قابل تھیں۔

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۱۲، ۱۳

جواز موسیقی

بقول امام احمد رضا، مولانا عبدالباری نے عورتوں کے لیے موسیقی وراگ وغیرہ کی تعلیم کو جائز قرار دیا، چنانچہ جب ان سے یہ استفتا و لیا گیا:۔

"بیاہی و بن بیاہی عورتوں کو تعلیم دلانا، موسیقی وراگ، قوالی و تعلیم باجہ بجانے از قسم سرود و رباب و دف وغیرہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں" [۱]

تو مولانا عبدالباری نے یہ فتوے دیا:

"تعلیم بقدر ناجائز، ناجائز ہے۔" [۲]

اس پر امام احمد رضا نے یہ تبصرہ فرمایا:

"یعنی بی بیوں، کنواریوں، بیاہیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دلوانی بقدر جائز، جائز ہے ——— زہے علم، زہے حیا و زہے اہمال وزہے اعزا ——— ا" [۳]

مندرجہ ذیل شعر میں مولانا عبدالباری کے اسی فتوے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فتوے است بہ لکھنؤ کہ باید بجیار — تعلیم زن ودخت غنا و مزمار

تا شوہر و باب را کند مستغنی — ایں دولت خانہ از زنان بازار [۴]

[۱] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۶۵

[۲] ایضاً، ص ۶۵ [۳] ایضاً، ص ۶۵ [۴] ایضاً، ص ۸۱

ترجمہ: لکھنؤ میں یہ فتوے دیا جا رہا ہے کہ اہلِ خیر کو بیویوں اور بچوں کو گانے بجانے کی تعلیم دلانی چاہیئے تاکہ دولتِ خانہ ساز خاوند اور باپ کو زنانِ بازاری سے بے نیاز کر دے۔"

دعوئ تجدید

بقول امام احمد رضا، مولانا عبد الباری کی ایک تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو مجدد وقت سمجھتے تھے۔ مرور (ضلع کوئمبتور، علاقہ مدراس) میں مجلس العلماء کے تیسرے اجلاس (منعقدہ مارچ ۱۹۲۱ء) میں تقریر کرتے ہوئے مولانا عبد الباری نے اپنے لیے یہ اظہار خیال کیا :-

"شریعت اسلامیہ کے اہم ترین مسائل کو مسلمانوں اور علماء کے درمیان پیش کر دینا ایک بہت بڑی تجدید ہے جس کی ضرورت تھی۔ خداوند عالم نے اس خدمت میں مجھے ممتاز مرتبہ عطا فرمایا۔ میری وساطت سے دونوں مقصد حاصل ہوئے" [1]

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اس طرف اشارہ کیا ہے :-

؎ عبد الباری خذاری باید کرد	با دیں نہ چنیں ضراری باید کرد
خود را تو مجدد کلاں می خوانی !	باز از دینت فراری باید کرد

ترجمہ : عبد الباری تمہیں (خدا سے) ڈرنا چاہیئے اور دین کو اس طرح نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے ——— تو اپنے آپ کو "مجدد اعظم" کہتا ہے !

تیرے دین سے فرار ہی بہتر ہے۔ [2]

---

[1] الفقیہ (امرتسر)، ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۷۸

مسئلہ تکفیر

امام احمد رضا نے جب اپنے معاصر بعض علماء کے خلاف فتوے کفر لگایا تو مولانا عبد الباری نے اس قسم کے فتووں سے اختلاف کرتے ہوئے مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ، یو۔ پی) کے صاحبزادہ مولانا سیّد محمد میاں علیہ الرحمۃ کو لکھا:۔

"اب میں اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ " لا یبقی من الاسلام الا اسمہ" کا ہے، آپ ہوں یا میں، عبد الماجد یا مولوی احمد رضا خاں صاحب، سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں، صادق المعیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے"۔[1]

ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ قائل کے خیال میں دُنیا میں ایسا کوئی سچا مسلمان نہیں جس کو کافروں سے ممتاز کیا جاسکے۔ مندرجہ ذیل رباعی میں انہیں کلمات کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] مکتوب مولانا عبدالباری نمبر ۲۴ مورخہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ/۲ فروری ۱۹۱۹ء

نوٹ: امام احمد رضا نے اس شعر میں بھی اسی عبارت کے پیشِ نظر مولانا عبدالباری سے یوں خطاب کیا ہے ؎

خود اور تمام امتِ شہ کو کہو کافر
پھر تم کو یہ دعوے ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

(الطاری الداری، حصّہ دوم، ص ۵۶)

(مسعود)

گفت از اسلام نیست باقی جز نام
حکمیست بجملہ ایں از ماں بے عام
سیّد، عالم، فلاں کافر، خودمن
کاذب ہمہ اندر عیار اسلام [1]

ترجمہ: انہوں نے کہا اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ گیا —— ہماری طرف سے سب کے لیے یہ فیصلہ ہے کہ سید ہو، عالم ہو، کافر و مشرک ہو اور یا میں خود ہوں کوئی بھی اسلام کے معیار پر پورا نہیں اُترتا —— سب کھوٹے ہیں۔



[1] محمد مصطفٰی رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۶

مسجد کانپور

امام احمد رضا کے خیال کے مطابق مسجد کان پور کے مسئلے میں مولانا عبدالباری نے جو طرزِ عمل اختیار کیا اس سے اسلامی مفاد کو بھی نقصان پہنچا۔ اسکی تفصیل مختلف مقامات پر ملتی ہے، جناب سید نور محمد قادری نے اپنے مقالے "اعلحضرت کی سیاسی بصیرت" (مشمولہ انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء/ ۱۳۹۶ھ، ص ۴۸۴ - ۴۹۵) میں مسجد کان پور کے واقعہ کا جائزہ لیا ہے ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے:

"امپرومنٹ ٹرسٹ، کانپور نے فروری ۱۹۱۳ء میں شہر کی سڑک کشادہ کرنے کے لئے مچھلی بازار، کانپور کی جامع مسجد کے مشرقی حصے کو لینے کا فیصلہ کیا جس پر مسجد کے غسل خانے بنے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے اس فیصلے کی شدید مزاحمت کی اور حکومتِ وقت سے ٹکر لی اور بے شمار مسلمان شہید ہوئے آخرکار ۱۴ راکتوبر ۱۹۱۳ء کو مولانا عبدالباری، راجہ صاحب محمود آباد اور سر علی امام نے مسلمانوں کی طرف سے چند شرائط پر وائسرائے ہند سے صلح کرلی جن میں ایک شرط یہ تھی کہ چونکہ مسجد زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لیے جس قدر غسل خانے واقع تھے وہ بدستور بنا دیے جائیں گے لیکن نیچے زمین پر فٹ پاتھ بنا دی جائے گی تاکہ راہرو گزر سکیں ——— چونکہ یہ شرط اسلامی اصولِ فقہ "وقف بالعوض یا بلاعوض قابلِ انتقال نہیں" کے خلاف تھی اسلئے دردمند علماء اور مسلمانوں نے مولانا عبدالباری کے خلاف شدید ردِ عمل کا اظہار کیا، امام احمد رضا

کی "ابانۃ المتواری" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔[1]

"داغ المحیر" میں بھی الزامی طور پر یہ عبارت ملتی ہے:۔

"حادثہ کان پور کے متعلق جو آپ نے طعنہ دیا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہماری طرف سے اس پر اظہار ناراضی نہ ہوا جب آپ کے فرنگی محلی صاحب (مولانا عبد الباری) نے نصاریٰ کے ہاتھ مسجد بیچ ڈالی اور اس پر مجلس مؤید الاسلام کا نہایت مسرت کا جلسہ منعقد کیا ـــــــ مسلمانوں کو اس ناپاک فیصلے پر اطمینان اور دلجمعی دلائی اور سنایا گیا کہ ملتن کے گلے میں سونے کا ہار پہنایا گیا تو حضور پر نور سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ دامت برکاتہم العالیۃ القدسیہ نے "ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری" اور حضرت استاذی الاعظم مولانا ابو العلاء حکیم مولوی حاجی محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی ظلہم العالی نے

"قامع الواہیات من جامع الجزئیات"

تحریر فرمایا۔[2]

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

خود مسجد کان پور پامال نمود

بہر حبیب وحائفش وذبال وعنود

خود کردہ فضائح بسر ہادی بست

ایں سوختہ آذرم براہلیں فرسود[3]

---

[1] انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۸۶-۸۵

[2] سلامی خطوط بنام مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی، مطبع تہذیب، بدایوں ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء بحوالۂ داغ المحیر مطبوعہ بریلی، ص ۱۵
نیز ملاحظہ ہو اخبار مشرق (گورکھپور)، شمارہ ۱۳ / جنوری ۱۹۲۱ء

[3] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۱۰۱

مولانا عبدالباری کا تعلق اگرچہ مسلک اہل سنت وجماعت سے تھا مگر امام احمد رضا کے خیال کے مطابق ان کے بعض دینی سیاسی اور فقہی فیصلے مسلک اہل سنت کے مطابق نہ تھے اسی لیے امام احمد رضا نے ایک رباعی میں اس پر اظہار افسوس کیا ہے کہ مولانا عبدالباری سلف کرام کی روش سے گریزاں ہیں۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا نے مولانا ارشاد حسین رام پوری علیہ الرحمۃ کا ذکر کیا ہے جو اہل سنت کے جلیل القدر عالم تھے۔ ایک رباعی میں امام احمد رضا لکھتے ہیں :۔

ارشاد حسین صاحب رشد و رشاد
نے مبطل حق بود نہ باطل ایجاد
اینان کہ بہر امر بعکس او یند
داغ دامان و ننگ نام ارشاد [1]

ترجمہ : مولوی ارشاد حسین تو صاحب رشد وہدایت تھے ـــــ انہوں نے نہ کبھی حق کو جھٹلایا اور نہ کبھی باطل کو اپنی طرف گھڑا ـــــ مگر یہ لوگ تو ہر بات میں اس کا الٹ ہیں یہ لوگ مولوی ارشاد حسین کے نام کو بٹہ لگا رہے ہیں۔"

---

[1] مولوی ارشاد حسین رام پوری ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے رام پور و لکھنؤ سے علوم معقول و منقول حاصل کیے۔ دہلی جا کر شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت ہوئے پھر جب شاہ صاحب مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تو وہاں ایک سال رہ کر منازل سلوک طے کیے اس کے بعد شاہ صاحب کی ہدایت پر رام پور آ گئے۔ نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳-۴ء میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے تلامذہ میں سید دیدار علی شاہ، شاہ سلامت اللہ رامپوری، ملا ظہور الحسن رام پوری، مولانا عبدالغفار رامپوری، شاہ عنایت اللہ رامپوری اور شبلی نعمانی وغیرہ قابل ذکر ہیں ـــ امام احمد رضا آپ کے علم و فضل اور زہد و تقوے کے معترف تھے۔

(محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء، ص ۲۴-۲۵ ملخصاً)

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳ ص ۸۸

مولانا عبدالباری اور مسٹر گاندھی

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی کے مصلحت اندیشانہ حسن خلق سے متأثر ہو کر جو اُن سے دوستانہ ربط و ضبط بڑھایا[1]، اسلامی نقطہ نظر سے امام احمد رضا نے اس پر سخت تنقید کی اور ان کو بار بار متنبہ کیا ——— امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اسی پس منظر میں کہی ہے :-

گاندھی چو مہاتمائے ناکس باشد
روح آتش و ناکس تن چوں خس باشد
قرآن ز مود مشرکا نند نجس
چوں رُوح ایں ست تن خود انجس باشد [2]

---

[2] ایضاً ، ص ۹۱

[1] ایک بزرگ نے فرمایا کہ تحریک خلافت اور تحریک ترکِ موالات کے زمانے میں یہ شعر زبان زد ہر خاص و عام تھا ؎

باری میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

مسلمانانِ ہند میں گاندھی کی شخصیت آخر تک مابہ النزاع رہی ، بعض لوگ ان کو مسلمانوں کا خیر خواہ بلکہ مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ جب ان کو قتل کیا گیا تھا تو اُن لوگوں نے مسٹر گاندھی کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی جو اولیاء کرام کے لیے بھی اسے جائز نہ سمجھتے تھے ، راقم اس کا

ترجمہ :۔ گاندھی جب "مہاتما (روحِ اعظم) ہے تو اس کی روح آگ اور جسم ناکس تنکے کی مانند ہے ——— قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ مشرک نجس ہیں ——— جب اس کی روح ایسی ہے تو جسم تو بہت ہی ناپاک ہوگا۔

مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف کی، ان سے استعانت چاہی، ان کی متابعت میں حد سے گزر گئے اور دل و جان سے ان کی تائید و حمایت کر کے ان کے مشن کو بیحد قوت بخشی ——— امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں ان سب امور پر بے لاگ تنقید کی ہے اور حمیتِ اسلامی اور غیرتِ ملی کا وہ سبق دیا ہے جس نے آگے چل کر نظریۂ پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔

گاندھی کی تعریف و توصیف

تحریک ترک موالات کے زمانے میں مسٹر گاندھی کا ستارہ عروج پر تھا، ہندوؤں کے علاوہ بکثرت مسلمانوں نے ان کو امام و پیشوا بنایا تھا حتیٰ کہ دیہات میں ان کی امامت کا غلغلہ بپا ہوگیا ——— مولوی محمد فضل قدیر مظفر ندوی نے یہ اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے:

"پورب کے دیہات میں یہ افواہ پھیلی کہ گاندھی جی ہی امام آخر الزماں اور نعوذ باللہ امام مہدی ہیں چنانچہ دیہاتی مسلمان مجھ سے سوال کرتے تھے،" مولبی صاحب

بقیہ حاشیہ: عینی شاہد ہے ——— اور بعض لوگ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کا مہذب دشمن سمجھتے تھے، مندرجہ ذیل قطعہ اسی خیال کا ترجمان ہے۔

تھا قوم کی خاطر تیرا ہر ایک چلن
افسوس نہ سمجھے تجھے یارانِ وطن
کچھ پھول سمادھی پہ تری لایا ہوں
اے قوم مسلمان کے مہذب دشمن

ناز بریلوی

"مہاتما گاندھی امام مہدی ہے؟ ——— میں جواب دیتا،" ارے وہ تو کافر ہے، خبردار جو کسی نے اس کے بارے میں ایسا عقیدہ اختیار کیا۔"[1]

مولوی عبدالباری نے مسٹر گاندھی کو اپنا رہنما اور پیشوا قرار دیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اُنھوں نے مسٹر گاندھی کو مہاتما[2] (روحِ اعظم) اور عظیم الہند جیسے القابات سے نوازا، چناں چہ امام احمد رضا کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ایک خط کل آیا مگر عظیم الہند گاندھی جی اور مولانا محمد علی صاحب کل میرے یہاں تھے اس واسطے جواب کی جانب التفات نہ ہوا۔"[3]

امام احمد رضا، مولانا عبدالباری کے اس قسم کے القاب و آداب پر گرفت کرتے ہوئے اس رباعی میں تنقید کرتے ہیں۔ ـــ

یارب کرچہ کردہ است فسون دمِ گاندھی
لیڈرپس رو، امام اقدم گاندھی
درخطبہ و خط گفت فرنگی محلی
ہادی گاندھی و رُوحِ اعظم گاندھی[4]

ترجمہ: اے خدا! گاندھی نے کیا افسوں پھونکا ہے کہ مسلمان لیڈر اس کے پیچھے پیچھے جارہے ہیں اور وہ پیشوا بنا ہوا ہے۔ فرنگی محلی نے اپنے خط اور خطبے میں گاندھی کو ہادی (ہدایت دینے والا) اور "مہاتما" (روحِ اعظم) کہا ہے۔"

اسی زمانہ میں بعض مسلمان رہنماؤں نے مشترکہ طور پر اخبار "ہمدم" (لکھنؤ) میں یہ اعلان چھپوایا تھا:۔

"ہم نے نہایت وفاداری سے سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) شمارہ نومبر ۱۹۷۷ء، مضمون مقبول جہانگیر، مدیر مسئول، صفحہ ۲۰ (انٹرویو:۔ مولوی محمد فضل قدیر ظفر ندوی) [2] الطاری الداری: حصہ اول: ص ۴۲، ۴۴
[3] الطاری الداری، حصہ سوم، صفحہ ۴۴ مکتوب محررہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء [4] ایضاً ص ۹۰

شخص یعنی مہاتما گاندھی کی واحد مطلق العنان حکومت تسلیم کرلی ہے۔" [1]

۱۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی جس میں ہندو بھی شریک تھے۔ اس موقع پر مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ مسٹر گاندھی کے اخلاق اور گفتگو سے اس قدر متاثر ہو چکا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی ترک کر دی [2]۔"

مولانا عبدالباری کی مسٹر گاندھی سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر انہوں نے (بقول امام احمد رضا) یہاں تک فرمایا:

"گاندھی صاحب میرا مکان لینا چاہئیں تو ان کو وہ بخوشی دے دوں گا۔" [3]

خلافت کمیٹی میں یہ خیال بھی عام ہو گیا ہے کہ جو مسٹر گاندھی کی فرماں برداری کا دم نہیں بھرتا اُسے خلافت سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے ——— اس قسم کے خیالات پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا، اس رباعی میں اظہار خیال فرماتے ہیں:-

گفتند چہ دیں اگر کمیٹی نہ بود | پامالش کن چو سر کمیٹی نہ بود
اسلام کہ بے بندگی گاندھی ماست | ہرگز مقبول در کمیٹی نہ بود [4]

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اگر خلافت کمیٹی میں شریک نہ ہوئے تو پھر دین ہی کیا؟
بے شک اسے پامال کر دو (معاذ اللہ)
تمہارا وہ اسلام جو گاندھی کی غلامی کے بغیر ہو گا خلافت کمیٹی میں ہرگز قبول نہ ہوگا۔

---

[1] اولاد رسول محمد میاں: مفاوضات طیبہ (۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) مطبوعہ سیتاپور، ص ۴۰
بحوالہ مکتوب القاسم محمد اسمٰعیل حسن برکاتی بنام محمد عوض محررہ یکم جمادی الاول ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

[2] سید سلیمان اشرف، النور، مطبوعہ علیگڑھ، ص ۱۱، ۱۲

[3] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اول، ص ۶ [4] ایضاً، ج ۳، ص ۹۹

گاندھی سے استعانت

بقول امام احمد رضا، مولانا عبدالباری نے امور دینیہ میں مسٹر گاندھی سے مدد چاہی، چنانچہ انہوں نے ہندوؤں سے مخاطب ہو کر ایک موقع پر فرمایا :-

" توقع ہے آپ حضرات جس طرح ہم سے ملنے آئے ہیں اسی طرح مساعی اسلامیہ میں معین و مددگار ہوں گے اور سب متحد ہو کر کام کریں گے۔ [1]

امام احمد رضا کو اس استعانت پر سخت اعتراض تھا ــــــ ۲۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ / ۲۸ / ستمبر ۱۹۲۱ء ــــــ کو امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، امام احمد رضا کا مرتب کردہ توبہ نامہ لے کر مولانا عبدالباری کے پاس لکھنؤ گئے ــــ یہ حضرات بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مسٹر گاندھی کو " مہاتما " کہا مولانا عبدالباری اس شخص پر برس پڑے اور فرمایا :-

" یہ لفظ سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے، تم نے گاندھی نہیں کہا جاتا ؟ " [2]

پھر امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

" میں نے گاندھی کے منہ پر کہہ دیا ہے کہ ہم نے تم سے ایسی استعانت کی ہے جیسے کلاب و خنازیر (کتوں سوروں) سے کرتے ہیں، میں نے ایک دفعہ نہیں کئی بار اس سے کہا، اب چاہے وہ کلاب و خنازیر کو نہ سمجھا ہو۔ " [3]

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، حصہ اول، ص ۴۵

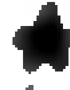
[2] ایضاً، ص ۳

[3] ایضاً، ص ۳

مندرجہ ذیل رباعیات میں امام احمد رضا نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ے عبدالباری ز رعبِ اصحابِ سلوک　　بنگر بچہ کذب بد بر آوردہ کوک!
گفتا "گفتم بر دے گاندھی بمراد　　خواہم دو راز تو چناں کز سگ و خوک

ترجمہ: عبدالباری نے اصحابِ سلوک کے رعب کی وجہ سے کیا جھوٹ گھڑا کہ میں نے گاندھی سے کہا تھا کہ میں نے تم سے اِسی طرح مدد چاہتا ہوں، جیسے کتے اور سور سے۔"



گفتہ، من گفتہ ام خنازیر و کلاب　　گاندھی فہمید یا از و ماند بخواب
این کذب و کدامی مدد از خوک روا ست　　در ساختن کذب غلط کرد و عجاب

ترجمہ: وہ کہتا ہے کہ میں نے تو اسے کلب و خنزیر (کتا اور سور) کہدیا اب گاندھی سمجھے یا نہ سمجھے ـــــ یہ سب جھوٹ ہے کیوں کہ کتے اور سور سے کیسے مدد لی جاسکتی ہے؟
اس نے جھوٹ گھڑنے کے لیے کیسی غلط اور تعجب انگیز بات کہی!

لے محمد مصطفٰے رضا خاں: الطاری الداری، حصہ ۳، ص ۹۴
سلہ ایضاً　　حصہ ۳، ۹۶

گاندھی کی متابعت

مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کی اس شان سے پیروی کی کہ بقول خود وہ عمر عزیز جو درس قرآن وحدیث میں گزری تھی، مسٹر گاندھی کے قدموں پر نثار کر دی ـــــ مولانا عبدالباری نے خواجہ حسن نظامی کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا، اس میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"فقیر نان کا پریشن کے مسئلے میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے، ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں، وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی[1]

امام احمد رضا کی نظر سے جب یہ تحریر گزری تو انہوں نے اس کا سخت نوٹس لیا اور مختلف رباعیات میں مولانا عبدالباری کی اس تحریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی کہ وہ مسٹر گاندھی کی پیروی سے باز آجائیں، ذیل کی رباعیات اس پس منظر میں مطالعہ کی جائیں :۔

---

[1] خواجہ حسن نظامی: "مہاتما گاندھی کا فیصلہ"، مطبوعہ دہلی، صفحہ ۱۷ (مکتوب مولانا عبدالباری بنام خواجہ حسن نظامی)

(نوٹ) مسلمانوں کے اس جاں نثارانہ طرز عمل نے ہندوؤں کو اتنا جری کر دیا تھا کہ ستمبر ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا کانگرس کے اجلاس میں سردار پٹیل نے کہا :

"جو مسلمان کانگرس میں شریک ہیں، وہ مسلمان ہیں کب ؟"

(انقلاب (بمبئی) ۲۷ ستمبر ۱۹۴۵ء)

★

خواہد دینے خبیث ، عبدالباری
وارد طلبش حثیث ، عبدالباری
کردست نثار بت پرستی بخوشی!
عمرے کہ بہ قرآن و حدیث ، عبدالباری [1]

ترجمہ : عبدالباری ایک ناپاک دین کے پیچھے پڑا ہے اور اس کی شدید طلب رکھتا ہے۔
اُس نے اُس عمر عزیز کو جو قرآن و حدیث کی تدریس میں گزاری خوشی خوشی ایک بت پرست پر نثار کر دی۔

★

گاندھیت امام و رہبر و فرماندہ
تو بندہ و پس رو و بر نامش جاندہ
ایمان بفدا کردی و نامش ماندی
تا پا بہ ہنود نارسیدی ، آں دہ [2]

ترجمہ : گاندھی تیرا امام ہے ، رہبر ہے اور حاکم ہے — تو اس کا غلام ہے ، پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور اس کے نام پر جان دے رہا ہے — تو نے ایمان تو پہلے ہی نثار کر دیا ہے بس نام ہی نام رہ گیا ہے ، ابھی اس کی باری نہیں آئی مگر یہ بھی نثار کر دے ۔

★

یاد آیا ہے کہ حق مسلمانت کرد
چندے بدر حدیث و قرآنت کرد
ایں جملہ نثار بت پرستی کردی
زیں گونہ شقی کدام شیطانت کرد [3]

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری : ج ۳ ، ص ۸۰ [2] ایضاً ، ص ۹۱ [3] ایضاً ، ص ۹۳

ترجمہ : کیسے مبارک دن تھے کہ جب اللہ نے تجھ کو مسلمان بنایا اور تجھے اتنے عرصے قرآن وحدیث کی خدمت میں رکھا۔ تونے یہ سب کچھ ایک بُت پرست پر نثار کر دیا۔ کس شیطان نے تجھے اتنا بدنصیب بنا دیا؟

★

غضب از پس روی گاندھی آید
رضا را بندہ شو ترکِ صلف کن [1]

ترجمہ: مجھے تو گاندھی کی پیروی پر غصہ آتا ہے ــــ اے رضا کا غلام بن جا اور شیخی چھوڑ ــــ

★

پس رو گشتی و رہنما پس داری
عبدالگاندھی مشو عبدالباری
نقطہ از زیر بہ بالا مفگن
عبدالباری، مباش عبدالناری [2]

ترجمہ : تو گاندھی کا پیرو ہوگیا اور اس کو اپنا رہنما بنالیا۔ اے عبدالباری! عبدالباری (خدا کا بندہ) سے عبدالگاندھی (گاندھی کا بندہ) نہ بن ــــ لفظ "باری" میں "با" کے نقطے کو اوپر نہ لگا ــــ اور عبدالباری سے عبدالناری (دوزخی کا بندہ) نہ بن۔

★

خوشش رخش زبارعاری باید کرد
یک تو تنے آشکارے باید کرد
پشتک دہ و گاندھی زن و گاندھی افگن
مشرک نہ بخود سوارے باید کرد [3]

---

[1] ایضاً، ص ۷۸ [2] ایضاً، ص ۷۹ [3] ایضاً، ص ۷۹

گاندھی کی حمایت وتائید

امام احمد رضا کا یہ خیال تھا کہ مولانا عبد الباری کی حمایت وتائید سے ان کو یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، بلکہ اسکے برعکس سارے فوائد مسٹر گاندھی کو حاصل ہوں گے۔ تاریخی اور سیاسی نقطہ نظر سے اس خیال کی تائید

ت تحریک خلافت

اور تحریک ترک موالات اور [illegible] [illegible] [illegible] ور ہندوؤں کو قوی سے

[illegible]

[illegible] رضا اپنی سیاسی [illegible] اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

از بازوئے تو تقام گاندھی ست
قائم بہ تو انتظام دین گاندھی ست
کردی لقب خویش قیام الدین راست
آخر نہ بہ تو قیام دین گاندھی ست [1]

ترجمہ : تیری قوت بازو سے ہی گاندھی کا سیاسی نظام چل رہا ہے اور تیری ہی وجہ سے دین گاندھی کا انتظام قائم ہے — تونے اپنا لقب قیام الدین (دین کو قائم کرنے والا) قرار دیا ہے — سچ ہے آخر تجھی سے تو دین گاندھی قائم ہے۔ (تو اسی کے دین کو قائم کرنے والا ہے)۔

---

[1] ایضاً، ص ۹۰

نوٹ : مشہور مستشرق ماسینوں نے مسٹر گاندھی کے ساتھ علماء دین کی رفاقت و متابعت سے متأثر ہو کر اس کو "خاتم الاولیاء" لکھ دیا ہے۔ (مسعود)

شخصی بے راہ روی

تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں نہ صرف مولانا عبدالباری بلکہ دوسرے علماء بھی کانگرس کی حمایت اور گاندھی کی پیروی میں پیش پیش تھے۔ اس کے علاوہ بعض علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی کتابوں میں امام احمد رضا کے نزدیک قابلِ اعتراض مواد شائع کیا تھا ـــــ امام احمد رضا نے اس قسم کے علماء کا تعاقب کیا اور اُن پر سخت تنقید کی ـــــ اُنہوں نے اپنے اشعار میں مندرجہ ذیل علماء پر تنقید کی ہے:

۱۔ مولانا محمد علی

۲۔ مولانا شوکت علی

۳۔ مولانا عبدالماجد بدایونی

۴۔ مولانا اسحاق علی

۵۔ ابوالکلام آزاد

۶۔ عبدالماجد دریاآبادی

مولانا شوکت علی

مولانا شوکت علی نے اپنی تقریر میں یہ تعجب خیز کلمات فرمائے:۔

"بھائیو! خدا کی رسّی (رضائے ہنود) کو مضبوط پکڑو، اگر ہم اس کی رسّی کو مضبوط پکڑیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر ہم کو دنیا

ضرور ملے گی۔" ؎۱

ایک دوسری تقریر میں یہ کلمات ارشاد فرمائے:

"زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کر دگے تو خدا کو راضی کر دگے" ؎۲

ان کلمات کا تعقب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

گفتند اگر کنید خوشنود ہنود
گردید خدائے خویشتن را خوشنود
محکم رسن خدائے گیرید کزو
دیں گرچہ رود ز دست دنیا موجود ؎۳

ترجمہ: ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہندوؤں کو خوش کر لو گے تو اپنے خدا کو خوش کر لو گے۔ خدا کی رسی (یعنی رضائے ہنود) کو مضبوط پکڑ لو۔ دین اگر ہاتھ سے چلا بھی گیا (تو کیا ہوا؟) دنیا تو مل جائے گی۔

؎۱ مدینہ اخبار (بجنور)، شمارہ ۲۱ر جنوری ۱۹۲۱ء

؎۲ ایضاً، ص ۴، ک ۳

؎۳ محمد مصطفےٰ رضا خان، الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

نوٹ: مولانا شوکت علی، امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور اس قسم کے تمام غیر شرعی امور سے توبہ کی۔

(حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۳ ملخصاً)

مولانا عبدالماجد بدایونی

مولانا عبدالماجد بدایونی[1] (م ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء) اہل سنت وجماعت کے ممتاز عالم دین تھے۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا، اور تحریک ترک موالات میں مسٹر گاندھی

---

[1] شعلہ بیان خطیب تھے، شاہ محب رسول عبدالقادر بدایونی کے زیرسایہ تربیت پائی، علماء و اطباء عصر سے علوم وفنون کی تحصیل کی، جامعہ شمسیہ (بدایوں) کی توسیع و ترقی کے لیے بھرپور کوشش کی — مسجد کانپور، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات میں حصہ لیا — لاجپت رائے اور شردھانند نے شدھی کی تحریک شروع کی تو اس کی شدید مزاحمت کی اور ملکانوں کو ارتداد سے بچایا —————— مولانا عبدالمقتدر بدایونی کے ساتھ بغداد کا سفر کیا —————— سیاست میں حکیم اجمل خاں، پنڈت نہرو، محمد علی اور مسٹر گاندھی کے ہم سفر رہے، مگر بعد میں کنارہ کش ہو گئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۱ء کو وصال ہوا اور بدایوں میں مدفون ہوئے۔

شکیل احمد بدایونی کے والد جمیل احمد سوختہ نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے۔ ؏

گُل ہوا ہے چراغ دیں آج

۱۳۴۹ھ

(مسعود)

کے ساتھ رہے اور اس حد تک متاثر ہوئے کہ اُس کے لیے "مذکر" اور "مُدبّر" جیسے الفاظ استعمال کئے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

"خدا نے اُن کو تمہارے لیے "مُذکّر" بنا کر بھیجا ہے، قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا "مُدبّر" کر کے بھیجا ہے۔"[1]

امام احمد رضا نے ان الفاظ میں ان کا تعاقب کیا اور سخت تنقید کی، چنانچہ ایک رُباعی میں فرماتے ہیں:۔

گفتہ شما راست "مدبّر" گاندھی
تعلیم کن دینے مطہر گاندھی
مبعوث الہٰ از پے تذکیر شما راست
رحمٰن شدہ مرسل مذکر گاندھی[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ گاندھی تمہارے واسطے "مدبّر" (تدبیر بتلانے والا، رہنمائی کرنے والا) ہے اور پاک کرنے والا، دین کی تعلیم دینے والا گاندھی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالےٰ نے گاندھی کو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے گویا خداوند تعالیٰ بھیجنے والا اور گاندھی ہدایت کرنے والا ہے۔"

ایک اور رُباعی میں کہتے ہیں:۔

"مدبّر" ز خدا شوی "مدبّر" منہش
"مذکر" ز ہوا شوی "مذکر" منہش
مشرک نجس است و مرتد انجس از وے
غبتا شوی مطہر منہش[3]

---

[1] ، نمبر ۲۴۲

[2] الدلائل ، ج ۳ ، ص ۹۲ [3] ایضاً ، ص ۹۲

ترجمہ: مشرک ناپاک ہے اور مرتد اس سے بھی زیادہ ناپاک وہ تو ناپاک سے بھی ناپاک تر ہے اسکو پاک نہ کہو۔

ظفر الملک مولوی اسحاق علی

مولوی اسحاق نے مسٹر گاندھی کی متوقع نبوت و رسالت کے بارے میں یہ اظہار خیال فرمایا:

"اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"[1] (بالفاظ دیگر یہ کہ مسٹر گاندھی بالقوہ نبی ہیں اگرچہ بالفعل نہ سہی)

امام احمد رضا نے اس کا یوں اظہار فرمایا: ؎

بر لیف اگر ختم شجاعت نہ شدے
گرگیں چہ داہل ضیغمیت نہ شدے
گفتند کہ گاندھی ست نبی بالقوہ!
ایں بودے اگر ختم نبوت نہ شدے[2]

ترجمہ: اگر شجاعت اور بہادری شیر پر ختم نہ ہو جاتی (تب بھی) بھیڑیئے کا بچہ شیر جیسا نہ بن سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ گاندھی نبی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو یہ نبی ہوتا۔

---

[1] (ا) اتفاق (دہلی)، ۲۷ / اکتوبر ۱۹۲۰ء
(ب) پیسہ اخبار (لاہور) ۱۸ / نومبر ۱۹۲۰ء
(ج) دبدبۂ سکندری (رام پور) یکم نومبر ۱۹۲۰ء

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

ابوالکلام آزاد

ابوالکلام آزاد نے خطبہ جمعہ میں مسٹر گاندھی کے لیے "مقدس ذات" "ستودہ صفات"[1] القاب استعمال کئے، جس کے عینی شاہد مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی ہیں جو خلافت کمیٹی کے رکن تھے ——— ان القاب و آداب پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں :۔

"دوسرا جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کا لیکچر دیتا ہے۔ اور اس میں خلفائے راشدین، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح "مقدس ذات" "ستودہ صفات" وغیرہ لفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے ——— آج خطبہ میں یہ ہوا کہ کل نماز میں اہدنا الصراط المستقیم کی جگہ "اہدنا الصراط الگاندھی" پڑھیں گے۔ اور کیوں نہ پڑھیں جبکہ جانیں کہ اس "مقدس ذات ستودہ صفات" کو اللہ تعالیٰ نے "مذکر" بنا کر مبعوث فرمایا ہے[2]۔ اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیہم میں تو گاندھی کو تو ضرور داخل مان چکے۔ اللہ جسے "مقدس ذات

---

[1] مشرق، گورکھپور، ش ۱۳؍ جنوری ۱۹۲۱ ء

[2] مولانا عبدالماجد بدایونی نے مسٹر گاندھی کے لیے فرمایا تھا :۔

"خدا نے اُن کو تمہارے لیے "مذکر" بنا کر بھیجا۔"

{ اخبار فتح (دہلی)
۲۵، نمبر ۲۴۲ }

ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے "مذکر" بناکر اس پر انعام الٰہی تام و کامل ہے۔" [1]

امام احمد رضا، ابوالکلام آزاد کے مندرجہ بالا کلمات پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں: ے

دانی کہ چہ کرد ابوالکلام آزاد
آزاد ز دین و شرع و اسلام و رشاد
بستودہ صفات و پاک ذاتش گفتہ
در خطبۂ جمعہ حمد گاندھی بنہاد [1]

ترجمہ: تجھے خبر ہے، کہ ابوالکلام آزاد نے کیا کیا؟ — وہ ابوالکلام جو دین، شریعت اور ہدایت سے آزاد ہے — اس نے جمعہ کے خطبے میں یہ الفاظ کہے "ستودہ صفات" "پاک ذات" —

ایک موقع پر ابوالکلام آزاد نے ہندوؤں کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر کوئی طاقت ہندوستان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ حملہ آور سے مقابلہ کریں بلکہ اگر ایک ہندو قتل ہو جائے تو دس مسلمان اس کے لیے جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔" [2]

امام احمد رضا نے ان کلمات پر شدید ردعمل کا اظہار فرمایا اور اپنی رباعیات میں جو کچھ کہا اگر وہ اس پس منظر میں نہ پڑھا جائے تو نہایت ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے — امام احمد رضا کہتے ہیں:

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں:

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں، طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد مطبوعہ بریلی، صفحہ ۷۸

داني بچہ شُد ابوالکلامت معلّم
گفتا من بہر ہند دوم مُستسلم!
گر بر ہند گزندے آید ز افغاں
بریک ہندو فدا کنم دہ مسلم [1]

ترجمہ: تجھے خبر ہے کہ ابوالکلام نے تجھے کیا پڑھایا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں ہندوؤں کی سلامتی چاہتا ہوں ۔ اگر ہندوستان پر پٹھان حملہ کردیں تو میں ایک ہندو پر دس مسلمان قربان کردونگا ۔

ایک دوسری رباعی میں کہتے ہیں:

آزاد مگر نۂ تو بے شک مشرک
دہ مسلم می دہی بے یک مشرک
ز اسلامت اگر بہرہ بدے می کردی
بر ناخن مسلمے فدا لک مشرک [2]

ترجمہ: اے آزاد کیا تو مشرک نہیں ۔ تو ایک ہندو پر دس مسلمان فدا کر رہا ہے! اگر تو اسلام سے بہرہ ور ہوتا تو مسلمان کے ایک ناخن پر لاکھ مشرک قربان کرتا ۔

ابوالکلام آزاد نے بعض ایسے کلمات کہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے قائل تھے کہ معاذ اللہ! حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا ۔ مثلاً یہ کلمات:

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

[2] ایضاً: ص ۹۵

١ "پلاطوس کے سپاہیوں نے ان کے سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا تاکہ وہ صلیب پر لٹکائے جائیں اور جو لکھا ہے وہ پورا ہو" [1]

٢ "اس مجاہد (عیسیٰ علیہ السلام) نے اپنی عظیم قربانی کر کے تکمیل کر دی" [2]

٣ "ناصرہ کے واعظ (عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنے خون شہادت کی تلاش ہو" [3]

امام احمد رضا نے ان کلمات پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ اس رباعی میں اسی عقیدے کی طرف اشارہ کیا ہے جو مندرجہ بالا اقتباسات میں مذکور ہوئے:

دانی کہ چہ گفت ابوالکلام رخ زرد ⁂ عیسیٰ نہ نبی بود نہ شرعے آورد
بر دار کشیدند و یہودش کشتند ! ⁂ بنگر کہ بحرف حرف قرآں رو کرد [1]

ترجمہ: "تمہیں معلوم ہے کہ ابوالکلام زرد رو نے کیا کہا؟ — اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ نبی تھے اور نہ وہ کوئی شریعت ہی لائے — یہودیوں نے ان کو سولی پہ چڑھا کر مار دیا، دیکھو دیکھو ابوالکلام نے قرآن کے ایک ایک حرف کو جھٹلایا ہے۔"

---

[1] محمد امجد علی اعظمی: اتمام حجت (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) بحوالہ دوامغ الحمیر، ص ۱۴-۱۵

[2] محمد مصطفیٰ رضا خان: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱، ۹۲

مولانا عبد الماجد دریا آبادی

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کا ابتدائی دور بقول خود کفر و الحاد میں گزرا۔ [1] اسی زمانے میں ان کی کتاب "فلسفۂ اجتماع" (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۵ء) شائع ہوئی جس میں امام احمد رضا کے نزدیک مندرجہ ذیل خیالات کافرانہ اور ملحدانہ تھے:۔

"بیت اللحم میں ایک مجہول النسب بچہ پیدا ہوتا ہے (عیسیٰ علیہ السلام) جس کی والدہ کی عصمت کو اس کے اہل وطن مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں۔" [2]

توحید کے بعد کسی کو رسول ماننے کی کیا حاجت ہے۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں بڑھا کر اپنے پیروؤں کی آزادی پامال کی۔" [4]

قرآن اپنے دعویٰ توحید پر قائم نہ رہا متکلم رسول کا اس میں ایک حرف بھی نہ ہونا چاہیئے تھا۔" [5]

---

[1] انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۴۸۳

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۶۹

[3] ایضاً، ص ۵۳ (بحوالہ استفتاء محمد ابوالحسن ہیڈ مولوی، میرٹھ محررہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۹ء)

[4] ایضاً، ص ۵۳ (بحوالہ مذکور) [5] ایضاً، جلد اول، ص ۲۹

نوٹ: علماء فرنگی محل میں مولانا عبد الباری، مولانا عبد القادر اور مولانا محمد ایوب نے ایسے کلمات کے قائل کو مرتد اور گردن زدنی قرار دیا۔ (الطاری الداری، ج ۲، ص ۵۳)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے مولانا عبدالماجد اوران کے خاندان سے دیرینہ تعلقات تھے اسلئے[1] امام احمد رضا نے اقوالِ کفریہ کی طرف ان کو متوجہ کیا[1] مگر انہوں نے تحریر فرمایا :۔

"میں نے ان سے کوئی تعلق منافی اسلام نہ دیکھا اور نہ سُنا ان کے عقد میں شرکت کی، ان سے وہی برتاؤ کیا جو اپنے بھائیوں سے ہونا چاہیئے۔"[2]

پھر بھی احتیاطاً نواب حیدرآباد کو تار بھیجدیا جہاں دارالترجمہ میں مولانا عبدالماجد کام کر رہے تھے۔

"اعلیٰحضرت حضور نظام کو میں نے تار دیا جس کا اصل مقصد احتیاط تھی تاکہ یونیورسٹی اور دارالترجمہ میں دہریت کا اثر نہ ہو۔"[3]

پھر جب مولانا عبدالماجد سے مولانا عبدالباری کی ملاقات ہوئی اور کلماتِ کفریہ کے متعلق ان سے استفسار کیا تو انہوں نے کلمات کی واوات سے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ اس پر امام احمد رضا کو مولانا عبدالباری نے لکھا :۔

"عبدالماجد کے فلسفۂ اجتماع کو نہ میں نے دیکھا، نہ دیکھنے کا ارادہ، عبدالماجد نے جو ملزمات کفریات ان کی طرف منسوب تھیں، میرے روبرو اپنی برأت کا اظہار کیا، مجھے اس سے زیادہ تحقیق کی اور کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔"[4]

---

[2] محمد مصطفیٰ رضاخاں : الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۳۶

[3] ایضاً، ص ۳۷ [4] ایضاً، ص ۳۹

[1] امام احمد رضا نے مولوی محمد حسن (ساکن میرٹھ) کے نام اپنے خطوط میں بھی ان کلمات کی کی طرف متوجہ کیا ہے۔ (انوارِ رضا، ص ۶۸۵ تا ۶۸۶) ایک خط (محررہ ۶/ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۲۱ء) میں مولوی محمد حسین کو لکھا ہے کہ وہ اس مسئلے پر علمائے فرنگی محل مولانا عین القضاۃ (م ۱۹۲۵ء) اور مولانا عبدالهادی وغیرہ سے فتوے لیں۔ مسعود

اخبار ہمدم (لکھنؤ) ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء، میں مولانا عبدالباری کا یہ بیان شائع ہوا:
"میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی امر کفر کا مولوی عبدالماجد کے متعلق
ثابت نہ ہوا۔ عبدالماجد کے کفر کا میں قائل نہیں ـــــ
مگر لطف یہ ہے کہ خود مولانا عبدالماجد اپنے کفر و الحاد کے قائل ہیں، تفصیل
آگے آتی ہے ـــــ مندرجہ ذیل رباعی میں انہیں حقائق کی طرف اشارہ
ہے جو اوپر گزر چکے :-

عبدالماجد کہ داد صدہا دشنام
رب و قرآن و مصطفیٰ را چو لئام
ایں گفت کہ ہرگز نہ نمودم تحقیق
در قول اخی نیست سوائے اسلام [۱]

ترجمہ: عبدالماجد (دریا آبادی) جس نے لیئموں کی طرح خداوند تعالیٰ، قرآن کریم
اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکڑوں گالیاں دی ہیں اس کے بارے
میں عبدالباری (فرنگی محلی) نے یہ کہا کہ مجھے تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں، میرے
بھائی (عبدالماجد دریا آبادی) کے قول میں سلام کے سوا کچھ نہیں"

عبدالماجد دریا آبادی فلسفہ و نفسیات کے ممتاز طالب علم تھے ان کی پہلی تصنیف
The Psychology of Leadership
۱۹۲۱ء میں T. FISHER نے شائع کی۔ اس میں انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا
کے دوسرے لیڈروں اور ریفارمروں کی فہرست میں شمار کیا تھا۔ مولانا محمد علی نے اس انداز
پر گرفت کرتے ہوئے لکھا :-

"میں رسالت کے صحیح مقام سے واقف ہوں، رہنمائیت اور رسالت

۱۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۶

کی بنیاد ہی مختلف ہے"۔ ۱ے

اس سے قبل ۱۹۱۳ء میں ایک کتاب فلسفۂ جذبات لکھی اور پھر فلسفۂ اجتماع (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۵ء) مؤخر الذکر کے متعلق وہ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

دوسری کتاب ہر اعتبار سے لغو فلسفہ اجتماع لکھ ڈالی جس کا ایک ایک صفحہ الحاد سے داغدار، اس کی اشاعت و فروخت مدت دراز ہوئی بند کر چکا ہوں"۔ ۲ے

بقول خود، مولانا عبدالماجد پر مندرجہ ذیل کتابوں نے اثر کیا :۔

1 - ELEMENT OF SOCIAL SCIENCE

2 - INTERNATIONAL LIBRARY OF FAMOUS LITERATURE.

ان کتابوں کے علاوہ ریشنلسٹ ایسوسی ایشن (انجمن عقلیین) کی مطبوعات پڑھ کر رہی سہی کسر پوری ہوگئی اور نوبت یہاں بجا رسید کہ ۱۹۱۰ء میں انٹرمیڈیٹ کے داخلہ فارم پر مذہب کے خانے میں "اسلام" کے بجائے "ریشنلزم" (عقلیت) تحریر فرمایا اور پھر بقول خود :۔

رفتہ رفتہ ذاتِ رسالت سے ایک طرح کا بغض عناد پیدا ہوگیا تھا۔ (معاذ اللہ)

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے مولانا عبدالماجد کو کفر و الحاد کے دلدل سے نکالا، ممکن ہے مولانا ابوالکلام آزاد پر جب بقول خود (غبار خاطر، ص ۹۲-۹۵) دورِ الحاد آیا تو امام احمد رضا کی تنقیدات نے ان کو بھی راہ دکھائی ہو ۔۔۔ ہم واقعات کا ذکر کرتے ہیں اور اسباب کو فراموش کر دیتے ہیں اور بسا اوقات اگر اسباب ہماری منشا کے مطابق نہیں تو اسباب کے ساتھ ساتھ واقعات کو بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ نہ واقعہ یاد رہے گا

۱ے انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶۸۳ (بحوالہ مضمون پروفیسر محمد ایوب قادری "فاضل بریلوی کے تین غیر مطبوعہ خطوط") ۲ے انوار رضا، ص ۶۸۳ بحوالہ نقوش (آپ بیتی) لاہور
۳ے انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶۸۴ (نوٹ) ابوالکلام آزاد بھی تشکیک و
بقیہ ص

اور نہ اسباب کی تلاش ہوگی ـــــــــــــــ یہ بات مؤرخانہ دیانت کے خلاف ہے ہم نے صرف یہ یاد رکھا کہ امام احمد رضا نے فلاں کو کافر کہا، فلاں کو مشرک، اور فلاں کو ملحد اور یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ ایک دیوانہ تھا جس کا اس کے سوا کوئی کام نہ تھا ـــــــــــ یہ نہ دیکھا کہ جس کو کافر و مشرک و ملحد کہا گیا ہے اس نے کیا کہا اور کیا کیا؟ حالاں کہ جس کو کافر و ملحد کہا گیا ہے جب وہ خود اپنے گریباں میں منہ ڈالتا ہے تو خود کو ملحد پاتا ہے ـــ اس اعتراف کے باوجود علمی حلقوں میں اب تک وہی مجرم ہے جس نے جرم نہیں کیا ـــــــــــــ

یہ اندازِ فکر نہایت غیر مؤرخانہ اور غیر معقول ہے کم از کم پڑھے لکھے انسان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ حقائق کو جانے بغیر غلط فہمیوں کا نہ صرف یہ کہ شکار ہو جائے بلکہ مبلّغ بھی بن جائے ـــــ اس اندازِ فکر کی اصلاح ہونی چاہیئے۔

(بقیہ حاشیہ صہ) الحاد کی انہیں راہوں سے گزرے تھے، جس کی تفصیل انہوں نے اپنے مکتوب محررہ ۱۱ راگست ۱۹۱۲ء میں تحریر فرمائی ہے۔

(غبار خاطر، مطبوعہ لاہور، ص ۹۲ - ۹۵)

ملی بے راہ روی

افراد کی بے راہ روی کا حال اوپر گزرا، لیکن وہ دور ابتلاء ایسا تھا کہ پوری ملت بے راہ ہو رہی تھی ــــــ نئے مذہب کی ایجاد کی تدبیریں سوچی جا رہی تھی، پریاگ سنگم کو مقدس سمجھا جا رہا تھا، ہندو مسلم جگری بھائی بھائی ہو رہے تھے، پیشانیوں پر قشقہ لگا جا رہا تھا، ترکی ٹوپی اور عمامے اُتار اُتار کر گاندھی کیپ اوڑھی جا رہی تھی، ہندوؤں کی ارتھی میں شرکت کی جا رہی تھی اور اس کو کندھا دیا جا رہا تھا، ہندوؤں کے لیے مسجدوں میں تعزیتی جلسے اور فاتحہ خوانی کی محفلیں منعقد ہو رہی تھیں، منبر رسول پر ہندو لیڈروں سے تقریریں کرائی جا رہی تھیں، ہندو کی محبت کی خاطر پاک و ہند میں گائے کی قربانی پر پابندی لگانے کی تدبیریں سوچی جا رہی تھیں، الغرض وہ کچھ ہو رہا تھا آج جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگر تاریخی حقائق و شواہد معدوم ہو جاتے تو ان باتوں کو دیوانوں کی باتیں کہہ کر رد کر دیا جاتا ــــــ امام احمد رضا نے نہ صرف بے راہ افراد کی گرفت کی بلکہ گم کردہ راہ ملت کے ہر قول و عمل کی نگرانی کی اور اس کو صراطِ مستقیم دکھایا ــــــ امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں مندرجہ بالا حقائق کی طرف اشارے کئے ہیں۔ ہم ایک ایک کر کے ان تاریخی حقائق کو پیش کرتے ہیں :-

جدید مذہب

ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ ساتھ ایک نئے مذہب کی بات کی جانے لگی جس طرح دورِ اکبری میں دین الہٰی کی بات کی جا رہی تھی —— اس مذہبِ نو کا اشارہ جلسۂ خلافت کمیٹی (منعقدہ الہ آباد، ۲ رجون ۱۹۲۰ء) کی رپورٹ سے ملتا ہے جو مولانا شوکت علی نے تیار کی۔ اخبار ہمدم (لکھنؤ) میں یہ رپورٹ شائع ہوئی۔ یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

"الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بناتا ہے۔" [۱]

مندرجہ ذیل رباعیات میں امام احمد رضا نے انہیں تلخ حقائق کا ذکر کیا ہے:-

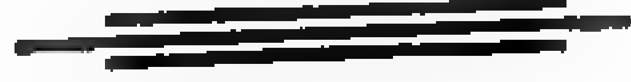
گفتند طرح کیش تازہ فگنیم
آتش در فرق کفر و اسلام زنیم
دینے نوی آریم و برنگ کعبہ
تقدیس پئے سنگم و پریاگ کنیم [۲]

---

[۱] ہمدم (لکھنؤ)، ۸ رجون ۱۹۲۰ء

[۲] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

ترجمہ : وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دین کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ ہم کفر و اسلام کے امتیاز کو نذرِ آتش کر دیں گے۔ ہم نیا دین لا رہے ہیں اور کعبہ کی طرح پریاگ و سنگم کی تقدیس کریں گے۔"



۳؎ الٰہ آباد کے نزدیک وہ مقام جہاں دریائے گنگا و جمنا ملتے ہیں اور ہندو اس جگہ کو متبرک و مقدس سمجھتے ہیں۔ ہر بارہ سال کے بعد وہاں زبردست میلہ لگتا ہے جس کو کنبھ کا میلہ کہا جاتا ہے۔ مسعود

ہندو مسلم اتحاد

تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ اور یہاں تک کہا گیا :-

"میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی بھائی ہو گئے ہیں اور یہ محبت ہم نے جان بوجھ کر بڑھائی ہے" [۱]

امام احمد رضا نے محسوس کیا کہ اس اتحاد میں ملتِ اسلامیہ کا سراسر نقصان ہے اور مشرکین اور کفارِ ہند کا فائدہ، چنانچہ انہوں نے اس کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی۔ ذیل کی رباعیوں میں ہندوؤں کے ساتھ نرمی و ملاطفت پر تنقید کی ہے" [۲]

تکلیف بفوق وسع رحماں نہ نہاد
در تہلکہ انگندن جانت فساد
در حالتِ حال ما مسلماناں را
زنہار شریعت نہ روا داشت جواد [۳]

---

[۱] اخبار فتح (دہلی)، ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء

[۲] "تفصیلات کے لیے مطالعہ فرمائیں، راقم کا مقالہ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء۔ اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ساتواں ایڈیشن رضا پبلی کیشنز، لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے" مسعود

[۳] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے قوت برداشت سے زیادہ انسان پر کوئی فرض عائد نہیں کیا، ہلاکت میں ڈالنا تیری جان کی تباہی ہے۔ ہم مسلمانوں کی اسوقت جو حالت ہے اس میں شریعت نے (ہندوؤں کے ساتھ) ایسی رواداری اور فیاضی کی، اجازت نہیں دی۔

اور مندرجہ ذیل رباعی میں ہندوؤں کے ساتھ بے جا ملاطفت و نرمی کو اسلام کی بیخ کنی سے تعبیر کیا ہے:

ارہ کشش فرق دین نہانی بودی
تیشہ بعیاں برزدی و پدردی
نجار بہ نسلت نہ بایں معنی بود
ایمان تماشیدی و دین بدرودی [۱]

ترجمہ: تونے دین کے سر پر چوری چھپے آرہ چلادیا اور کھلم کھلا کلہاڑی ماری اور چلتا بنا ——— تو ان معنوں میں بے شک بڑھئی ہے کہ ایمان پر رندہ چلاکر اُس کو ختم کردیا۔"

[۱] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

قشقہ وچندن

ہندو مسلم اتحاد کی رو میں بہہ کر بعض مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقے تک لگوائے اسکی تفصیل ایک استفتاء سے معلوم ہوتی ہے جو میرٹھ سے مولوی رحیم بخش نے ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا کو ارسال کیا۔ اس استفتاء میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے:

"میرٹھ میں گاندھی کی آمد پر جو جلوس نکالا گیا اس میں عین جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا گیا۔[۱]

امام احمد رضا نے اسی قسم کے حادثات سے متاثر ہو کر طنزاً یہ رباعیاں کہی ہیں:

گفتند چہ استتار می باید کرد
مشرک وشی آشکارمی باید کرد
اسلام کہن شد بہ نوی چہرہ فروز
قشقہ بجبیں نگار می باید کرد[۲]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اب کیا چھپایا جائے۔ اب تو اعلانیہ مشرک بن جانا چاہیے ____ اسلام پرانا ہوگیا، اب نئی چیز سے چہرہ روشن کرو ____ قشقہ لگا کر پیشانی کو چمکادو۔

۱۔ جمیل الرحمن: تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ، ص ۳۶

۲۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

قومے گفتہ ز کہنہ دامن کش شو
می گیر تو گاندھی و در آتش شو
مولانائے تو شوکت ایں سنت کاشت
قشقہ بجبیں بر زن و مشرک وش شو [1]

ترجمہ: قوم نے کہا قدیم (اسلام) سے دامن بچاؤ۔ بس گاندھی کا دامن پکڑ لو اور جہنمی بن جاؤ ——— تمہارے مولانا شوکت علی نے تو یہ طریقہ نکالا کہ پیشانی پر قشقہ لگاؤ اور مشرکوں جیسے ہو جاؤ۔

[1] ایضاً، ص ۹۱

ارتھی میں شرکت

ہندو مسلم اتحاد کی رو میں بہہ کر مولانا شوکت علی نے غالباً کلکتہ میں تلک (صدر کانگریس) کی ارتھی کو کندھا دیا، اور جب امام احمد رضا نے اس حرکت پر گرفت کی تو انہوں نے فرمایا:

"غیر مسلم میت کو کندھا دینا ممنوع تھا، مجھے معلوم نہ تھا، اس کی میں معافی چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ؎

بھولے بامن گائے کھائی
اب کھاؤں تو رام دہائی

میں اپنی برئیت میں کوئی بات پیش نہیں کروں گا، ہم گنہگاروں سے لاکھوں گناہ ہوگئے ہیں۔" [1]

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اس قسم کی حرکات پر تنقید کی، چناں الافاضات الیومیہ میں ہے:

"جے کے نعرے لگائے، پیشانیوں پر قشقے لگائے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلم والنٹیروں نے کیا، بیہودہ اور کفریہ کلمات کہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا۔ کیا خرافات واہیات ہے۔" [2]

---

[1] اخبار فتح (دہلی) ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء (تقریر مولانا شوکت علی، اجلاس جمعیۃ العلماء ہند، دہلی) [2] مولوی اشرف علی تھانوی: الافاضات الیومیہ، ج ۵، ص ۸۸

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں ارتھی کو کندھا دینے پر سخت تنقید فرمائی ہے : ؎

مرگھٹ طلبد ارتھی بُت رہ زدگان
با نعرۂ "جے" بدوش مسلم بچگان
للہ تو خدا اے تو دیدی ہیچ
بر کتف اسد ، جیفۂ خوکان وسگان [1]

ترجمہ : وہ گمراہیوں کا محبوب چاہتا ہے کہ "جے" کے نعرہ کے ساتھ اس کی لاش مسلمان بچوں کے کندھوں پر مرگھٹ لے جائی جائے ___ خدا کے لیے ذرا سوچ تو سہی کہ کبھی تو نے کتوں اور سوروں کی لاشیں بھی شیروں کے کندھوں پر جاتی دیکھی ہیں ؟

---

[1] محمد مصطفٰے رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵

ہنود کی فاتحہ خوانی

نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا گیا بلکہ ان کے ماتم میں مسجد میں تعزیتی جلسے کئے گئے اور فاتحہ خوانی بھی کی گئی، چنانچہ تلک کے مرنے پر ممبران خلافت نے جو کچھ کیا اس کا حال مولوی خلیل الرحمٰن کے استفتاء سے معلوم ہوتا ہے جو محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کو بنارس سے امام احمد رضا کو ارسال کیا گیا ـــــــ اس میں لکھا ہے:

ممبران خلافت کمیٹی نے:
تلک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جمع ہو کر تلک کے لئے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لئے اشتہار شائع کیا۔ [1]

امام احمد رضا کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے ان حرکات کا سخت نوٹس لیا۔ ذیل کی رباعی اسی حادثے سے متعلق ہے:

مرتد را صدر و مشرکاں را ارکاں　　　کردند پے مرتد و اصنامیاں
ہم فاتحہ ہم نماز ہم دعوت عفو　　　واللہ کہ مسخ شد ز دلہا ایماں [2]

ترجمہ: مرتد کو صدر بنائیں اور مشرکوں کو رکن ـــــ انہوں نے مرتد اور بت پرستوں کے لئے فاتحہ پڑھی، نمازیں پڑھیں اور بخشش کی دعائیں کیں ـــــ خدا کی قسم ان کے دلوں سے ایمان مٹ گیا ہے۔

---

[1] جمیل الرحمٰن: تحقیقات قادریہ، ص ۳۱

[2] محمد مصطفٰے رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

منبرِ رسول اور ہنود

ایک دوسری رباعی میں کہتے ہیں :-

بیت اللہ و ماتم گہ کافر اُف اُف
آں جا خطبا عباد شنکر اُف اُف
بر منبرِ مصطفےٰ قدوم کفار
اُف لک اے کیمٹی شر اُف اُف[1]

ترجمہ : خدا کا گھر اور اس میں کافر کا ماتم ۔ افسوس صد افسوس ! اس جگہ خطباء شنکر کی عبادت کریں ۔ جہاں خطباء خطبہ پڑھیں وہاں شنکر بیٹھے ، حیف صد حیف ! منبرِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر کافروں کے قدوم ! او خلافت کمیٹی ! تو خلافت کمیٹی نہیں ، فساد کمیٹی ہے ، تجھ پر ہزار ہزار افسوس !

مفسد و لیڈروں کو منبرِ رسول پر بٹھانے کے اور بہت سے واقعات سامنے آئے ، امرتسر کی جامع مسجد کے منبر پر مسٹر گاندھی کو بٹھایا گیا ، دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی کے منبر پر شردھانند کو بٹھایا گیا —————— اسی قسم کا ایک واقعہ اخبار مدینہ (بجنور) میں ملتا ہے ؛

" شام کے وقت جامع مسجد میں ہندو مسلمانوں کا جلسہ ہوا جس میں لالہ مصدی لال اور لالہ گلاب سنگھ نے بھی ہندو مسلم اتحاد پر پُرجوش تقریریں کیں ۔" [2]

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵
[2] اخبار مدینہ (بجنور) ۱۳ راگست ۱۹۲۰ ء

انسدادِ گاؤکشی

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کے لیے اکبر بادشاہ نے برصغیر پاک و ہند میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی تھی، جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوششوں سے عہدِ جہانگیری میں بحال ہوئی اور خود جہانگیر بادشاہ نے ۱۶۲۱ء میں قلعہ کانگڑہ میں گائے ذبح کرا کے اس پر پابندی کو ختم کیا۔[۲] ہندوؤں کے نزدیک گائے نہایت مقدس و متبرک ہے۔ حالانکہ خود ہندو گائے کی قربانی کرتے رہے ہیں، میرے خیال میں بدھ مت کے اثرات کے تحت ان میں گائے کا احترام پیدا ہوا، کیونکہ بدھ قربانی کے یکسر خلاف تھے۔ بہرحال جب مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند پر قدم رکھا تو ہندو پرستش کی حد تک گائے کا احترام کرتے تھے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا یہاں تک کہ گائے کی قربانی موجب فساد ہو گئی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا اکبر بادشاہ نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگائی ——— تقریباً تین سو برس بعد تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں پھر گائے کے ذبیحہ پر پابندی کی باتیں ہونے لگیں،

۲ؔ صاحب مجمع الاولیاء نے لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ فتح ہونے کے بعد جہانگیر، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوا اور وہاں گائے کی قربانی کی۔" (قلمی، ورق ۴۴۳)

حضرت مجدد کا ارشاد تھا: "ذبح بقر در ہندوستان اعظم شعائرِ اسلام است"

(الطاری المداری، حصہ اول، ص ۱۴۷)

۳ؔ ملاحظہ ہو فتاوٰے مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۳۲۵ - ۳۲۴

چنانچہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰-۱ء میں گائے کے بارے میں مراد آباد سے ایک استفتاء امام احمد رضا کو بریلی بھیجا گیا جس کے جواب میں انہوں نے گائے کے ذبیحہ کی حمایت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا :۔

انفس الفکر فی قربان البقر ۱؎

اس سے قبل مرزا پور سے مشہور عالم و فقیہہ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کو بھی اسی قسم کا استفتاء بھیجا گیا تھا جس کا انہوں نے سیدھا سادا جواب دے دیا اور سوال کرنے والے کی حکمتِ سوال کی گہرائی تک نہ پہنچے ۔ امام احمد رضا نے پہلی نظر میں سائل کے اصل مدعا کو جان لیا اور اس کے پیش نظر جواب عنایت فرمایا جس کو دیکھ کر عالم جلیل مولانا ارشاد حسین رام پوری پھڑک اٹھے اور توثیقی دستخط کے ساتھ تحریر فرمایا ،

" الناقد بصیر " ۲؎

یعنی پرکھنے والا دیدہ ور ہے۔

اس وقت امام احمد رضا کی عمر بیس اکیس برس سے زیادہ نہ ہوگی مگر وہ اپنی فقہی اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے معاصر بزرگوں میں بھی سبقت لے جاتے تھے ۔

امام احمد رضا کو جس کا اندیشہ تھا وہ بات سامنے آئی اور انسداد گاؤ کشی کی تحریک نے سر اٹھایا ——— ۱۹۱۲ء میں مسٹر گاندھی نے کہا :۔

" میں گئو رکھشا کو اپنے مذہب کا جزو سمجھتا ہوں اور بت پرستی سے انکار نہیں کرتا ، میرے جسم کا رواں رواں ہندو ہے ۔ " ۳؎

۱؎ احمد رضا خاں : رسائل رضویہ جلد دوم ، لاہور ۱۹۷۶ء ، ص ۲۱۳ تا ۲۳۶
(مرتبہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری)

۲؎ ایضاً ، ص ۲۲۴

۳؎ ینگ انڈیا ، ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء (بحوالہ طلوع اسلام مارچ ۱۹۶۹ء)

سنہ ۱۹۱۳ء میں مسٹر مشیر حسین قدوائی نے مسلمانانِ اجودھیا کو مشورہ دیا کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں[۱] ——— سنہ مذکور ہی میں مسٹر مظہر الحق کی یہ رائے تمام اخبارات میں شائع ہوئی کہ مسلمانان کانپور اور اجودھیا گائے کی قربانی چھوڑدیں۔[۲] ——— دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء دہلی کانگرس کے صدر مسٹر مدن موہن مالویہ نے مسلمانان ہند سے درخواست کی کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں۔[۳] ——— دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء میں ڈاکٹر ممتاز احمد انصاری اور حکیم اجمل خاں کی کوشش سے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے یہ تجویز پاس ہوئی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کی قربانی یک قلم موقوف کردیں۔[۴] ——— سنہ ۱۹۱۹ء ہی میں مولانا فضل الحسن حسرت موہانی نے خود کرتارپور میں جاکر یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی خاطر گائے کی قربانی ترک کردیں۔[۵] ——— مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے اپنی رہائی کے بعد دہلی اور میرٹھ میں جو تقریریں کیں ان میں مسلمانوں کو گائے کی قربانی ترک کرنے کا مشورہ دیا۔[۶] اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے تو یہاں تک فرما دیا تھا،

"میں آئندہ گائے کی قربانی نہ دوں گا، عام مسلمین میرا اتباع کریں۔[۷]"

سنہ ۱۹۱۹ء میں مسٹر گاندھی نے مسلمانان ہند کو ہدایت کی کہ وہ گوشت ترک کردیں اور ترکاریوں پر گزر کریں۔[۸] ———

---

۱ اخبار لیڈر، ۵ ر نومبر سنہ ۱۹۱۳ء (بحوالہ ہمدرد ۱۶ ر نومبر سنہ ۱۹۱۳ء)

۲ ہمدرد، ۷ ر نومبر ۱۹۱۳ء

۳ محمد عبد القدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، علی گڑھ سنہ ۱۹۲۵ء ص ۱۰

۴ انڈین ریویو، جنوری سنہ ۱۹۲۰ء، ص ۲۲

۵ محمد عبد القدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص ۱۷

۶ ایضاً، ص ۲۰

۷ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اول، ص ۲۶

۸ محمد عبد القدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص ۳۰، ۳۱

جمعیۃ العلمائے ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔ [1]

الغرض کیا ہندو اور کیا مسلمان لیڈر سب ہی اس کے حامی نظر آتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی بند کر دی جائے ـــــ ایک امام احمد رضا اور ان کے ہم نوا علماء اس جم غفیر میں ملت اسلامیہ اور اسلام کی بقا اور احیاء کے لیے ساعی نظر آتے ہیں۔



[1] انوار الحسن: تجلیات عثمانی، ملتان، ص ۵۷

مولوی اشرف علی تھانوی کے تأثرات

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی سے جس والہانہ پن کا اظہار فرمایا، علماء اور دانشوروں نے مسٹر گاندھی کی تعریف میں جو جو کلمات کہے، مسٹر گاندھی سے متأثر ہو کر مسلمانوں نے جو جو غیر اسلامی حرکتیں کیں ان پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا کے ایک اور معاصر مولانا اشرف علی تھانوی اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

اور ان لیڈروں کی کیا شکایت کی جاوے۔ بعض مولوی ایسے بدحواس ہوئے کہ ان کو نہ دنیا کی خبر رہی اور نہ دین کی، ایمان تک قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے اور ایک مولوی صاحب نے گاندھی کے عشق میں اپنے ایمان اور دین اور اس میں گزری ہوئی عمر کو اس پر نثار کرنے کا اس شعر میں اقرار کر لیا ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی

ایک لیڈر صاحب نے یہ کہا:

"کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی مستحق نبوت تھا۔"

حیرت ہے کہ ایسا کم فہم بنی ہوتا؟ اگر فہیم ہوتا تو پہلے آخرت پر ایمان لاتا لے

ایک اور مجلس میں انہیں خیالات و جذبات کو ذرا وضاحت سے اس طرح بیان فرمایا:

یہ پہلے ہی سے اسلام اور ایمان کو ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے اوپر سے طاغوت کا سہارا مل گیا، سب کچھ اس کے نذر کر دیا۔ ماتھوں پر قشقے لگائے۔ جے کے

نعرے بلند کیے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ مساجد میں ممبروں پر کافروں کو بٹھلا کر مسلمانوں نے تذکر بنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے کی بے حرمتی کی۔ آیات اور احادیث میں گزری ہوئی عمر کو ایک کافر بت پرست پر نثار کر دیا۔ لیڈروں کی اجازت سے مسلمان والنٹیروں نے رام لیلا کا انتظام کیا۔ یہ علی الاعلان شائع کیا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں طاغوت نبی ہوتا۔ اللہ اکبر نبوت سڑک پر پڑی ہے کہ آؤ لیلو۔ ان کفریات اور شرکیات کا ارتکاب اور پھر مسلمانوں کے مقتدا اور پیشوا۔ یہ عقلاء کہلاتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ ہر وقت اکل کی بات ہے۔ خود گمراہ ہوئے اور مسلمانوں کو گمراہ کیا اور یہ عوام مسلمان بھی عجیب ہیں، جہاں کوئی نئی بات لے کر کھڑا ہوا، لبیک کہہ کر ساتھ ہو لیے ہیں۔ دوست دشمن کی قطعاً شناخت ہی نہیں۔ نہ اس کی پرواہ کہ کہیں یہ ہمارا کام اللہ اور رسول کے خلاف تو نہیں۔ مسلمانوں کو توبہ کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ اس کے متعلق حکم شرعی ہے کیا، تب آگے قدم بڑھانا چاہیے۔ یہ ہڑبونگ تو عقلاً نقلاً کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ [2]

---

[1] اشرف علی تھانوی: الافاضات الیومیہ من الافاذات الیومیہ، حصہ پنجم، مطبوعہ کراچی ص ۱۲۴، ۱۲۵

[2] ایضاً، جلد ہشتم، جزو اوّل، مطبوعہ تھانہ بھون، ص ۸۰-۸۱

سیاسی بے راہ روی

تحریکِ خلافت
۱۹۱۹ء

خلافت و قریشیت

علماء میں یہ مسئلہ زیرِ بحث رہا ہے کہ خلافت کے لیے "قریشیت" شرط ہے یا نہیں؟ لیکن علماءِ اہلِ سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت کے لیے "قریشیت" شرط ہے۔ چناں چہ قاضی عیاض شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"خلیفہ میں قریشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بے شک اسی سے صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت فرمائی اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بے شک علماء نے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہوا۔ یونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے ——— اور وہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بد مذہبوں نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔"[1]

---

[1] امام احمد رضا خاں، دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/۲۱-۱۹۲۰ء) مطبوعہ ۱۳۴۱ھ/ ۳-۱۹۲۲ء، بریلی، ص ۲۶

ابن خلدون نے جو معتزلی تھے[1]، خلافت کے لیے قریشیت کی شرط سے انکار کیا ہے اور یوں کہا ہے:

"اشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین" [2]

مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ابن خلدون کی پیروی میں خلافت کے لیے "قریشیت" کی شرط کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ مولانا عبدالباری نے فرمایا:

"محققین اہل سنت قریشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں!" [3]

ابن خلدون نے صرف "محققین" کا ذکر کیا ہے نہ کہ "اہل سنت" کا اسی طرح "اشتباہ" کا ذکر کیا ہے نہ کہ "عدل" کا ——— پھر یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ جب مولانا عبدالباری ابن خلدون کو خود معتزلی سمجھتے تھے[4] تو مسلک اہل سنت کے سامنے اسکو کیوں فوقیت دی؟ مولانا ابوالکلام آزاد نے "مسئلہ خلافت اور جزیرۂ عرب" میں طویل بحث کے دوران یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ لیکن جب سنہ ۱۹۱۹ء میں خلافت عثمانیہ کے تحفظ اور حمایت تحریک چلی تو انہوں نے اس مؤقف کے خلاف عمل کیا، چنانچہ جذبات میں آکر یہاں تک کہہ دیا:

"ترک کی خلافت کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے۔" [5]

دوسری طرف تحریک خلافت میں ہندوؤں کو شریک کیا جو خلافت تو خلافت سرے سے اسلام ہی کے منکر تھے ——— بہرکیف امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل رباعیات اسی پس منظر میں پڑھی جائیں:

---

[1] عبدالحی لکھنوی: مجموعہ فتاوے، جلد اول، ص ۴۲

[2] دوام العیش، ص ۴۶

[3] احمد رضا خاں: دوام العیش، ص ۴۶

[4] عبدالباری فرنگی محلی: فتاوی قیام، ص ۳۰۶

[5] اخبار مدینہ (بجنور)، ۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء، ص ۱، ک ۳، سطر ۱۶

ے این کذب کہ طرحش ابن خلدون بنہاد
عبدالباری گزید وپیشش آزاد
خود شاہد کذابی شاں نص امام
اللہ اذا اضل لا یلقی ھاد [1]

ترجمہ: یہ جھوٹ (یعنی خلافت کے لیے قریشیت ضروری نہیں) جس کی بنیاد ابن خلدون نے رکھی، عبدالباری نے اختیار کیا اور ان سے پہلے ابوالکلام آزاد نے اس اختیار کیا تھا، حالانکہ امام کی نص شاہد ہے کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ جب کسی کو گمراہی میں واقع کر دے تو اسے کوئی ہادی نہیں ملتا۔

★

آمد بحدیث متواتر ارشاد
ان الامراء من قریش لاناد
اجماع صحابہ واہل سنّت کردند
کذاب خلافش برابوبکر نہاد [2]

ترجمہ: حدیث متواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ امراء صرف قریش سے ہوں گے۔ اس پر صحابہ اور اہل سنّت نے اجماع کیا ہے۔ وہ جھوٹے ہیں جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر اعتراض کرتے ہیں۔

سلطنت عثمانیہ کی "خلافت" کو تسلیم کرنے کے باوجود "سلطان ترکی" کہا گیا، حالاں کہ اُن کے خیال کے مطابق خلیفہ، کہنا چاہیئے تھا۔ امام احمد رضا نے اس کا بھی تعاقب کیا اور فرمایا:۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

[2] ایضاً، ص ۹۵

بہر خلفاء کے لقب سلطان است
سلطان ہارون رشید کسرِ شان است
سلطان لقب کسے خودش گفت کہ او
زنہار خلیفہ نیست زیر آں ست[1]

ترجمہ: خلفاء کے لیے "سلطان" کا لقب کیسے درست ہو سکتا ہے؟ خلیفہ ہارون رشید کو "سلطان" کہنا اس کی کسرِ شان ہے۔ جس نے اپنا لقب "سلطان" رکھا ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ خلیفہ کے نیچے ہے۔"



[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

ترکوں کے خلاف جنگی عزائم

ارباب خلافت کے اس اعتراف کے باوجود کہ خلافت کے لیے قریشیت شرط نہیں اور خلافتِ عثمانیہ کا منکر خارج از اسلام ہے ، یہی اربابِ خلافت جب دوسری کروٹ لیتے ہیں تو یہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے :۔

" ہم ہندی قوم پرست ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ترک بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اس کے خلاف تلوار اٹھائیں " [1]

اور مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا :

" اگر خلیفہ کی فوج ہندوستان پر حملہ آور ہوگی تو مسلمان اس سے بھی لڑنے کو تیار ہو جائیں گے ، ہرگز خلیفہ کا ساتھ نہ دیں گے " [2]

امام احمد رضا نے علی برادران اور آزاد کے انہیں بیانات پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے :۔

از ستر خلافت خو سوراج بجست
در گاندھی کیپ ترک ترک ست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت
گر ترک آیند تیغ گیرم بدست [3]

---

[1] مولانا محمد علی و شوکت علی بحوالہ اخبار مشرق (گورکھپور) ۱۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

[2] مشیر دکن ۲۵ر جون سنہ ۱۹۲۱ء (بحوالہ الطرق الہدی ، ص ۷۸)

[3] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۱

ترجمہ: خلافت کے پردے سے سوراج کا گدھا کود پڑا۔ گاندھی ٹوپی عام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ترکی ٹوپی اوڑھنا چھوڑ دیں۔[1] (جو مسلمانوں کی علامت و نشانی ہے۔)

ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ترک ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو ہم ان کے خلاف تلوار اٹھائیں گے۔

اس رباعی میں امام احمد رضا نے ارباب خلافت کی تلون مزاجی سے یہ نتیجہ نکالا کہ تحریک خلافت کے لیے کوشش محض نمود و نمائش تھی درپردہ سوراج یعنی ہندیا قومی حکومت کے لئے کوشش کی گئی، یہ غلط فہمی نہیں بلکہ حقیقت تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

امام احمد رضا نے ایک دوسری رباعی میں بھی ارباب خلافت کی ترکوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادگی پر تنقید کی ہے۔ فرماتے ہیں:

با ترک پئے ہندو اشتر جنگ کند
تقدیس زمین جمن و گنگ کند
تا کے برہ دیو دوی نیست کے
کز راہ مہا دیو ترا لنگ کند[2]

ترجمہ: ہندوؤں کے لیے ترکوں سے برسرپیکار ہے اور زمین گنگ و جمن کو مقدس سمجھتا ہے۔ دیو کے راستے پر تو کب تک دوڑتا رہے گا۔ کوئی نہیں جو مہادیو کے راستے سے تجھے روکے۔"

---

[1] سندھ کے مشہور عالم مولانا محمد ہاشم جان سرہندی مجددی نے راقم سے خود فرمایا کہ سندھ کے ایک سیاسی جلسے میں مولانا حسین احمد دیوبندی نے علماء اور عوام کے سر سے عمامے اتروا کر گاندھی کیپ اوڑھائی جو وہ خود اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ منظر خود مولانا مرحوم نے ملاحظہ فرمایا۔" (مسعود)

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

جنگ و وسائل جنگ

امام احمد رضا نے جہاد کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں :-

(ا) جہاد جنانی ———— کفر و بدعت کو دل سے بُرا جاننا

(ب) جہاد لسانی ———— زبان و قلم سے کافر و مشرک اور فاسق و فاجر کا رد کرنا۔

(ج) جہاد سنانی ———— کافر و مشرک اور نصاریٰ کے خلاف تلوار اٹھانا اور جہاد برپا کرنا۔

آخری قسم جہاد کے لئے امام احمد رضا کا خیال تھا کہ جہاد کے لیے جب تک وسائل و حالات پیدا نہ ہوں جہاد اور جنگ کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے ———— تحریکِ خلافت اور تحریک ترکِ موالات و تحریک ہجرت کے زمانے میں اغیار مسلمانوں میں جوش جہاد پیدا کر کے اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنا چاہتے تھے، امام احمد رضا نے اپنی مومنانہ فراست سے اس کا اندازہ کرلیا اور مسلمانوں کو ایسی مہلک جدوجہد سے بچنے کی ہدایت فرمائی جس سے ان کا نقصان ہو اور دوسروں کا فائدہ ———— چناں چہ ایک رباعی میں ناعاقبت اندیش نہ جذبہ جہاد پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

---

ا۔ احمد رضا خاں : رسائل رضویہ : جلد دوم ... ۱۹۸۰ء ...

★

رب العزۃ ہلاک کردہ بے شک
نمرود زپشہ، ابرہہ از مرغک
اما بخوارق اعتماد د اسباب
بگزاشتن ست کار احمق اہلک [1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مچھر سے اور ابرہہ کو چھوٹے پرندوں سے مروا دیا (اس میں بڑی قدرت ہے لیکن عالم اسباب میں) ایسی خلاف عادت باتوں پر اعتماد کرکے اسباب (جنگ) کی فراہمی سے بے فکر ہو جانا، بیوقوفوں کا کام ہے۔

ایک دوسری رباعی میں فرماتے ہیں،

★

گفتند بدوک خون انگریز بریز
کج دارد مریز بام فرسا دستیز
از چوب مقابل و مقاتل می باش
با قنبل طیارہ و توپ انگریز [2]

ترجمہ، انہوں نے کہا کہ تکلے سے انگریز کو قتل کردے ــــ تو یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کہیں کہ برتن ٹیڑھا رکھو اور برتن کی چیز کو نہ گراؤ، بالاخانہ کو گراؤ اور خود نہ اٹھو (یعنی تکلے سے قتل کرنا ناممکن ہے) (وہ یہ بھی کہتے ہیں) کہ ڈنڈے سے انگریزوں کا مقابلہ کرو اور ان کو قتل کرو اور ڈنڈے سے کر انگریز کے جہازوں اور توپوں کے گولوں کے مقابلے پر آجاؤ۔

---

[1] محمد مصطفٰے رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

[2] ایضاً، ص ۹۹

امام احمد رضا کی اس عاقبت اندیشانہ تنقید کو بعض عاقبت نا اندیش حضرات نے انگریزوں کی حمایت پر محمول کیا اور امام احمد رضا کو انگریزوں کا حامی و ناصر مشہور کر دیا، چنانچہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری جو تحریک ترک موالات میں شریک تھے موالاتیوں کا یہ راز فاش کرتے ہیں:-

"ترک موالاتیوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں۔" [1]

امام احمد رضا نے اس الزام کا معقول جواب دیا ہے —— انہوں نے فرمایا تحریک ترک موالات کی مخالفت انگریزوں کی حمایت ہے تو جب سر سید احمد خاں کے فرنگ نواز طرزِ عمل پر تنقید کی گئی تھی وہ کس کی حمایت تھی —— چنانچہ فرماتے ہیں:-

"مسلمانوں کو خدا لگتی کہنی چاہیئے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوے اہلِ سنت نے دیئے۔ کلامِ الٰہی اور احکامِ الٰہی بیان کئے، یہ تو ان کے دھرم میں انگریز کو خوش کرنے کو ہوئے —— وہ جو پیر نیچر (سر سید احمد خاں) کے دور میں نصرانیت کی غلامی اونچی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں، کیا اس کا رد علمائے اہلِ سنت نے نہ کیا، وہ کس کے خوش کرنے کو تھا؟" [2]

امام احمد رضا پر جو انگریز دوستی کا الزام لگاتے تھے ان میں سے ایک عالم نے امام احمد رضا کو خط لکھا جس میں یہ جملہ تھا:-

"میرے یہاں کے مفتیوں نے جواب ماشاء اللہ "شمس العلماء" بھی ہوگئے ہیں، عدمِ تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے۔" [3]

---

[1] محمد مرید، جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۲۵

[2] احمد رضا خاں: رسائلِ رضویہ، جلد دوم، ص ۲۴۱

[3] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری: جلد دوم، ص ۵۲

امام احمد رضا نے "شمس العلماء" کے خطاب پر مکتوب عنہ کے مفاخرانہ لہجے کی مذمت کی اور تحریر فرمایا:

"سبحان اللہ! انگریزوں سے بائیکاٹ، ان کے خطابوں سے نفرت اور انہیں خطابوں پر مفاخرت اور ان سے دین و شریعت میں طلب ... [1]

امام احمد رضا کی انگریز سے نفرت

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کو جس طرح کفار و مشرکین سے نفرت تھی اسی طرح یہود و نصاریٰ سے نفرت تھی، ان کی نفرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لفافے پر ٹکٹ الٹا لگاتے تھے تاکہ بادشاہ کا سر اوندھا رہے ——— نزع کے عالم میں اچانک فرمایا کہ تصویریں ہٹا دو ——— حاضرین حیران، عرض کیا کونسی تصویریں ———؟ فرمایا یہی سکے، لفافے، کارڈ ——— جس نے عالم نزع میں انگریز بادشاہ و ملکہ کے سکے اور لفافے اور کارڈ تک ہٹوا دیئے ہوں اس پر یہ الزام لگانا کہ وہ انگریزوں کا بہی خواہ و خیر خواہ تھا ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے[2] امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں کافر و مشرک اور یہود و نصاریٰ کے متعلق واضح طور پر اپنا مسلک بیان فرما دیا ہے:

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، جلد دوم، ص ۵۲

[2] راقم نے امام احمد رضا کی انگریزوں اور انگریزی تہذیب سے بیزاری سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے "گناہ بے گناہی" کے نام لکھا ہے، مرکزی مجلس رضا، لاہور نے جس کے دو ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں شائع کئے اور ایک ایڈیشن "المجمع الاسلامی" مبارک پور، بھارت سے ... شائع ہوا اور چوتھا ایڈیشن کراچی سے شائع ہو ... (مسعود)

ء کافر ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا
مشرک را بندہ باش و با نصرانی
ہر کار حرام، ایں ست زشیطاں فتوے[1]

ترجمہ: کافر کا ہر فرد اور ہر فرقہ ہمارا دشمن ہے، کیا مرتد و مشرک کیا یہود اور آتش پرست و ستارہ پرست —— یہ فتوے شیطان کا ہے کہ ہندو مشرک کے غلام بن جاؤ اور عیسائی انگریز کے ساتھ ہر معاملہ حرام ہے۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

تحریکِ ترکِ موالات

۱۹۲۱ء

خلافت اور سوراج

تحریکِ خلافت میں مسٹر گاندھی کی عملی شرکت ہی اس بات کی غمازی کرتی تھی کہ آگے چل کر یہ تحریک کوئی اور شکل اختیار کرے گی کیونکہ تحریک کا کامیاب ہونا بظاہر مشکل نظر آتا تھا اور اسکو مسٹر گاندھی کی دوربیں نگاہوں نے دیکھ لیا تھا، چنانچہ تحریکِ خلافت میں ناکامی کے بعد دوسرا قدم تحریکِ ترکِ موالات اٹھایا گیا، خلافت کی بات رفتہ رفتہ ذہنوں سے اوجھل ہونے لگی اور قومی حکومت (سوراج)[1] کی بات کی جانے لگی، ——— امام احمد رضا نے اس اندازِ فکر پر تنقید کرتے ہوئے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ہم تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں، اسکے لئے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے"۔[2]

پروفیسر سلیمان اشرف (صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے بھی اربابِ سیاست کے فکر و نظر کے اس نشیب و فراز پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم (مرادآباد)، شمارہ ۵، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء میں "سوراج کا طلسم" کے عنوان سے فاضل مدیر مفتی محمد عمر نعیمی نے فکر خیز تبصرہ کیا ہے۔ مسعود

[2] احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، ج ۲، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۵۵

ارباب ہند جن کی آنکھیں نور ایمان سے منور ہیں انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ مسلمانوں اور اسلامی خلافت کی حمایت کی جارہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان مسلمانان ہند پر لایا جارہا ہے۔ ۱

مولانا آزاد کے ان کلمات سے یہ حقیقت اور واضح ہوجاتی ہے "یہ کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اُس وقت تک کہ ہم گنگا اور جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں۔ ۲

جس خود اختیاری حکومت کا آزاد نے ذکر کیا ہے اچاریہ کرپلانی کی نظر میں اس کا خاکہ کچھ اس طرح ہے :۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کانگرس کی ہر اسکیم گاندھی جی کے فلسفے کے ماتحت چلائی جائے گی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اسکیم کو اور کسی فلسفۂ زندگی کے اصول پر چلا سکیں"۔ ۳

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا آزاد نے جس حکومت خود اختیاری کا ذکر کیا ہے وہ دراصل سوراج ہی ہے جس کی رُوح اسلامی فلسفہ نہیں بلکہ فلسفہ گاندھی تھا اور جس کو آزاد نے حکومت میں شریک ہو کر عملی طور پر اپنایا۔

امام احمد رضا، مسٹر گاندھی اور مولانا آزاد کے سیاسی طرز عمل پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں :

---

۱ سید سلیمان اشرف : النور، ص ۲۲

۲ اشتہار، بعنوان "تمام بھائیوں سے اپیل اور دست بستہ عاجزانہ عرض"، ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء

۳ اخبار مدینہ (بجنور) ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء

۴ مولانا آزاد نے ۱۹۴۰ء میں فرمایا : "میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی

بقیہ —

گاندھی پے سوراج دلش تپنگافد
آزاد پے خلافت خود لا بافد
ہرکس بدل استخواں طلب می گردد
جولاہہ پے سرین خود می بافد

ترجمہ: سوراج (ہندو اسٹیٹ) کے لیے گاندھی کا دل پھٹا پڑتا ہے — اور ابوالکلام آزاد اپنی خلافت وحکومت کی ادھیڑبُن میں ہے — ہر کوئی اپنے مطلب کے واسطے تگ و دَو میں ہے — (یعنی) جولاہہ اپنی ہی پشت ڈھانکنے کے لیے کپڑا بنتا ہے۔

ہندی تہذیب

حکومت خود اختیاری یا قومی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلامی تہذیب ہندو تہذیب میں ضم ہو جاتی — یہ محض ایک خدشہ ہی نہ تھا بلکہ ہندو لیڈروں کی طرف سے اس کا اظہار کیا جا چکا تھا۔ چنانچہ ہندو مہاسبھا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا مکرجی نے کہا:

ہندوستان کو نظریہ اور عمل کے لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں

بقیہ ص ہوں، میں ہندوستان کی ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔

(اسٹیٹسمین ۱۹/ فروری ۱۹۴۰ء)

وطن پرستی کا یہ وہی نظریہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر کے مملکت عربیہ کی جگہ سلطنت اسلامیہ قائم کی، اور وطن پرستانہ مفاخر کو جاہلانہ قرار دیا۔ مسعود

لے محمد مصطفیٰ خاں: الطاری الداری: ج ۳، ص ۹۵

کے ہاتھ میں ہو" [1]

امام احمد رضا نے ان رہنماؤں کے ان پوشیدہ عزائم کو بھانپ لیا تھا چنانچہ انہوں نے مسٹر گاندھی کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا :

گاندھی گفتا بدوک انگریز کشی
از رشتہ خام چوں کمندش بکشی
لہنگا می پوش و در ریسمانے می ریس
از ہند بدر کنی نصارے بخوشی [2]

ترجمہ : گاندھی کہتا ہے کہ تو تکلے سے انگریز کو ہلاک کرے گا ۔ اور تو اسے کمند کی طرح کچے دھاگے سے کھینچ لے گا ۔ــــــ وہ کہتا ہے کہ لہنگا پہنو اور چرخہ کاتو (یعنی ہندو تہذیب و تمدن اختیار کرو ۔) پھر بے شک انگریز کو ہندوستان سے نکال دو گے "

کفر و اسلام کا اختلاط

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء اور اس کے بعد ہندی اور اسلامی تہذیب کی آمیزش کے جو نظارے سامنے آئے ان کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں، ان سے اندازہ ہوگا کہ اگر امام احمد رضا پنی پوری قوت سے اس سیلاب عظیم کو مزاحمت نہ فرماتے تو آج اسلام کی صورت دیکھنے کو برصغیر کے مسلمان ترس رہے ہوتے ۔

یہ جھلکیاں ملاحظہ ہوں :-

---

[1] طلوع اسلام : (دہلی) دسمبر ۱۹۳۸ء (بحوالہ محمد صادق قصوری ، اکابر تحریک پاکستان ، مطبوعہ لاہور ، ۱۹۷۶ء ، ص ۱۲

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵

۱- خلافت کمیٹی کے والنٹیر بمبئی میں سر بازار اللہ اکبر کے ساتھ گاندھی کی جے، تلک کی جے، گؤ ماتا کی جے، پکارتے تھے جس پر ہزاروں مسلمان شاہد ہیں"۔ [۱]

۲- بریلی میں مسٹر گاندھی کی آمد پر مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلم لیڈروں کے سامنے مسٹر گاندھی کی مدح جو غیر مقدمی قصیدہ پڑھا گیا۔ اس میں ایک مصرعہ بھی تھا۔ ع

جھکاتے جن کے آگے ہیں ملائک سر، وہ آتے ہیں

سب نے سنا اور خاموش رہے۔ [۲]

۳- آرہ میں ایک پنڈت نے قرآن، رامائن اور انجیل کا ایک ساتھ جلوس نکالا اور تینوں کو مندر میں رکھ کر پوجا کی، مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے"۔ [۳]

۴- میرٹھ میں پنڈت سیتا رام، صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں مولانا شوکت علی کو پنڈت شوکت علی اور مولانا محمد علی کو لالہ محمد علی، کے خطابات سے نوازا"۔ [۴]

کفر و اسلام کی اس آمیزش بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کو ایک حساس مسلمان کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ امام احمد رضا نے سخت ردعمل کا اظہار کیا اور مندرجہ ذیل رباعیاں پیش کیں:-

---

[۱] جمیل الرحمن: تحقیقات قادریہ، ص ۳۰

[۲] ایضاً ، ص ۳۵ ملخصاً

[۳] ایضاً ، ص ۳۷ ملخصاً (بحوالہ استفتاء مرسلہ محبوب علی از آرہ محررہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ)

[۴] اخبار مدینہ (بجنور) یکم فروری ۱۹۲۰ء

پا بردم دینی و بدل کفر اُدُدُ
خلط سلام دکفر رائج نہ شود
پا برکش وا ز خلط جدا شو کہ توئی
خود گاندھی و گاندھی ز تو برتر نہ بود [۱]

ترجمہ: بظاہر تو دین پر قائم ہے مگر دل میں کفر بھرا ہے ——— کفر و اسلام کی ملاوٹ نہیں چل سکتی ——— تو اس دلدل سے اپنا پیر نکال اور اس ملاوٹ سے باز آجا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو خود گاندھی ہے اور گاندھی تجھ سے بڑھ کر نہیں ہے (یعنی سیاست ہند میں اس وقت مولانا عبدالباری سے گاندھی کو بڑی تقویت مل رہی ہے)

ملحد در اسم رب ، اگر رام خدا است
پنڈت چو تو مولوی و غلط تو کجا است
مسجد ، مدارس ، پاٹ شالا ، مندر
مرگھٹ ، ورگہ ۔ مزار آبات چتا ست [۲]

ترجمہ: اگر تمہارا یہ حال ہے کہ رام ، خدا ہے ——— "پنڈت" تیری طرح "مولوی" ہے "مسجد" ، "مندر" ہے ——— "پاٹ شالا" ، مدارس ہیں ——— "درگاہ" "مرگھٹ" ہے ——— اور تمہارے آباؤ اجداد کے مزارات "چتا" ہیں ——— تو پھر تم ملحد ہو۔

الغرض امام احمد رضا نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پاک و ہند کے سیاسی افق پر طلوع ہونے والی سیاسی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور اسلام و ملتِ اسلامیہ پر اس کے

۱ے محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۰

۲ے ایضاً ، ص ۹۸

مضر اثرات کا جائزہ لیا، پھر پوری قوت کے ساتھ ان تحریکوں کے اسلام دشمن جراثیم کا خاتمہ کرنے کے لیے کمر ہمت باندھی —— علماء اور افرادِ ملت نے جو انفرادی اور اجتماعی بے راہ روی اختیار کی تھی اُس پر ان کو سخت تنبیہ کی اور سیدھا راستہ دکھایا —— وہ جذباتی دَور تھا، پہلے تو بعض حضرات نے یہی خیال کیا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے غلط ہے مگر جب مطلع صاف ہوا اور تاریخ نے خود امام احمد رضا کے حق میں فیصلہ دیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا، حق تھا۔

حرفِ آخر

امام احمد رضا کو مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی جن باتوں اعتراض تھا اُن سے مولانا عبد الباری نے رجوع کر لیا مگر امام احمد رضا کے وصال کے بعد۔ اس اجمال کی تفصیل مفتی آگرہ حضرت علامہ ابو الفیض محمد عبد الحفیظ قادری کی زبانی سنئے اس موقع پر خود موجود تھے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ادنیٰ طالب علم ہوں، حضرت مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چغینی پڑھی ہے۔ مگر زمانۂ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہوگئیں جن پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی، آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسے میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب ؒ نے مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محل گئے، دونوں میں مصافحہ، ومعانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبد الباری کے ہاتھ چومے اسلئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں اور وہیں قیام فرمایا ——— فقیر اس موقع پر حاضر تھا۔ اس خوشی میں دار الشفا کی برفیاں آئیں اور باقاعدہ

اظہارِ تشکر

احقر مندرجہ ذیل محسنین و محبین کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے پیش نظر مقالے کی تدوین و ترتیب میں مخلصانہ تعاون فرمایا اور مفید مشورے دیئے۔

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد (سندھ)
۲۔ سید ریاست علی قادری (کراچی)
۳۔ مولانا غلام محی الدین نعیمی "
۴۔ قاری حافظ محمد ظفر احمد صاحب "
۵۔ پروفیسر عبدالباری "
۶۔ مولانا محمد اطہر نعیمی "
۷۔ پروفیسر محمد امان اللہ صاحب "
۸۔ مولانا شمس بریلوی "
۹۔ پروفیسر اقبال احمد صاحب (بہاولپور)
۱۰۔ پروفیسر سید محمد عارف صاحب (" ")
۱۱۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)
۱۲۔ جناب محمد ظہور الدین خاں صاحب "
۱۳۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "
۱۴۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری (مریدکے)

۱۵۔ صاحب زادہ نثار قطب رضی شیرازی (پسرور)

۱۶۔ مولانا جلال الدین صاحب (سرائے عالمگیر)

۱۷۔ پروفیسر فاضل زیدی (نوابشاہ)

۱۸۔ سید محمد مظہر قیوم (کراچی)

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

ماخذ و مراجع

آزاد، ابوالکلام : غبار خاطر مطبوعہ لاہور

احمد رضا خاں، امام : ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری،

" " " : الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء)، مطبوعہ لاہور

" " " : دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء)
مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲-۲۳ء)

" " " : انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰-۸۱ء

" " " : حدائق بخشش / حصہ اول و دوم (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) مطبوعہ کراچی

" " " : رسائل رضویہ (مرتبہ عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری)، مطبوعہ لاہور
۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)

اقبال احمد نوری : کرامات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کانپور

اشرف علی تھانوی : حفظ الایمان مع تغییر العنوان و بسط البنان، مطبوعہ کراچی

اشرف علی تھانوی، مولوی : الافاضات الیومیہ، جلد ۵

امجد علی اعظمی، مولانا : قامع الواہیات مع جامع الجزئیات

" " " : اتمام حجت (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء)

انوار الحسن : تجلیات عثمانی، مطبوعہ ملتان،

بدر الدین سرہندی : مجمع الاولیاء (قلمی)، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن

بدر الدین احمد، علامہ : سوانح اعلیٰحضرت، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء

جمیل الرحمٰن، قادری : تحقیقاتِ قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

حامد رضا خاں، مولانا : الاجازۃ المتینہ، (قلمی) ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء (مطبوعہ لاہور)

حسن نظامی، خواجہ : مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی

حسین احمد، مولوی : نقشِ حیات، مطبوعہ دیوبند ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۴ء

رحمان علی، مولوی : تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

سلیمان اشرف، پروفیسر : النور، مطبوعہ علی گڑھ

شجاعت علی، مفتی سید : مسلکِ امام احمد رضا (عربی، زیرِ تدوین)

شرکت حنفیہ لمیٹڈ : انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء

شمس بریلوی : اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

ظفر الدین، بہاری، ملا : حیاتِ اعلیٰ حضرت، (۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) مطبوعہ کراچی

عبدالباری فرنگی محلی، مولوی : فتاویٰ قیام

عبدالحیٔ " ، مولوی : مجموعہ فتاویٰ، جلد اول

عبدالحیٔ لکھنوی، حکیم : نزہۃ الخواطر، جلد ۸، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

غلام معین الدین نعیمی : حیاتِ صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور

محمد جلال الدین قادری : خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۳۲۵ھ / ۱۹۴۶ء)
مطبوعہ لاہور ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

محمد حسن رضا خاں : نعتیہ اسلام، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۸۲ء
مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی، بھارت

محمد عبدالقدیر : ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء

محمد صادق قصوری : اکابر تحریکِ پاکستان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

محمد صادق قصوری : خلفائے اعلیٰ حضرت (قلمی)

محمد قاسم نانوتوی، مولوی : تحذیر الناس، مطبوعہ دیوبند ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء

محمد محبوب علی خاں، مولوی : حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ نابھہ

محمد مرید احمد چشتی : جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

محمد مسعود احمد، پروفیسر : فاضلِ بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

" " " " : فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

" " " " : عاشقِ رسول، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

" " " " : حیات فاضلِ بریلوی، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۹ء

" " " " : تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء

" " " : NEGLECTED GENIUS OF THE EAST, LAHORE, 1970

محمد مصطفیٰ رضا خاں مفتی : الطاری الداری لہفوات عبد الباری، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء (تین حصے)

" " " " " : وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان، ۱۳۳۰ھ / ۱۲-۱۹۱۱ء

" " " " " : اشد الباس علی عابد الخناس، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء

" " " " " : الکاوی فی العاوی والغاوی، ۱۳۳۰ھ / ۱۲-۱۹۱۱ء

" " " " " : القسم القاصم للداسم القاسم، ۱۳۳۰ھ / ۱۲-۱۹۱۱ء

" " " " " : جند اللہ و احزاب الشیطان، " "

" " " " " : طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد، ۱۳۴۱ھ / ۲۳-۱۹۲۲ء

محمد میاں، اولادِ رسول : مفاوضات طیبہ (۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء)، مطبوعہ سیتاپور

محمد میاں ، مولوی : علمائے ہند کا شاندار ماضی ، مطبوعہ دہلی
محمد یٰسین اختر اعظمی : امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۵ء
" " " : امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ، مطبوعہ الہ آباد ، ۱۹۷۳ء
محمود احمد قادری، مولوی : تذکرۂ علمائے اہل سنت ، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

رسائل

السواد الاعظم (مراد آباد) ، شمارہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء
انڈین ریویو ، شمارہ جنوری ۱۹۲۰ء
پیغام (کراچی)
سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) ، شمارہ نومبر ۱۹۶۶ء
طلوع اسلام (دہلی) ، شمارہ دسمبر ۱۹۳۸ء
طلوع اسلام (لاہور) ، شمارہ مارچ ۱۹۶۹ء
نقوش (لاہور) آپ بیتی نمبر ۲ ، لاہور

اخبارات

اتفاق (دہلی) ، شمارہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء
اردوئے معلیٰ (علی گڑھ) ، شمارہ جون ۱۹۱۲ء / ۱۳۳۰ھ
الرضا (بریلی) ، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
" " ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
اسٹیٹسمین ، شمارہ ۱۸ / ۲۳ جولائی ۱۹۶۸ء

الفقیہ (امرتسر)، شمارہ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

الفتح (کراچی)، شمارہ ۲۸؍ مئی - ۴؍ جون ۱۹۷۶ء

انقلاب (بمبئی)، شمارہ ۲۷؍ ستمبر ۱۹۴۵ء

پیسہ اخبار (لاہور)، شمارہ ۱۸؍ نومبر ۱۹۲۰ء

جنگ (کراچی)، شمارہ ۴؍ فروری ۱۹۶۸ء

دبدبۂ سکندری (رام پور)، شمارہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء

فتح (دہلی)، جلد نمبر شمارہ ۲۴۲

" "، شمارہ ۲۴؍ نومبر ۱۹۲۰ء

لیڈر (بمبئی)، شمارہ ۵؍ نومبر ۱۹۱۳ء

مدینہ (بجنور)، شمارہ ۲۱؍ جنوری ۱۹۲۰ء

" " " ۲۵؍ جنوری ۱۹۲۰ء

" " " یکم فروری

" " " ۱۳؍ اگست

" " " ۱۷؍ اگست

مشرق (گورکھپور) " ۱۳؍ جنوری

مشیر دکن (حیدرآباد) " ۲۵؍ جون

ہمدرد (دہلی)، شمارہ ۱۶؍ نومبر ۱۹۱۳ء

ہمدم (لکھنؤ)، شمارہ ۱۴؍ فروری ۱۹۲۰ء

" " " ۸؍ جون ۱۹۲۰ء

ینگ انڈیا ( )، شمارہ ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۱۲ء

فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔ [1]

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا کے وصال کے بعد جب مولانا عبد الباری کو اپنی سابقہ غلطیوں کا احساس ہوا اور انہوں نے ان سے رجوع فرمالیا تو دل صاف ہو گئے اور پھر جانبین ایسے گلے مل گئے جیسے کبھی کوئی بات ہی نہ تھی۔ امام احمد رضا اور ان کی اولاد امجاد کی محبت و نفرت محض اللہ کے لیے تھی۔ انہوں نے اپنے نفس کے لیے نہ کسی سے دشمنی کی نہ دوستی۔ یہی للہیت اخلاص کی جان ہے۔ مولائے کریم ہم سب کو اخلاص کی دولت سے بہرہ ور فرمائے اور اظہار حق میں ایسا بے باک بنائے کہ امام احمد رضا کی طرح ہم اپنے اور بیگانے سے بے نیاز ہو جائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ

---

[1] محمد عبد الحفیظ، مفتی: شمع ہدایت، مطبوعہ کراچی، ص ۹۳ - ۹۴

مکتوبات اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی ملاحظہ جناب والا مناصب بالا مراتب زید کرمہم

وعلیکم السلام : وہ ایک سو ایک اقوال صرف مولوی عبدالباری صاحب کے ہیں، ان میں کوئی لفظ دوسرے کا نہ تھا، توبہ جس طرح کفر سے فرض ہے، یونہی ضلالت سے، یونہی معصیت سے۔ توبہ کے لئے صرف کفر پر اختصار، ضلالت ومعصیت پر اصرار ہے، مولیٰ عزوجل نے واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فرمایا ہے نہ بالکفر معہذا بہت معاصی بعد استقلال سلک کفرہی میں منسلک ہوجاتے ہیں نہ کہ ضلالت نہ کہ بر وجہ استحسانات، حق حق گزارش ہے ہرگز مولوی صاحب پر تعریض وتشنیع کا ارادہ نہیں، بلکہ صرف دو مقصود، دونوں کمالِ محمود، اول خود مولوی صاحب کی خیر خواہی خصوصاً یوں کہ ان کے والد ماجد سے مراسم برادرانہ تھے، دوم یہ امید کہ ان کا ہدایت پا جانا ان شاء اللہ العزیز ہزاروں کا راہِ راست پر آنا ہوگا کہ "فی سقوط العالِم سقوط العالَم"۔ کیا اچھا ہو کہ مولوی صاحب اس مختصر پرچے کو قبول کرکے بعد مہر ودستخط شائع فرمادیں۔

ہاں ان ایک سو ایک میں جو بے فائدہ ثابت ہوجائے اسے کم کرنے کو تیار ہوں مگر انصاف ملحوظ رہے دور از کار نادیلات مکابرہ میں ہوتی ہیں۔ یہ میں نے خیر خواہانہ پیش کئے ہیں نہ مخالفانہ کہ جواب میں تعصب وضد کی حاجت ہو جو انصافاً صحیح ہے، قبولِ حق، اللہ ورسول ومسلمین کے نزدیک فضلِ صریح ہے، یوں بناوٹ کو کہاں گنجائش نہیں ہوتی۔

تمثیلاً ایک بات عرض کردوں نہ اعتراضاً، عبدالماجد کے اشد کفر آپ نے خود ملاحظہ فرمائیے، اس کی نسبت مولوی صاحب نے چھاپا کہ ہم نے خوب تحقیق کرلیا، اس میں کوئی بات کفر کی نہیں، مفتیوں نے کھینچ تان کر کفر لگائے ہیں۔ جب یہاں سے اس تحقیق کا مطالبہ ہوا، ۳ رجسٹریوں کے بعد یہ جواب آیا کہ ہم نے اس سے پوچھا تو نے کوئی کفر کیا ہے؟ اس نے کہا نہ! بس اتنی تحقیق ہمیں بس تھی، ملاحظہ ہو اسے اس خط کے مضمون سے کس درجہ بعد کلی ہے، پھر آپ نے یہ فرمادیا کہ ہم نے بریلی لکھ بھیجا تھا کہ عبدالماجد نے توبہ کرلی، کفر زائل ہوگیا، یہ اس تحریر یہ خط کا صریح مناقض اور طرفہ یہ کہ محض خلاف واقع ہے۔ یہاں آیا ہوا ۱ خط محفوظ ہے، اس میں وہی ہے جو میں نے اس کا خلاصہ لکھا، ذکر توبہ کا ایک حرف بھی اس میں نہیں، ایسی تاویلات نہ ہوں۔

سنا گیا کہ جمعیۃ العلماء کی مستقل صدارت وہابیہ کسی دیوبندی کو دینا چاہتے ہیں، یہ اسلام پر اور بھی اشد ہوگا، مولوی عبدالباری صاحب خود کیوں نہیں اس کے مستقل صدر رہتے کہ بہ نسبت وہابیہ پھر ہم سے قریب ہوں گے اور اسلام پر ان کا سا فتنہ صدمہ نہ ہوگا۔ میری یہ گزارش بھی مولوی صاحب تک پہنچا دیجیے۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ غرہ رجب ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

گرامی ملاحظہ ذی الکرم جناب مولوی ریاست علی خاں صاحب زید کرمہم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ!

(۱) میرے نزدیک یہ کوئی اہم بات نہیں کہ کفریات و ضلالات و محرمات، جدا جدا کردیے جائیں، یہ میری تحریر مفصل سے حاصل ہے، اس کے لیے توبہ کیوں رکے؟ تین فہرستیں بنانے میں ایک بڑا نقص حائل ہے۔ بعض اقوال کفر و ضلال دو یا تین احتمالوں میں دائر ہوں گے

کہ اس صورت پر کفر، اس پر ضلال، اس پر حرام اور در واقع ان میں سے ایک ہی ہوگی، اب اگر انہیں ایک ہی فہرست میں رکھیں باقی صورت یا صور رہ جائیں گی اور ممکن کہ واقع وہی متروک ہو تو نا واقع سے توبہ ہوئی اور واقع سے نہ ہوئی اور اگر ہر فہرست میں رکھیں تو ایک کے دو یا تین قول ہو جائیں گے۔ ایک سو ایک سے عدد بہت بڑھ جائے گا اور بلا وجہ بڑھے گا اور بہر حال غیر واقع سے توبہ کا الزام ہوگا جو بے معنی ہے لہٰذا فہرست یونہی رہے اور جس امر میں شبہ پڑے میرا مضمون مفصل موجود ہے۔

(۲) اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا، کہ یہ آخنس ہی پر رد نہیں بلکہ ہر مُصِر بر اثم بعد الاستتابہ پر، تو یہ فرمانا کہ انحصار کفر کا نہ سہی لیکن منافق کے باب میں تو نازل ہوئی ہے، میں مصداق منافقیت بھی ٹھہرا عجیب ہے۔

(۳) اخنس کا نفاق یقیناً کفر تھا، کفر میں انحصارِ حکم خود نہ مان کر پھر اپنے آپ کو مصداق نفاق نازل فیہ الکریمہ ٹھہرانا سخت اعجب ہے۔

(۴) آیت میں لفظِ اثم مطلق ہے نہ کہ خاص نفاق، اسی کی تفسیر میں مفسرین نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد ذکر کیا ہے کہ سخت گناہ ہے کہ آدمی سے اس کا بھائی اتق اللہ کہے اور وہ جواب دے کہ علیک بنفسک، تفسیر ارشاد العقل دیکھئے، انہوں نے اثم کی تفسیر الفساد والنفاق کی ہے، تفسیر کبیر میں وجہ اول یہی رکھی کہ ذلك الاثم هو ترك الالتفات الى هذا الواعظ وعدم الاصغاء اليه اور وجہ دوم میں بھی صرف کفر نہ لیا بلکہ جہل وعدم النظر فی الدلائل بھی، معالم التنزیل میں اثم کو ظلم سے تفسیر کیا اور وجہ دوم کو بصیغہ ضعف و تمریض بیان فرمایا کہ وقیل معناه اخذته العزة للاثم الذى فى قلبه۔

(۵) مدارک ہی کو دیکھئے آپ نے جو عبارت نقل کی وہ انہوں نے مؤخر رکھی متصل کی مقدم عبارت آپ نے چھوڑ دی کہ حملته النخوة وحمية الجاهلية على

الاثم الذی ینھی عنہ والنمتہ ان تکابہ، دیکھئے ایک تو مطلق اثم لیا جس سے منع کیا جائے، ثانیاً بعد نہی اس کا ارتکاب بتایا، یہ نفاق پر کیونکر صادق کہ وہ قطعاً سابق ہو۔

(۶) لاجرم یہ فرمانا کہ ایک فرد منافقیت کی بھی بڑھائی گئی محض غصہ ہے۔

(۷) یہ اور بھی عجب ہے کہ منافقیت سے توبہ کی بھی شرط جناب نے نہیں لگائی تھی، اگر آپ کے نزدیک منافقیت بھی ہے تو کیا وہ کفریات سے خارج ہے جن سے توبہ مشروط وموعود تھی۔

(۸) فرمایا ممکن ہے کہ کوئی اور فرد بھی بڑھائی جائے، آپ اطمینان رکھیں توبہ لینے کے لئے کوئی شئے کفر وضلال ومعصیت سے باہر نہ بڑھے گی۔

(۹) انا المؤمن حقا کا حصر کہ صرف آپ ہی مسلمان ہیں اگرچہ اس خط کے جو آپ نے حضرت حامئ سنت ماحئ بدعت حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم کو لکھا تھا جس میں تمام مسلمانانِ عالم کا اسلام محض برائے نام بتایا تھا بلحاظِ دیگر مسلمین منافی نہیں مگر خود آپ کے لحاظ سے ضرور منافی ہے، اس میں آپ نے اپنے نفس کو بھی صراحۃً صرف نام کا مسلمان بتایا تھا اور یہ کہ آپ کو کافر سے کچھ وجہ امتیاز نہیں پھر آپ مومن حق کیسے ہو سکتے ہیں نہ کہ آپ ہی مومن حق ہوں۔

(۱۰) نہ میں نے ادعائے عصمت یا حفظ کیا تھا نہ آپ سے محفوظ بننے کی خواہش کی وہ گناہ کہ ان کارروائیوں میں ہو رہے ہیں اور عوام ان میں آپ کے مقلد بن رہے ہیں، ان سے توبہ کو کہا تھا۔

(۱۱) علمائے کرام کا لفظ تو آپ نے بڑھا لیا، میں کسی طرح دہابیہ و دیوبندیہ واشالہم واتباعہم کو کرام نہیں کہہ سکتا نہ جب تک آپ سچے ثابت ہوں

علمائے کرام پر آپ کی صدارت[1] چاہوں۔

(۱۲) ان علماء مصادیق اضلہ اللہ علی علم پر آپ کی صدارت کی وجہ خود اس میں عرض کر دی تھی کہ بہ نسبت وہابیہ پھر ہم سے قریب ہوں گے اور اسلام پر ان کا سا فتنہ و صدمہ نہ ہوگا یعنی شرا ھون من شر۔

(۱۳) یہ بھی غلط ہے کہ باوجود کافر اور منافق جاننے کے منافق کا حال اوپر معلوم ہو لیا اور کفریت قول کافریت قائل نہیں، آپ کا فرق نہ کرنا عجیب۔

(۱۴) ایسے علماء کو سوادِ اعظم اور ان کے مخالف کو شذ فی النار کا مصداق بنانا خود غلو فی الدین وافترا علی الدین ہے۔

(۱۵) بفرضِ باطل اگر وہ مجمع سنی بھی ہوتا تو مشرکین سے وداد و اتحاد حمایت میں ان پر اعتماد ان سے استعانت و استمداد ان کی غلامی و انقیاد جو یہ مجمع کرتا اور عوام سے کرا رہا ہے اس کے بعد سنی نہ رہتا ولو اعجبک کثرۃ الخبیث، کیا ان کفریات و ضلالات و محرمات میں اتباع فرض ہے اور مخالف فی النار، حاشا بلکہ شرعًا وہی اور ان کا متبع شذ فی النار کا سزاوار۔

(۱۶) بفرضِ باطل اگر وہ مجمع سنی ہی رہتا، جن میں اکثر مجاہیل و ناقصین و قاصرین ہیں تو آج کل کے ہندیوں کا قول و عمل حجت شرعیہ ہونا اور وہ بھی ایسی کہ مخالف جہنمی یہ شریعت

---

[1] ہندوستان میں علماء کی تنظیم جمعیۃ علمائے ہند کے بانی حضرت مولانا عبد الباری صاحب تھے اور وہی اس کے مستقل صدر بھی تھے بعد میں دیوبندی علماء نے اپنی دسیسہ کاریوں سے اس پر غلبہ کر لیا اور جمعیت پوری طرح ان کے قبضہ میں چلی گئی، اس کے بعد اس کے متوازی جمعیت قائم کی گئی جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر مرحوم مقرر ہوئے، اس کا پہلا اجلاس امروہہ میں ہوا۔ مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا قطب میاں فرنگی محلی اس میں پیش پیش تھے۔

پر اشد افترا ہے۔

(۱۷) یہ کونسا مسئلہ عقائد کا ہے، فرعیات میں دیکھئے، ہر امام نے کسی نہ کسی قول میں جمہور کا خلاف کیا ہے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدت رضاع میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحلیل متروک التسمیہ عمداً میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ طہارت وحل سور کلب میں امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابطال وضو بفضل زن میں خلاف جمہور ہیں وقس علیہ شذ فی النار وہ ہے جو معاذ اللہ ان کو شذ فی النار بتائے۔

(۱۸) ذرا آنکھ کھولئے کتنی بار تحریراً و تقریراً شائع کر دیا ہے کہ مخالفت ان کفریات و ضلالات سے ہے نہ کہ امداد سلطنت اسلام سے تو اس میں مخالف بنا کر شذ فی النار کا الٹا صیغہ کیسا شدید مکابرہ ہے۔

(۱۹) اسے فرض عین کہنے کا شرع سے ثبوت بھی دیجئے گا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔

(۲۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام نے دعا ہی پر اکتفا فرمائی جب تک حکم جہاد نہ تھا ہمیں بھی حکم جہاد نہیں، آپ خود مان چکے ہیں، دیکھئے اپنا رسالہ ہجرت صفحہ ۲۷، صفحہ ۲۱، صفحہ ۷، حتی کہ صفحہ ۵ پر ہے جدال وقتال کو اس وقت اعانت بہ مال کو مسلمانان ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت، صفحہ ۱۸ پر ہے جب مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے رفقاء کی قوت فنا ہو جائے اس وقت ہمارا فرض ہوگا کہ مدافعت کریں، لوگوں میں جوش پیدا کریں، قطع تعلق سے کام لیں، سودیشی کی تحریک میں حصہ لیں، تو آپ کے نزدیک بھی ابھی ان میں سے کچھ بھی فرض نہیں، پھر مسلمانوں پر منہ آنا اور شذ فی النار کا مصداق بنانا شذ فی النار بننا ہے یا نہیں؟

(۲۱) میں پھر عرض کرتا ہوں کہ محرمات وضلالات وکفریات سے کو آرے، بلے،

لیت ولعل، امروز فردا، آجکل میں ڈالنا سخت مہلک ہے۔ فہرست آپ کے پاس پہنچ چکی ہے، مفصل تحریر دوبارہ مرسل توبہ فرماکر وہابیہ و دیوبندیہ وامثالہم وہنود عنود و جملہ مشرکین و مرتدین وضالین سے پاک ہوکر ہم سے مل جائیے، خالص اہلِ سنت کے جلسے کیجیے، جو چندہ اہلِ سنت کا اس مجمع ضلالات میں پہنچ چکا ہے اسے خالص اپنے قبضہ میں کیجیے، جو تدابیر جائز ومفید وممکن ہوں سب اہلِ سنت مل کر تجویز وترویج کریں پھر دیکھیے کہ ہم غربا آپ کی خدمت کو حاضر ہیں یا نہیں؟ اول تو کفار و مرتدین و ضالین دور ہوکر ظہورِ برکات کی امید ہے اور بالفرض کامیابی نہ ہو تو عذاب سے رہائی اور ثواب کی امید تو ہے۔ واللہ الہادی۔

یہ تیسرا خط ہے، اس کے بعد میں این وآں میں وقت ضائع نہ کروں گا، جیسی دور از کار باتیں اب تک ہوئیں ایسی ہی ہوئیں تو التفات کی حاجت نہ جانوں گا صرف ان دو آیتوں کی تلاوت کافی سمجھوں گا: یاایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

بہت اچھا میں آپ کی خاطر ایک مضمون وسیط حاضر کرتا ہوں کہ نہ بسیط کے دیکھنے سے آپ کو تکلیف ہو جیسے پہلی بار نہ دیکھا، نہ وجیز کی طرح مجرد اقوال بے تفصیل احکام ہوں جس کی آپ کو شکایت ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہار جیت مقصود نہیں، میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان میں جو بے غائلہ ثابت ہو جائے اسے کم کرنے کو تیار ہوں، یہ میرا انصاف ہے۔ آپ اللہ کو مان کر یہ انصاف کیجیے کہ جہاں جہاں غائلہ دیکھیے ان سے فورًا توبہ شائع فرمائیے بعض اگر زیرِ بحث رہیں، ان کے

فیصلے پر قطعی و مسلم سے توبہ کو موقوف رکھئے کہ یہ پھر عناد و اصرار ہوگا اور جن میں شبہ لگے مکابرہ نہ ہو جس کی نظیر پہلے گزارش کرچکا ہوں، غرض جو کچھ کیجیے اللہ عزوجل و حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو حاضر جان کر کیجیے پھر بعونہٖ تعالیٰ دم کے دم میں معاملہ صاف ہے، کیجئے اور جلد کیجئے اور صدقِ دل سے کیجئے جس طرح میں کہتا ہوں کہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔ مسموع ہوا کہ یہاں کے جلسے سے بعض آزاد پابندانِ افساد نے آپ کو روک دیا کہ توبہ نہ کرنا اور ان کی نہ ماننا، توبہ فرعون وممانعتِ ہامان کا حال آپ سے مخفی نہیں، دیکھئے ہمارا آپ کا سچا مالک و مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم۔ ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون ۰ واخوانھم یمدونھم فی الغی ثم لا یقصرون ۰

دن بے وجہ گزرتے جاتے ہیں۔ میں ۱۵ دن یعنی ۱۸ رشعبان روز پنجشنبہ تک انتظار کروں گا وبس۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین آمین۔

فقیر قادری غفرلہ ۴ رشعبان معظم ۱۳۲۹ھ یوم الاربعاء

مولوی ریاست علی خاں صاحب کل یہاں سے تشریف لے گئے لہذا براہ راست آپ کی مرسل اور اب ایک دن کی مہلت اور بڑھائی جاتی ہے، ۱۹ رشعبان روز جمعہ تک یہاں جواب آجانا ضروری ہے، فقط

۴ رشعبان ۱۳۲۹ھ

تحریر متوسط برائے ہدایت توبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں فقیر عبدالباری لکھنوی فرنگی محلی بصدقِ دل اقرار کرتا ہوں کہ :

(۱) کتاب فلسفۂ اجماع تو وہ کفر و ارتداد ہے، اس کے مصنف کو کہنا کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی امر کفر کا ثابت نہ ہوا، کفر ہے۔

(۲) اکابر سادات و علماء و جملہ مسلمین زمانہ کا اسلام برائے نام بتانا اور ان میں اور کفار میں امتیاز نہ ماننا، کفر ہے۔

(۳) اپنے آپ کو بھی ایسا ہی کہنا اقرار کفر و کفر ہے۔

(۴) مبطلِ ختمِ نبوت کو مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنا کفر ہے۔

(۵) جس نے علمِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کی، ابلیس کو صفت خاصہ الوہیت میں خدا کا شریک مانا، مجلسِ میلادِ مبارک کو جنم کنہیا خرافات کہا اسے لکھنا نہایت ادب سے معافی کا خواستگار ہوں، اگر قلباً ہے، کفر اور نیچر کی تہذیب پر ہے تو اضلالِ عوام و سخت شنیع و حرام۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سا علمِ غیب ہر بچے، پاگل، جانور، چوپائے کو ماننے والے دن بھر اپنی نبوت چھپنے کو تسکین بتلانے والے کو خیر اللاحقین بالمہدیۃ السابقین [illegible] اعتقاداً کفر ہے ورنہ اضلال و حرام

(۷) دیوبندی، وہابی مجوزِ کذب خدا کو جس نے اللہ تعالیٰ کا ظالم جاہل چور شرابی ہونا تک جائز لکھا، مولانا صاحب لکھنا اسلامی جلسے کا صدر مسلمانانِ ہند کا شیخ بنانا کفر یا کم از کم اضلال وضلال ہے۔

(۸) وہابی منکرِ رحمۃ للعالمین کو مکرمی جناب مولانا صاحب السلام علیکم لکھنا کلمۂ کفر و اضلال ہے۔

(۹) مجتہد تبرائیان کے جلسۂ تعظیم و تعزیت میں دل سے شرکت کا اظہار اور عدم حاضری کی معذرت کم از کم اضلال وحرام ہے۔

(۱۰) اس کی فاتحہ خوانی کہ توزیعاً حرام وکفر ہے، اس کے جلسے سے دلی تعلق بتانا کہ کم از کم استحسان حرام کا اظہار ہے، اگر واقعی ہے، کفر ورنہ اضلال وحرام ہے۔

(۱۱) تبرائیان زمانہ مرتد ہیں، مرتد کو مسلمان خصوصاً معظم جاننا کفر ہے۔

(۱۲ تا ۱۴) تبرائی کو بلا تقیید مقتدائے مذہب کامیاب ہستی کہنا اس کے محاسن کا اعتراف اس کی تعریف میں رطب اللسان ہونا اقل درجہ اضلال وحرام ہے۔

(۱۵) سنی علماء کی طرف بیخ کنی اسلام دیکھ کر اس پر خوش ہونے کی نسبت کرنا افتراء وحرام ہے اور انہیں واقعی ایسا جان کر سنی علماء کہنا کفر۔

(۱۶) اس بنائے کاذب پر تبرائی کو ان سنی علماء سے بدرجہا بہتر سمجھنا تقلیدِ یہود ہے کہ ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا۔

(۱۷) حکیم الامر سے جس کی طرف اشارہ ہے اسے سنی علماء میں داخل کرنا تحقیقاً کفر ورنہ اضلال وحرام۔

(۱۸) مشرکین سے اتحاد جس طرح ہو رہا ہے، حرام قطعی و کبیرۂ شدیدہ ہے اسے روا جاننا کفر۔

(۱۹) اسے بہ مصلحت ممنوع نہ جاننا شریعت پر افتراء۔

(۲۰) اس میں کوئی نقص نہ بتانا کفر۔

(۲۱ تا ۲۳) اس میں دینی فائدہ[۲۲] اور مسلمانوں کی بہبود بتانا، اسے[۲۳] فرض اسلامی کے لئے ضروری جاننا کذب و اضلال و ابتداع فی الدین ہے۔

(۲۴) اسے محلِ استحسان میں خدا کی حکمتِ بالغہ کا کرشمہ ماننا کلمۂ کفر ہے۔

(۲۵) اس کا حامی ہونا حرام کی حمایت ہے کہ کفر یا اقل درجہ اشد حرام ہے۔

(۲۶) دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ملحوظ رکھنے کا ادعا کذبِ قبیح و اضلالِ صریح ہے۔

(۲۷) مسلمانوں کو اس کے مضبوط رکھنے کی ترغیب کفر یا کم از کم دعوتِ حرام و اغوائے عوام ہے اور حدودِ مذہب کے اندر رہ کر کی قید ایسی ہے کہ مسلمانو حدودِ تقوے میں رہ کر شراب خوری پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔

(۲۸) خدا سے پوری توقع ہے کہ وہ اتحاد کی تمام صورتیں آسان کرنے والا ہے۔ عظیم پہلوئے کفر پر مشتمل ہے جس طرح یہ کہنا کہ خدا سے پوری امید ہے کہ وہ زنا کی تمام صورتیں آسان کرنے والا ہے۔

(۲۹) موالات غیر محاربین میں زیادہ سے زیادہ عصیان ہو، حرام قطعی میں شک کا صاف پہلو ہے اور قطعیات میں شک کفر و ضلال ہے۔

(۳۰) کفار کے ساتھ دل سے متحد ہونا کفر ہے۔

(۳۱) ان سے دلی اتحاد کی غرض رکھنا خواہش کفر ہے۔

(۳۲) اس کی غرض سے ان کی دل آزاری پسند نہ کرنا حکم واغلظ علیھم کی ناپسندی ہے کہ التزاماً کفر ورنہ سخت حرام ہے۔

(۳۳) ان کی مذہبی رواداری کا استحسان کفر ہے۔

(۳۴) اتحاد کے لئے مشرکین کے ساتھ معاشرت میں خلوص کا برتاؤ لازم ماننا

شریعت پر افترا ہے اور بنظر مقصد تو زیادہ کفر و حرام۔

(۳۵) مساعی اسلامیہ میں کفار سے متحد ہونا خود اپنی قید کا ذب امور معاشرتی کار داور کفار کو بطانہ بنانا سخت حرام ہے۔

(۳۶،۳۷) کفار سے خلوص بڑھانے کی درخواست یونہی[۳۷] یہ کہنا کہ میں برادرانِ ہنود سے عرض کرتا ہوں کہ اتحاد خلوص سے ہو، حقیقۃً ورنہ صورۃً تکذیبِ قرآن ہے۔

(۳۸ تا ۴۶) یہ اقوال کہ ہندو ہمدرد، برادرانِ[۳۹] وطن ہمدرد، یقیناً[۴۰] بلامعاوضہ ہمارے ہمدرد بااخلاص[۴۱]، ہمارے[۴۲] دل میں ان کے اخلاص نے گھر کر دیا، مشکل[۴۳] میں انکی ہمدردی خرقِ عادت کی نظیر، مہاتما[۴۴] گاندھی کی ذات، برادرانِ[۴۵] ہند ہماری مصیبت میں ہمدرد، ہماری[۴۶] بے کسی میں ہماری طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والے، خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانے والے، سب بدستور کلماتِ کفر ہیں۔

(۴۷ تا ۵۱) مہاتما گاندھی مہاتما[۴۸] جی، ہندو[۴۹] شریف قوم بے عوض محسن، بہادر[۵۰] قوم مصیبت میں ہمدرد، لفظی[۵۱] شکر گزاری سے غنی، مدح سرائی مشرکین ہے اور وہ بھی جھوٹی کہ سخت حرام ہے۔

(۵۲) مشرک کی عظمت کرنا کہ صراحۃً بالاختیار ہے، حسبِ تصریحِ ائمہ کفر ہے۔

(۵۳) مہاتما کہنا سخت تعظیم مشرک و کلمۂ کفر ہے۔

(۵۴،۵۵) برادرانِ ہند کی عزت، آن[۵۵] کی تنقیصِ شان نہ چاہنا تکذیبِ قرآنِ کریم ہے۔

(۵۶ تا ۵۹) جابجا برادرانِ وطن، برادرانِ[۵۷] ہنود، ہندو[۵۸] بھائی، یہاں تک کہ جن مشرکوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا ان کو[۵۹] بھی بھائی کہنا حرام ہے۔

(۶۰ تا ۶۲) حمایتِ دین میں مشرک کا پس رو بننا، اسے[۶۱] اپنا رہنما بنانا، جو[۶۲] وہ

کسے وہی ماننا سب لائقِ قتل حرام ہے۔

(۶۳) قرآن وحدیث کی عمر بت پرست پر نثار کرنا منافی اسلام ہے۔

(۶۴) پس روئ مشرک کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بتانا کلمۂ کفر ہے۔

(۶۵) ان معاملات سے کہ آیات سیف وغلظت نے نسخ فرما دیئے، استناد جہلاً حرام اور تمرداً کفر ہے۔

(۶۶) کافر اجیر وخود سر میں تسویۂ جواز حکم بالجزاف ہے کہ حرام اور خود اپنی منقولہ عبارت فتاویٰ عزیزیہ کے مناقض وخلاف ہے۔

(۶۷) مصطلحاتِ صوفیہ کے مجازسے بھی حقیقت بت پرستی پر استدلال اور وہ بھی ایسا کہ جسے وہ شکست دیں کہیں اسے فتح دیں بنانا اضلال واضلال ہے۔

(۶۸) اظہارِ حسرت کا پہلوئے بے معنی نکالنا اصرار علی المعصیۃ ہے کہ حرام اور اقراری کفر ہے۔

(۶۹، ۷۰) امرِ دین میں ان مشرکین سے یوں استعانت بہ اعتمادٌ یقیناً حرام ہیں اور انہیں جائز بتانا کلمۂ کفر۔

(۷۱) مسائئ اسلامیہ میں ان کی مددگاری کی توقع بدخواہی اسلام ہے۔

(۷۲) ان کی مدد سے قوت ملنے کا زعم تکذیب قرآنِ کریم ہے۔

(۷۳) ان سے یوں عہدِ موافقت حرام قطعی ہے۔

(۷۴) اسے پورا کرنے کو لازم بتانا شریعت پر افترا ہے۔

(۷۵) اس کے دوام میں سعی حرام پر اصرار ہے کہ اشد حرام اور اقراری کفر ہے۔

(۷۶، ۷۷) عام ملکی فوائد میں ہنود کی تقدیم، وہ چاہیں تو گھر بھی بخشدینا حرام ہیں۔

(۷۸) ان مشرکین سے بر واحسان جائز ماننا شریعت پر افترا ہے۔

(۷۹، ۸۰) قربانی گاؤ کہ بیشک شعارِ اسلام ہے اور جب تک ہنود ہنود ہیں۔

اس کا باقی رکھنا واجب اسے یوں کہنا کہ واجب نہیں ترک کا اختیار ہے غلط حکم بنا کر اضلال ہے۔

(۸۱) خدا اس اتحادِ مقصد کو کامیاب کرے خوشی کفار کے لئے شعائر اسلام مٹنے کی دعا اور منجر بہ کفر یا لا اقل حرام ہے۔

(۸۲) آیۂ وَالْبُدْنَ سے قربانی گاؤ ثابت مان کر اس کے ایمار کا انکار تحریفِ قرآنِ عظیم ہے۔

(۸۳) میں آئندہ گائے کی قربانی نہ دونگا، عام مسلمین میرا اتباع کریں خوشنودی مشرکین کے لئے ترکِ واجب کا عزم اور مسلمانوں کو اس کی طرف دعوت اور حرام ہے۔

(۸۴) میں نے چھوڑ دی اور مشورہ دیا کہ لوگ چھوڑ دیں، اقراری اضلال ہے۔

(۸۵) ہندو اس سے نہیں رو سکتے صریح کذب و وقاحت ہے۔

(۸۶) واجب ہوتا ہے جب بھی ترک ممکن تھا حکم مان کر ابطال و اضلال ہے۔

(۸۷ تا ۹۰) وہ لذیذ نہیں، قیمتی نہیں اور جانور افضل ہیں، پورے جانور کی قربانی بہتر ہے، یہ سب واجب شرعی چھڑانے اور شعار اسلام مٹانے کے لئے اغوا ہے۔

(۹۱) اسی طرح رواداری مذہبی ہوگی تو گائے کی قربانی خود موقوف ہوجائے گی، متعدد پہلو سے کفر و ضلال و حرام ہے۔

(۹۲ تا ۹۶) ہم وطن کا خیال لازم ہے ان کے اخلاق نے یہ بات میرے دل میں پیدا کی، دلی اتحاد کی غرض سے ان کی دل آزاری پسند نہیں، مسلمان اپنے فعل سے ان کا دل نہ دکھائیں۔ مسلمان ضرورت مروت کریں گے، گائے بڑی چیز نہیں حدود اسلام کے اندر رہ کر ہم برادرانِ ہندو کی مرضی کے موافق کر سکتے ہیں، یہ سب ان کی مروت سے قربانی گاؤ چھوڑنا اور اقراراً بھی حرام اور اصراراً اصراری کفر ہے۔

(۹۷) مسلمان خود ہی جس شے کا شائبہ بھی ہو کہ ہندوؤں کو گوارا نہ ہوگا اس سے تحرز کریں جہاں تک مذہب اجازت دے، فنافی المشرکین ہونا ہے اور اللہ و رسول کے ساتھ جو برتاؤ عام مسلمین کا ہے اس سے بھی مشرکوں کو بڑھانے کی خواہش۔

(۹۸) مسلمانوں پر بدگمانی کہ خوشنودی نصاریٰ کے لئے اپنے مذہبی شعار پر مصر ہیں اور اس پر یقین کرنا سخت حرام در حرام ہے۔

(۹۹) اس بنائے فاسد پر یہ زعم کہ ان کی قربانی بلاشبہ حرام جھوٹی آڑ سے تحریم حلال وکلمۂ کفر ہے۔

(۱۰۰) مسلمان اسے نہ چھوڑیں تو انہیں کافر بتانا بھی کلمۂ کفر۔

(۱۰۱) اس کا گوشت مردار بتانا شریعت پر افترا، اور بدستور تحریم حلال سے کلمۂ کفر ہے، ان میں بعض کہ بجائے خود کلمۂ کفر نہ ہوں بحالت استحسان کہ ظاہر ہے اور بحال اصرار اقراری حکم سے سب کفر ہیں۔

ایک سو ایک یہ اور ان کے مثل اور جتنی واقع ہوئیں ان تمام منافیات اسلام و مخالفات احکام سے توبہ کرتا ہوں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد النبی التواب الغفور الاواب و الاٰل والاصحاب وبارک وسلم الیٰ یوم الحساب آمین والحمد للہ رب العلمین۔

تحریر مفصل برائے ہدایتِ توبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ہ و قال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم و یدخلکم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیئٍ قدیر ہ یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم و ماْوٰھم جھنم و بئس المصیر ہ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بنی اٰدم خطاءون وخیر الخطائین التوابون۔

ان آیاتِ کریمہ و احادیثِ صحیحہ کی بناپر فقیر عبدالباری فرنگی محلی عفی عنہ امورِ ذیل بنظرِ اعلانِ حق و اطلاع جملہ برادرانِ اسلام تحریر کرتا ہے واللہ علیٰ ما نقول وکیل۔

اس میں دو فصلیں ہیں۔

فصلِ اوّل

مرتدین کی حمایت و تعظیم

(۱) میرا ایک خط ہمدم لکھنؤ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء میں مصنف فلسفۂ اجتماع کی نسبت شائع ہوا تھا کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی کوئی امر کفر کا مولوی عبدالماجد کے متعلق ثابت نہ ہوا، عبدالماجد کے کفر کا میں قائل نہیں، خواہ مخواہ کی تاویلات سے کفر کا حکم دینا اگر رائج ہو جائے تو کم ایسے ہوں گے جن کے متعلق کہا جائے کہ وہ مسلمان کافر نہیں، وہ جو اربابِ فتویٰ ہیں ان کے اسلام میں گفتگو شروع ہو جائے گی، اب میں اس قابل ہو سکا کہ دیانۃً عبدالماجد کے متعلق رائے دے سکوں، مجھے اطمینان ہو گیا۔ اس وقت تک مجھے اس کے اقوال پر اطلاع نہ تھی، اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ فلسفۂ اجتماع تو وہ کفر وارتداد ہے، مثلاً عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مجہول النسب بچہ کہنا اور یہ کہ توحید کے بعد کسی کو رسول ماننے کی حاجت نہیں اور یہ کہ قرآن اپنے دعوےٰ توحید پر قائم نہ رہا تعظیمِ رسول کا اس میں ایک حرف بھی نہ ہونا چاہیے تھا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں قرآن میں بڑھا لیں وغیرہ وغیرہ۔

اب میں ایماناً تصدیق کرتا ہوں کہ یہ خواہ مخواہ کی تاویلات نہیں بلکہ قطعاً یقیناً بلاشبہ فلسفۂ اجتماع کفر اور اس کا مصنف کافر مرتد ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(۲) ایک عالم نبیل سید جلیل حسیب نسیب حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت خلف رشید اکابر اولیاء کو قبلۂ عقیدت کیشاں و کعبۂ درویشاں لکھ کر اس طرح تحریر کرنا کہ اب اپنا مسلک ظاہر کرتا ہوں کہ زمانہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ کا ہے، اب چاہے آپ ہوں یا میں، عبدالماجد یا مولوی صاحب سب اخیر سے زمانہ کے

محفوظ نہیں، صادق العیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے، تکفیر جملہ امت موجودہ ہوا جاتا ہے اور وہ کفر ہے۔

(۳) اپنے کفر پر اقرار لانا ہے اور وہ کفر ہے اور سباق و سیاق دونوں شاہد کہ خود اور اپنے قبلہ و کعبہ اور تمام مسلمین زمانہ کو عیار نفس اسلام میں کاذب کہا کہ اسلام کا صرف نام ہی نام ہے مسمی مفقود اور کافروں سے ان کے امتیاز کی راہ مسدود۔

(۴) خاتم النبیین کے معنی خود یہی ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب میں آخری نبی ہیں یہی معنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام و سلف صالح سے متواتر اور یہی ضروریات دین سے ہو کر اذہان تمام امت میں دائر و سائر، اشباہ والنظائر میں ہے اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات جو کہے کہ عوام کے خیال میں تو خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا اُس نے نہ صرف تمام امت مرحومہ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عامی و نافہم بتایا، یہ چاروں صریح کفر ہیں، پھر دھوکے کے لئے فضیلت میں بالذات کی قید لگا کر اسی جملہ میں کھول دیا کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا اصلاً کچھ فضیلت نہیں کہ اس معنی پر خاتم النبیین سے مدح صحیح ہی نہ بنائی۔ اس کے متصل صاف کہا کہ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے، یہ پانچواں کفر ہے۔ پھر اور بڑھ کر کہا کہ اسے فضائل میں کچھ دخل نہیں یعنی خود کسی طرح فضیلت ہونا درکنار کسی فضیلت کی مؤید بھی نہیں، یہ چھٹا کفر ہے۔ پھر کہا اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے دوسرے رسول اللہ کی جانب نقصان قدر کا احتمال

کیونکہ ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، یہ ساتواں اور آٹھواں کفر ہے۔ پھر اسی معنی کی بنا پر کہا اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام میں متصور نہیں۔ یہ نواں کفر ہے۔ جب یہی معنی قطعاً ضروریاتِ دین سے ہیں تو ساری امت مرحومہ کے طور پر خدا زیادہ گواہی نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایسے ویسے ٹھہرے اور عبارتِ قرآن بے ربط والعیاذ باللہ تعالیٰ، پھر خاتم النبیین کے معنی بھی بالذات گڑھے اور انبیاء کو نبی بالعرض ٹھہرایا، یہ قرآنِ عظیم کی تفسیر بالرأے اور اللہ عزوجل پر افترا ہے۔

صفحہ ۳۴ میں اپنے اس الحاد کا یہ عذر کیا کہ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم اس مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور اگر کسی طفلِ نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہو گیا۔ صحابہ کرام سے اب تک تمام امت کو عقیدۂ ایمانیہ قرآنیہ میں کم التفات اور اس کی فہم میں قاصر اور بے ٹھکانے بات کہنے والے مانا۔ یہ دسواں، گیارہواں، بارہواں کفر ہے۔ نہیں نہیں یہ تینوں الزام خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہیں، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آیت کے معنی حضور وہ سمجھے جو اس طفلِ نادان نے گڑھے قطعاً وہی ارشاد فرمائے جن کو یہ نتیجہ کم التفاتی اور فہم کی نارسائی اور بے ٹھکانے بات کہتا ہے، یہ سخت تر تیرہواں، چودھواں، پندرھواں کفر ہے۔

پھر کہا صفحہ ۱۶ - اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ یہ سولہواں کفر ہے۔ پھر صفحہ ۳۳ پر صاف تر کہا اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یہ سترھواں کفر ہے۔ صفحہ ۳ و صفحہ ۹ پر خود براہِ فریب کہا تھا کہ ختمِ نبوت بمعنے معروض کو تاخرِ زمانی لازم ہے۔ اب اسے منتفی فرض کیا تو قطعاً ملزوم بھی منتفی ہو گیا۔ ختمِ زمانی اور اس کا تراشیدہ ذاتی کچھ نہ رہا اور خاتم ہونا بدستور

باقی رہا، یہ دونوں جگہ اس کا اٹھارواں، انیسواں کفر ہے۔ ختم نبوت کہ تمام مسلمان باجماع اسے قرآن عظیم سے ثابت مانتے آئے، قرآن کریم سے بالکل نکل گیا کہ وہ تو مرادِ قرآن نہیں ورنہ خدا زیادہ گو ہوا در قرآن بے ربط اور نبی بے قدر اور جو مرادِ قرآن ہے اس سے یہ لازم بھی نہیں ورنہ اس کے انتفا سے وہ باقی نہ رہتا تو قرآن اس سے خالی رہا۔ یہ بیسواں کفر ہے۔ غرض بلاشبہ فتوائے علمائے حرمین شریفین حق ہے کہ یہ شخص کافر مطلق ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اسے[1] مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنا کفر واضح وظاہر۔

(۵) جس نے کہا شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان کو یہ وسعتِ علم نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ علم محیط زمین بلاشبہ فضیلت ہے، اس فضیلت میں شیطان کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ترجیح دینا اس کا پہلا کفر ہے۔ شیطان کی وسعتِ علم نص سے ثابت ماننا اور حضور کی وسعتِ علم بے ثبوت جاننا دوسرا کفر ہے۔ پھر جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اسے ثابت ماننے کو ایسا شرک کہا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں تو ضرور اسے صفت خاصۂ الوہیت مانا، پھر اسی منہ میں اسے ابلیس کے لئے ثابت جانا تو بداہۃً ابلیس کو خدا کا شریک ٹھانا یہ تیسرا کفر ہے۔ پھر اتنی بڑی فضیلت عظیمہ کہ صفت خاصۂ الوہیت سے اتصاف ابلیس کے لئے ثابت اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے مسلوب، یہ چوتھا کفر ہے۔ ضرور فتوائے علمائے حرمین شریفین حق ہے کہ یہ شخص کافر مطلق ہے اور

---

[1] رسالۂ ہجرت، صفحہ ۵ و صفحہ ۳۴۔

جو اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے[1]، ایسے کو اسلامی خطابوں سے مخاطب کرنا اور کہنا نہایت ادب سے معافی کا خواستگار ہوں، کم از کم کبیرۂ شدیدہ اور مسلمان جان کر ہے تو صریح کفر۔

(۶) جس نے کہا بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص؟ ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (الیٰ قولہ) نبی غیر نبی میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اس نے بے شک نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سخت گالی دی اور علمِ اقدس کی شدید توہین کی جس کے قاہر بیان وقعات السنان وغیرہا میں ہیں، بے شک فتوائے علمائے حرمین شریفین حق ہے کہ یہ شخص کافر مطلق ہے، جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر[2] اور اسے خیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین کہنا کفر ظاہر۔

(۷) جس نے کہا جہل ظلم چوری شراب خوری سے معارضہ نافہمی ہے، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے۔ اس نے اللہ کا جہل ممکن مانا یہ اس کا پہلا کفر ہے ظلم کے ایک معنی ہیں ملکِ غیر میں بے جا تصرف، وہ اس معنی پر بھی ضرور مقدورِ عبد ہے تو اسے بھی اپنے رب کے لئے ممکن ماننا تو ضرور ہے کہ غیر خدا بمقابلۂ خدا مالکِ مستقل ہو، جس کے ملک میں خدا کا بے جا تصرف پرائے ملک میں تصرف ہو اور وہ نہ ہوگا مگر خدا، کہ عباد اور ان کی ملکیں سب ملکِ خدا ہیں تو ضرور دوسرا خدا مانا، یہ اس کا دوسرا کفر ہے۔ پھر عبد لاکھوں پر ظلم کر سکتا ہے تو اس کے خدا کے مقابل بھی لاکھوں مالک مستقل ہوں گے تو لاکھوں خدا ہوئے۔ یہ تیسرا بلکہ لاکھوں کفر ہے، پھر خدا کے لئے چوری کرنا جائز بتایا، یہ چوتھا کفر ہے۔ چوری نہ ہوگی مگر مالِ غیر کی تو

---

[1] رسالۂ ہجرت، صفحہ ۷

[2] رسالۂ نظامیہ

یوں بھی خدا کے سوا دوسرے کو مالک ماننا، یہ پانچواں کفر ہے۔ پھر انسان ہزاروں کی چوری پر قادر تو اس کے معبود کے مقابل ہزاروں مالک مستقل ہوں گے تو ہزاروں خدا ہوئے، یہ چھٹا بلکہ ہزاروں کفر ہے۔ پھر انسان کا شراب پینا نہیں مگر اسے منہ کی راہ سے اپنے جوف میں داخل کرنا تو اس کے معبود کے منہ ہوا یعنی وہ سوراخ جس میں کھانے پینے کی چیزیں باہر سے ڈالی جائیں، یہ ساتواں کفر ہے۔ اس کے پیٹ ہوا کہ کھانا پانی منہ کی راہ سے اس میں ڈالا جائے، یہ آٹھواں کفر ہے۔ اس کا معبود صمد نہیں کھکھل ہوا یہ نواں کفر ہے۔ پھر لاکھوں فواحش عیوب نجاستیں خباثتیں ذلتیں فضیحتیں عبد کے لئے ممکن ہیں وہ سب اس کے معبود کے لئے ممکن ہوئیں، یہ دسواں بلکہ لاکھوں کفر ہے، شک نہیں کہ یہ شخص کافر اور اسے مولانا صاحب کہنا اور اپنے زعم کے اسلامی جلسوں کا صدر بنانا اور مسلمانان ہند کا صدر شیخ ٹھہرانا، سب کفر ظاہر۔

(۸) جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا منکر ہے اور نمبر ۴ سے ۷ تک کے مرتدوں کو مسلمان کہتا بلکہ ان سے ہم عقیدہ ہونے کا مقر ہے اور ان کے سوا صدہا کفریات[۱] کا قائل جن کا بیان چابک لیث سے ظاہر ہے، وہ بھی بیشک کافر اور اسے مکرمی جناب مولانا صاحب السلام علیکم لکھنا کفر ظاہر۔

(۹)[۲] تبرائی روافض حسب تصریح کتب معتمدہ اور خود میرے اقرار سے کہ میں نے ۱۳۳۱ھ میں بریلی جا کر کیا مرتدین ہیں ان میں کسی کے جلسۂ تعظیم و تعزیت میں دل سے شرکت اور خود اسی دن اپنے یہاں موت ہو جانے کے سبب شرکت جسمانی سے محرومی

---

[۱] رسالۂ ہجرت ص ۲۸، ۳۴ و رسالہ گاؤ ص ۲۸، ۲۹ [۲] رسالۂ ہجرت ص ۱۶ -

[۳] ۹ تا ۱۷ خط مطبوع ہمدم -

کی معذرت حدیث اذا ماتوا فلا تشہدوھم کی مخالفت کے علاوہ تعظیم کفر ہے۔

(۱۰) مرتدین کی فاتحہ خوانی کفر ہے اور بحکم ہر حدیث ہر جلسۂ خیر و شر کا پسند کرنے والا اس میں شریک جلسۂ خیر کے ثواب اور جلسۂ شر کے عذاب میں پورا حصہ دار ہے نہ کہ خالص دلی تعلق رکھنے والا۔

(۱۱) مرتد کو مسلمان کہنا کفر ہے۔

(۱۲) بلا اضافت بہ مرتدین مقتدائے مذہب کہنا کامیاب ہستی کہہ کر ھم الفائزون میں داخل کرنا۔

(۱۳) اس کے محاسن کا اعتراف کرنا۔

(۱۴) اس کی تعریف میں رطب اللسان ہونا موجب غضب جبار و لرزشِ عرش کردگار ہے۔

(۱۵) سنی علماء پر افترا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے اسلام کی بیخ کنی کو دیکھا اور اس پر خوش ہوئے اور اگر عیاذاً باللہ ایسا ہوتا تو انہیں سنی علماء کہنا کفر۔

(۱۶) لہٰذا یوں کہنا کہ میں ان شیعہ مجتہد کو ان سنی علماء سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں یہود کی شاگردی تھی جو مشرکین کو کہتے ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلاً یہ مسلمانوں سے زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں۔

(۱۷) حکیم امت کہلوانے سے جدھر اشارہ ہو اسے سنی علماء میں داخل کرنا جدا کفر تھا۔

فصلِ دوم[1] ——— مشرکین سے اتحاد

(۱۸) مشرکین سے اتحاد و وداد، دوستی، موالات کہ سب کا حاصل ایک ہے بلکہ

---

[1] اصل میں علامت ص سے صفحۂ رسالہ قربانی گاؤ مراد ہے اور علامت صعہ سے صفحۂ خطبہ صدارت ۱۲

اتحاد سب میں زائد ہے حرام قطعی وکبیرۂ شدیدہ ہے، اس کا استحلال بلکہ استحسان صریح کفر ہے اور یہ کہنا کہ میں نے اتحادِ ہنود میں کوئی فعل خلافِ شرع روا نہیں رکھا، سخت عجیب۔ سبحٰن اللہ! مشرکین سے اتحاد خود ہی سخت حرام اشد کبیرہ ہے اس میں اور کسی گناہ کی آمیزش کی کیا حاجت؟ یہ ان قیامت خیز ناپاکیوں سے براءت کی پیش بندی ہے جو شیاطین عوام نے اس ملعون اتحاد میں کیں مثلاً مشرک کی ٹکٹی اٹھانا[۱]، اس کے ماتم میں مساجد کو بے چراغ کرنا، سروپا برہنہ اس کی مغفرت کی دعا مسجد میں کرنا مشرکوں کو مساجد[۲] میں واعظ مسلمین بنانا، مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے مسندِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چرھانا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لیجانا، دونوں کی پوجا کرنا، ماتھوں پر قشقہ لگوانا، رام لچھمن پر پھول چڑھانا، مشرک کی جے پکارنا، خطبۂ جمعہ میں مشرک کا نام مقدس ذات پاکیزہ خیالات کہہ کر داخل کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ افترا کہ جب حضور مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو کفارِ مدینہ سے آپ نے اتحاد کیا ایسا اتحاد کہ مسلمانوں اور کفار کو امۃ واحدۃ فرمایا یعنی ایک دوسرے سے ایسے مل جاؤ کہ گویا ایک قوم ہو جاؤ، مشرک کو نبی بالقوہ بتانا، رضائے ہنود کو رضائے معبود بتانا، ایسے مذہب کا ایجاد جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرے، پریاگ وسنگم معابد مشرکین کو مقدس علامت بنائے وغیرہا کفریات ملعونہ مگر انصافاً یہ آگ اسی ملعون اتحاد ہی نے لگائی۔ تیرہ سو برس سے کبھی کلمہ گو ان خبیث ناپاکیوں کے مرتکب ہوئے تھے پھر ہندو اتحاد کے اتحادیوں نے جیسا جیسا اس کے پھیلانے میں ملک کی زمین کو سر پر اٹھالیا اس کا ہزارواں حصہ بھی ان کفروں کی بندش میں جوش نہ دکھایا، لاجرم

---

[۱] یہ حرکت مسٹر شوکت علی خاں نے کی تھی۔ [۲] مسجد خیرالدین امرتسر اور جامع مسجد دہلی میں گاندھی جی سے تقریر کرائی گئی اور ان کو منبر پر بٹھایا گیا۔ ۱۲ (مؤلف)

وہ سب انھیں کے سر ہیں فانما علیک اثم الاریسیین۔

(۱۹) یہ کہنا کہ مصلحت[مث] ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں، اللہ و رسول و شریعت پر افترا ہے۔

[مث]

(۲۰) اور اس سے بھی عام تر ہے کہ مسلمان رہ کر اتحاد پیدا کرتے ہیں کوئی نقص نہیں، یہاں شرطِ مصلحت بھی نہ لگی اور نفیِ مطلق نقص نے کراہت تنزیہی تک نہ رکھی۔

[مث]

(۲۱ و ۲۲) اور ترقی ہوئی کہ اتحاد سے ہمارا دینی فائدہ مدِ نظر ہے، مجھے بڑی مسرت ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد ہو گیا، اس میں فریقین کی بہبودی ہے، یہ کم از کم استحباب کا درجہ آگیا۔

[معا]

(۲۳) اور پوری ترقی ہوئی ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اب وہ حرام قطعی واجب ہو گیا نہیں نہیں بلکہ فرض، کہ ایک[۳] فرض اسلامی کے لئے ضرورت ہے۔

(۲۴) اتحاد خدا کی حکمتِ بالغہ سے ایک حکمت کا کرشمہ ہے اس کے اثر سے خواہ مخواہ اگر خدا نے چاہا گائے کی قربانی از خود چھوڑ سکتے ہیں۔ حکیم عزوجل کے ہر فعل میں حکمتِ بالغہ ہے یہاں تک کہ تخلیق کفر و کافریں ؎

دوزخ گرا لبوز دگر بولہب نباشد

مگر یہ محل مدح اتحاد میں تھا اس کی نظیر یہ ہو سکتی ہے کہ رنڈیوں کے چکلے میں خدا کی ایک حکمتِ بالغہ ہے، اس کے اثر سے خواہ مخواہ اگر خدا نے چاہا نکاح کی علت از خود چھوڑ سکتے ہیں، یہ حکمتِ الٰہی کی توہین ہوئی۔

[۲۲]

(۲۵) بلا شبہ صحیح ہے کہ میں ہندوؤں کے اتحاد کا حامی ہوں، یہ اللہ واحد قہار سے خم ٹھوک کر لڑائی لینی ہے، اس کے اعدا سے اتحاد ضرور اس کے اولیاء سے عناد ہے اور وہ فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب۔

(۲۶) ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان اللہ عدو للکفرین اس کی محبت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ اس کے دشمنوں سے مل کر ایک ہو گئے۔

(۲۷) مسلمان حدود مذہب کے اندر رہ کر اتحاد کو مستحکم و مضبوط کر لیں؛ یہ مسلمانوں کو اضلال و اغوا رتھا مسلمانوں کا مذہب اتحاد مشرکین کو حرام وکفر بتا رہا ہے۔ حدود مذہب میں رہ کر اس کی ابتدا ہی محال ہے نہ کہ استحکام، اس کی نظیر یہی ہے کہ مسلمان حدود تقوے میں رہ کر شراب خواری پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں۔

(۲۸) خدا سے پوری توقع ہے کہ وہ اتحاد کی تمام صورتیں آسان کرنیوالا ہے، یہ کہنا کہ خدا سے پوری امید ہے کہ وہ زنا کی تمام صورتیں آسان کرنے والا ہے، کفر سے کتنا نیچے رکھتا ہے۔

(۲۹) موالات غیر محاربین زیادہ سے زیادہ عصیان ہو نصوص قطعیہ قرآنیہ ہیں کہ مطلقاً ہر کافر سے موالات سخت کبیرہ ہے اور اسی کا اس درجہ استحسان ہو رہا ہے، یہ بہر حال کفر ہے۔

(۳۰ و ۳۱) ہم دل سے ان سے متحد ہونا چاہتے ہیں۔ ب میں دلی اتحاد کرنے کی غرض سے ان کی دل آزاری پسند نہیں کرتا، صوری اتحاد حرام تھا اور دلی قطعاً کفر۔

(۳۲) واغلظ علیھم، ولیجدوا فیکم غلظۃ میں ضرور ان کی دلآزاری کا حکم ہے، حکم الٰہی کو ناپسند کرنا مسلمان نہیں رکھتا۔

(۳۳) اگر اتحاد قائم رہا اور اسی طرح رواداری مذہبی ہوئی تو گائے کی قربانی میں اہمیت نہ رہے گی، وہاں تک معاشرتی امور کی ٹٹی تھی اب صاف ان کے مذہب کا روا رکھنا آگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳۴) ہندو مسلم اتحاد کی غرض سے معاشرتی امور میں ان کے ساتھ خلوص کا برتاؤ

ہم پر لازم ہے۔ وہاں تک تو چاہنا ہی تھا اب وجوب ہو گیا۔

(۳۵) مشاغلِ اسلامیہ میں سب متحد ہو کر کام کریں گے۔ یہ امور معاشرتی کا جواب ہے اور ساتھ ہی اطاعتِ احکام کو جواب ہے۔

(۳۶ تا ۴۶) ہندو اس قسم کے تعلقات خلوص سے بڑھائیں کہ گائے کی قربانی کا خیال ہی مسلمانوں کو نہ آئے۔ ب میں برادرانِ ہنود سے عرض کرتا ہوں کہ اتحاد خلوص سے ہو۔ ج ہندو اپنی ہمدردی کا عوض نہ مانگیں۔ د میں برادرانِ وطن کو ان کی ہمدردی کی اجرت دے کر ان کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا۔ ھ ہم کو یقین ہے کہ ہم سے کوئی معاوضہ ہمارے ساتھ ہمدردی کا برادرانِ وطن نہیں چاہتے۔ و ان کے اخلاص کا یہ عوض ہے کہ ہم ان کو اجیر فرض کر کے ان کا بدلہ دیں۔ ز ہمارے دل میں ان کے اخلاص نے گھر کر لیا ہے۔ ح یقیناً مشکل زمانہ میں غیر مسلم کی ہمدردی کو خرقِ عادت سمجھتا ہوں، ہندوؤں میں اس کی نظیر دی جاسکتی ہے وہ مہاتما گاندھی کی ذات ہے۔ ط برادرانِ ہند کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونتِ حق سے گریزاں تھے۔ ی انہی کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے۔ ک وہ تنہا در قوم خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے۔ یہ تمام و کمال قرآنِ عظیم کی تکذیب ہے مشرک اور مسلمانوں کا ہمدرد۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر، وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بیشک عداوت ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے اور فرماتا ہے ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون۔

وہ تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور زبان بدی کے ساتھ تمہاری طرف پھیلائیں گے اور ان کی خوشی تو یہ ہے کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ، والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

(۴۷ تا ۵۱) وہ مسٹر گاندھی کی ذات ہے۔ ب مہاتماجی۔ ج ہندو شریف قوم ہے وہ کبھی کسی عوض کے طالب نہیں۔ د وہ بہادر مصیبت کے وقت ہمدرد ہے۔ ہ نہ متعلقی شکر گزاری کی محتاج۔ حدیث کا ارشاد ہے اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلک العرش مشرکوں کی مدح کس قدر سببِ غضبِ جبار و لرزشِ عرش کردگار و موجبِ عذابِ نار ہوگی اور وہ بھی جھوٹی کہ کسی عوض کے طالب نہیں۔ ب نہ شکر گزاری کے محتاج یعنی اپنے وقت کے حیدرِ کرار ہیں کہ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولا شکورا ہم خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں نہ عوض چاہیں نہ شکر گزاری۔ ج شریف بہادر قوم۔ د ہماری مصیبت میں ہمدرد۔ اور سب سے بڑھ کر مہاتما ہے، اس کا بیان آگے آتا ہے، جھوٹی تعریفیں اگر مسلم کی ہوں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ احثوا فی وجوہ المداحین التراب مداحوں کے منہ میں خاک جھونکو، مشرکوں کی ہوں تو منہ میں آگ جھونکنے کا حکم چاہیئے۔

(۵۲) مہاتماجی کہتے تو نہ چھوڑتا میں مذہب کا پابند ہو کر ان کی عظمت کرتا ہوں، مشرک کی تعظیم حرام و کفر۔ سب میں ہلکے احکام والا کافر ذمی ہے اور سب میں ہلکی تعظیم سلام۔ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے لو سلم علی الذمی تبجیلا کفر لان تبجیل الکافر کفر۔ درمختار، اشباہ۔ تنویر الابصار۔ منح الغفار وغیرہا۔

(۵۳) فتاوےٰ ظہیریہ و اشباہ و درمختار میں ہے اگر مجوسی کو تعظیماً اے استاذ!

کے کافر ہو جائے گا لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر، استاذ کہنے پر یہ حکم ہے، مہاتما یعنی روحِ اعظم کہنے پر کیا حکم ہوگا؟

(۵۴، ۵۵) عقلائے ہند کی عزت و حمیت۔ ب میں برادرانِ وطن کے مرتبے کو گھٹانا نہیں چاہتا علاوہ اور تنقیص شان یہ قرآنِ عظیم کی تکذیب ہے قال تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون عزت خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے ہاں ان منافقوں کو خبر نہیں وقال تعالیٰ ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین۔ بے شک اللہ و رسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں وقال تعالیٰ اولئک ھم شر البریۃ۔ وہ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں۔

(۵۶ تا ۵۹) جابجا برادران وطن۔ ب جابجا برادران ہنود مراد عام ہندو ہیں، نہ ان کا کوئی خاص فرقہ کہ اضافت لامیہ ہو۔ ج متفق دستخطی تحریر میں ہے ہندو بھائی د یہاں تک کہ مسلمان ہندو نادان بھائیوں کے ہاتھ سے مظالم اٹھاتے چلے آئے ہیں، قاتل ہندو بھی بھائی، مشرکین سے مواخات حرام ہے، اللہ عزوجل مسلمانوں کو آپس میں بھائی فرماتا ہے انما المؤمنون اخوۃ کافروں کا بھائی منافقوں کو بتاتا ہے الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا۔

(۶۰ تا ۶۳[1]) فقیر نان کا پریشن کے مسئلے میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے ب ان کو اپنا راہ نما بنالیا ہے، ج جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں د میرا حال تو

---

[1] ۶۰ تا ۶۴ خط مطبوعہ فیصلہ گاندھی، شائع کردہ حسن نظامی۔

سرِ دست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت
رفتی و نثارِ بت پرستی کردی

نان کاپریشن کو ترک موالات کہا جاتا ہے، اس پر آیات ترک موالات پیش کی جاتی ہیں تو ضرور فرض مذہبی ہوا اس میں مشرک کو رہنما بنانا مشرک کی تقلید کرنی، اسے اپنا امام بنانا خود اس کے پس رو ہونا، اس کی اطاعت اور وہ بھی بروجہ کلی کرنا، اپنے آپ کو اس کے ہاتھ میں دے دینا، قرآن وحدیث کی عمر اس پر نثار کر دینا، یہ سب حرام ومناقض ومنافی احکامِ اسلام ہے قال تعالیٰ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۔ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ۔ ھل ینظرون الا ان یأتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور ۔ وقال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین ۔ بل اللہ مولٰکم وھو خیر النٰصرین ۔ وقال اللہ تعالیٰ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۔ مشرک کا پس رو اسے اپنا امام وہادی بنانے والا روزِ قیامت اسی کے گروہ میں پکارا جائے گا قال تعالیٰ یوم ندعو کل اناس بامامھم ۔

(۶۴) حرام کا مرتکب جب اسے حرام جان کر مرتکب ہو فاسق مستوجبِ جہنم ہوتا ہے مگر جب اپنے اوپر سے دفعِ الزام کے لئے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس میں شریک کرے، حرام کو سنتِ نبوی بنائے تو حکم سخت اشد ہو جاتا ہے، زمین کا راستہ کوئی مسئلہ شرعیہ نہیں، کبھی قرآن وحدیث نے اس سے بحث نہ فرمائی کہ فلاں جگہ سے فلاں مقام

کو راستہ یوں جاتا ہے، اس کا یہ پتا ہے یہ محض امرِ دنیاوی ہے اور باعتبارِ توسل نہ صرف فرض یا مستحسن بلکہ حرام و کفر تک ہے لیکن نان کوآپریشن کو ترکِ موالات کہا جاتا ہے اور ترکِ موالات خود فریضہ شرعیہ ہے۔ قرآن و حدیث نے اس کے طریقے بیان فرما دیئے، اس کے معالم بتا دیئے، ان کو ناکافی سمجھنا اور اس میں مشرک کا پس رو بننا اور اسے زمین کے راستے پر قیاس کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ یہ بلاشبہ قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرست پر نثار کرنا ہے کہ ان سے جو حاصل ہوا بے سود تھا، مطلب کے وقت کام نہ آیا اور مشرک نے حق کا راستہ دکھایا لہٰذا اسے اس کے سر صدقے کر دیا کہ ہمیشہ بیکار چیز مفید شے پر تصدق کی جاتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ زید کا پیر جس نے راستہ نہ دیکھا حج کو گاڑی میں جائے، گاڑیبان مشرک کو راستہ معلوم ہے، اب زید مشرک کو اپنا مطوف بنا کے مناسکِ حج میں مشرک کا پس رو ہو جائے، جو کچھ وہ بتائے اسی پر عمل کرتا جائے کہ ہمارے پیر نے جو راستہ جاننے میں اس پر اعتماد کیا تھا یا مشرک کو نماز میں امام کرے کہ گاڑی چلانے میں وہ پیر کے آگے تھا۔

(۶۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اریقط کو قبل آیاتِ سیف و غلظت (جنہوں نے حسبِ تصریح امام عطار بن ابی رباح استاذِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگلی سب درگزروں کو منسوخ فرما دیا) ساتھ لیا تھا اور منسوخ سے سند لانا حماقت اور اس پر عمل کرنا ضلالت، تو یہ کہنا کہ دلیل جواز اس کی فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے، شرعِ مطہر پر جرأت ہے۔

(۶۶) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے نوکر رکھا تھا اور کافر اجیر و خودسر کے حکم میں جانبِ جواز فرق نہ ہونا بے دلیل ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے استناد نقیض سے استمداد ہے، انہوں نے لکھا ہے میں ایک حکم بنایا اس میں کہ عند التحقیق آں ہم خالی از حرمت نباشد خصوصاً دریں زماں کہ خیلے موجبِ مفاسدِ دینی می گردد و اقل مفاسد مداہنت

درانکار برافاعیل منکرۂ ایشاں و مناصحت و خیر خواہیٔ ایشاں و تکثیر سواد و تقویت شوکت ایشاں و تعظیم مفرط و اظہار محبت مفرط اینہا الیٰ غیر ذٰلک۔ اس اتحاد مشوم میں یہ سب مفاسد ہیں اور ان سے بہت زائد۔

(۶۷) بہت اشعار جہال بناکر اکابر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں حضرت خواجہ حافظ کا شعر بتاتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام!

اگر شعر[حاشیہ] ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند   آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

طرق معتمدۂ شرعیہ پر حضرت امیر خسرو سے ثابت نہیں تو اس سے استناد مردود ہونا واضح ورنہ وہ یقیناً اور اسی طرح سرمد کا کلام مصطلحات صوفیہ پر ہے جس طرح کلام حافظ میں وظیفۂ شراب خوری سخت بے دین ہوگا وہ جو انہیں معانی لغویہ پر محمول کر کے برانڈی پینا اور بت پوجنا شروع کر دے کہ حافظ و خسرو جو فرما گئے ہیں اس خط میں بت اور پرستش یقیناً معانی حقیقیہ پر ہیں کہ گاندھی ضرور بت پرست ہندو ہے اور سرمد نے تو اس معنی مجازی کو بھی اپنے نفس پر ملامت میں کہا اور شکست دین بتایا کہ ؎

سرمد در دین عجب شکستی کردی   ایماں بفدائے چشم مستی کردی

اس کے بعد وہ شعر ہے اور یہاں معنی حقیقی کو فتح دین و اصلاح دین بنایا گیا ؏

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

(۶۸) یہ بناوٹ[حاشیہ] کہ یہ شعر اس حسرت کے ظاہر کرنے کے لئے لکھا جو مشاہیر علماء و بعض اہل اسلام کی بے اعتنائی سے ہندو مسلم اتحاد پر ہوئی سخت بے معنی ہے، ہندو مسلم کا اتحاد حرام و کفر تھا، علماء و مسلمین پر اس سے جدائی فرض تھی، اس ادائے فرض و تحفظ اسلام کی

ناگواری حسرت لائے اور عمر قرآن وحدیث پر غصہ اتارا جائے نثار مشرک کردی جائے ہاں یوں بے معنی نہیں کہ قرآن وحدیث ہی نے علماء و مسلمین پر اتحادِ مشرکین حرام کیا تو یہ ساری کھنڈطت انہیں نے ڈالی لہٰذا ان پر غصہ وجہ سے ہوا۔

(۶۹ و ۷۰) شرعًا ایسے وقت استعانت و اعتماد جائز ہے ، حاشا دونوں حرام ہیں قال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا وقال تعالیٰ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون ۔ استعانت وقت حاجت اگر جائز ہے تو دبے ہوئے مقہور ذمی سے۔ ائمہ فرماتے ہیں اس طرح جیسے کتے سے شکار میں (دیکھو شرح سیر صغیر امام سرخسی) یہ استعانت جو اپنے سے بگڑے کر رہا حربی مشرکوں سے ہو رہی ہے قطعًا حرام ہے اس کا مفصل بیان المحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔

(۷۱) توقع ہے کہ آپ حضرات (ہنود) جس طرح ہم سے ملنے آئے ہیں اسی طرح مساعیٔ اسلامیہ میں معین و مددگار ہوں گے اور سب متحد ہو کر کام کریں گے۔ یعنی یہ نہ سمجھنا کہ استعانت کسی دنیوی معاملے میں کی ہے نہیں بلکہ خاص مساعیٔ اسلامیہ میں کہ ارتکابِ حرام و اصرار اسلام میں کوئی شبہ نہ رہے۔ تفسیر ارشاد و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ کریمہ لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء ہے نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ پھر اتحاد دونوں میں ہے ناممکن کہ ایک متحد ہو اور دوسرا مغایر تو ضرور یہ ٹھہری کہ ہنود مساعیٔ اسلامیہ میں معین ہوں اور مسلمان مساعیٔ شرک میں ورنہ ہندو کیا ایک ہاتھ کی تالی بجوائے لیتے ہیں۔

(۷۲) ہندوؤں کی مدد سے جو قوت ہوئی قابلِ مسرت ہے۔ یہ قرآنِ عظیم کی صریح مخالفت اور بحکمِ قرآن منافقوں کی خصلت ہے، قال تعالیٰ بشر المنٰفقین بان لھم

عذابا الیما ہ الذین یتخذون الکٰفرین اولیآء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ہ

(۷۳ تا ۷۵) عہدِ موافقت ہو گیا ب ہم کو اسے پورا کرنا لازمی ہے ج میں اس کے برقرار رہنے کا ہمیشہ ساعی رہوں گا۔ یہ سب نئی شریعت گڑھنا اور اللہ و رسول سے آگے بڑھنا ہے۔ ان مشرکین سے جو معاہدہ ہو ہرگز نہ شرعی نہ اس کا پورا کرنا لازم بلکہ حرام اور اس کے قیام میں سعی حرام۔ بدائع و ہدایہ و کافی و تبیین وغیرہا معتمدات شاہد ہیں کہ غیر ذمی کافروں سے معاہدہ صرف بوقت بقدرِ ضرورت التوائے قتال کے لئے ہوتا ہے وہ بھی ان کی طرف سے جن سے کفار کو اپنے قتل کا خوف ہو اور اس میں بھی فرض ہے کہ ان کے قتل کے سامان تیار کرتے رہیں، بالکل عزمِ قتل چھوڑ بیٹھنے کا معاہدہ حرام ہے نہ حربی سے کوئی معاہدہ ہمیشہ کے لئے ممکن۔ اس مسئلہ کی تفصیل المحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔

(۷۶ تا ۷۸) ملکی فوائد جس قدر ہیں ہندوؤں کو مقدم کروں گا۔ ب گاندھی صاحب میرا مکان لینا چاہیں تو ان کو وہ بخوشی دے دوں گا۔ ج جو ہم سے نہ لڑے، ہمارے گھروں سے نکالنے کی فکر نہ کی ہم کو خدا روکتا نہیں کہ ہم اس سے بر و احسان سے پیش آئیں۔ یہ سب باطل محض ہے جامع صغیر و ہدایہ و کافی و غایۃ البیان و نہایہ و کفایہ و عنایہ و درایہ و بدائع و محیط برہانی و مستصفےٰ و جوہرۂ نیرہ و فتح القدیر و بحر الرائق و در و شرنبلانیہ و فتح اللہ المعین وغیرہا معتمدات شاہد ہیں کہ جواز بر و احسان صرف کافر ذمی کے لئے ہے، آیۂ لا ینھٰکم اللہ انہیں کے واسطے ہے، کافر حربی سے بر و احسان حرام ہے، آیۂ انما ینھٰکم اللہ انہیں پر قصر عام ہے یہاں تک کہ عامۂ اکابر کے نزدیک ان کے بھک منگوں کو بھیک دینا بھی منع ہے نہ کہ موٹوں کو خوشی سے گھر بخش دینا جو کبھی کسی حاجتمند سے حاجتمند مسلمان بھائی کے لئے بھی نہ ہوا ہو۔ اس کی جلیل تفصیل المحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو اور مشرکوں کی تقدیم خلافِ قرآنِ عظیم اور بنائے فاسد علی الفاسد سقیم ہے۔

(۷۹ تا ۹۰) قربانی گاؤ ضرور شعائر اسلام سے ہے جس کا اقرار صریح رسالہ قربانی گاؤ صفحہ ۲۲ و ۳۲ و ۶۹ و ۷۹ و ۱۵ و ۱۹ میں موجود خصوصاً ہندوستان میں جس کی تصریح مکتوبات شیخ مجدد الف ثانی میں ہے کہ ذبح بقر در ہندوستان اعظم شعائر اسلام ست اور ہندو ہمیشہ سے اپنی چلتی اس کی بندش میں کوشاں ہیں جو محض براہ ظلم و تعصب ہے جیسا کہ رسالہ مذکورہ صدا سے ظاہر اور ہر گز بندش میں ان کی کوشش ختم نہ ہوئی کتار پور وغیرہ کے وقائع ابھی تازہ ہیں اور کس سال کہیں نہ کہیں فساد یا اس کا اندیشہ نہیں ہوتا اور بندش میں کوشش تو لگاتار جاری ہے اس کے لیے سب ابائیں قائم ہیں، اگر قدرت پائیں یقیناً قربانی درکنار اس کا نام زبان پر نہ لانے دیں بلکہ نام لینے والوں ہی کو باقی نہ رکھیں اور کیا روکنے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں اگر عملداری غیر کے سبب عملاً روک دینے پر قدرت نہیں پاتے اور خود رسالہ قربانی ص۲۰ میں ہے ایسی مداخلت سے مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے اور زبردستی رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ یہ جواب اس پر تھا کہ ہندو ہمیں گایوں کی نسبت صرف پوچھنے آئے تھے کہ کس نے منگائیں، انہوں نے کوئی فوجداری نہ کی تھی، ص۲۱ پر صاف تر ہے جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال پیدا ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رہنے اور اپنے مذہبی حکم کے جاری رکھنے کا خیال پیدا ہو گیا حکم شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے گی تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں۔ یہ حکم شریعت سے مسلمانوں کے اس خیال کی تصویب ہے جو انہیں خیال ہنود کی وجہ سے پیدا ہوا نہ کہ ان کے عملاً روک دینے پر جس پر ہندوستان میں شیوع اسلام سے آج تک اللہ تعالٰی نے انہیں قدرت نہ دی اور جہاں چند روزہ خاص جگہ ان کی چلی جیسے سکھوں کے زمانے میں پنجاب میں وہاں ہر گز حکم شریعت وجوب نہ تھا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تو کوشش بندش ہی وہ چیز ہے جو قربانی گاؤ کو واجب کر دیتی ہے اور وہ قطعاً موجود و مستمر تو یقیناً یہاں قربانی کا وجوب ثابت و مستقر، جو رسالہ قربانی

صد۲ا میں مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی کے فتوے سے ہے۔ گائے ذبح کرنا طریقۂ قدیمہ ہے زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد میں ایسے امور شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں اور بنظرِ تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا درست نہیں۔ دیکھو روکنے کو مجرد منع بنظرِ تعصب سے تفسیر کر دیا۔ آگے کہا: اگر ہنود منع کریں تو اس کے ابقا میں سعی واجب و لازم ہے۔ صد۱ پر انہیں کے دوسرے فتوے سے ہے ہندو کی ممانعت جو مبنی ہے اعتقاد باطل پر تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے اسی میں ہے ہنود کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا اور کسی طرح شرعاً جائز نہیں۔ یونہی صدا پر فتوائے جناب مولوی عبد الوہاب[1] صاحب ہے فی الحقیقۃ قربانی گائے کی ملتِ اسلامیہ میں شعارِ اسلام سے ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجبِ معصیت ہے بلکہ فتوائے مولوی عبد الحی صاحب میں عبارتِ سابقہ کے متصل صاف تر ہے کہ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو صرف کوشش ابطال پر بنائے وجوب رکھی وہ ہنود نے کس دن چھوڑی اور ان کے کہنے سے چھوڑنا گناہ بتایا نہ کہ ان کے عملاً روکنے کے بعد، اسی طرح فتوائے جناب مولوی عبد الوہاب صاحب میں عبارتِ مذکورہ کے متصل یہ ترقی فرمائی بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی واجب و لازم ہے۔ یہ مطلق حکم ہے نہ کہ عملاً روکنے سے مقید، غرض بلاشبہ قربانی گاؤ شعارِ اسلام ہے اور جب تک ہند میں ہندو ہیں یہاں کے مسلمانوں پر قربانی گاؤ کا جاری رکھنا واجب اور بخیال ہنود اس کا چھوڑنا گناہ اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے کی رائے دینی

---

[1] مولانا عبد الباری صاحب کے والدِ ماجد قدس سرہ ۱۲

حرام وبدخواہی اسلام تو ص۹ پر کہنا گائے کی قربانی واجب نہیں۔ ب جو شخص حلت قربانی ولحم
کا اعتقاد کرتا ہوا ترک قربانی کرے اس کو اختیار ہے، محض باطل ہے اور وجوب فی نفسہٖ کا
ارادہ عوام کو اغوا، ومغالطہ ج ص۱ پر گاندھی کو جو تار دیا کہ آپ کا استقلال ہندو مسلم اتحاد
کے لئے ایک یادگار ہے، اگر خدا چاہے گا تو گائے آئندہ قربان نہ کی جائے گی، خدا اس
اتحادِ مقصد کو کامیاب کرے۔ فتوائے مولوی عبدالحی صاحب سے اس کا مطلب یہ ہوا کہ دین
باطل ہنود کو خدا قوت ورواج دے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ د ص۲۱ پر جو ایک پنڈت کو لکھا
والبدن جعلنٰها لکم من شعائر اللہ سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے نہ کہ گائے
کی قربانی کا ایجاب ہوتا ہے۔ اس پنڈت کی خوشامد کے لئے تھا ورنہ قربانی گاؤ کو اللہ فرمائے
ہم نے اسے تمہارے لئے شعارِ اسلام کیا اور اس سے اس کا ایجاز تک نہ ثابت ہو۔ ایسی بات
مجنون کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ شعارِ اسلام کیا قربانی گاؤ کا صرف مفہوم ہے کہ ذہن میں رہے
اور بندگی ہنود کے لئے خارج میں نہ پایا جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
ہ ص۱ پر یہ کہنا کہ میں آئندہ گائے کی قربانی نہیں دوں گا اور میری یہ خواہش ہے کہ عامۃ المسلمین
میرا اتباع کریں، ضرور مضرِ اسلام ومخالفِ احکام تھا و ص۲۲ میں نے چھوڑ دی اور
مشورہ بھی دیا کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں، میں نے بہت برا کیا۔ ز اسی صفحہ پر کہنا کہ
ہندو اگر روکیں گے تو میں ضرور کروں گا، صاف تناقض، ہندوؤں نے کس دن منع کیا تھا
جو خلافِ شریعت جو عہد کیا اور مسلمانوں کو بھی اس میں سانا چاہا اگر روکیں گے، تعلیق
بالموجود تھا جو ترتب جزا واجب تھا نہ کہ اس کا انتظار۔ ح اور ص۶ کا قول میں جانتا ہوں
روکنے سے اس کا انجام دینا ضروری ہو جاتا ہے، میں نے اپنے فتوے تمن سے دیکھے
مگر پھر بھی مسلمانوں کے لئے ممکن ہے کہ گائے کے بجائے دوسرے جانور قربانی کریں،
عجیب تر ہے۔ سبحٰن اللہ قربانی گاؤ مسلمانوں پر شرعًا واجب وضروری بھی اور اسے چھوڑ کر
اور جانور لینے کا امکان واختیار بھی مگر یہ کہا جائے کہ امکان سے مراد امکانِ عام ہے کہ

ضمن وجوب وافتراض میں بھی متحقق اور مطلب یہ کہ اگرچہ مسلمانوں پر قربانی گاؤ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ صاحبہا وسلم سے واجب ہے مگر تازہ شریعت اتحادیہ سے اس کا ترک فرض ہے کہ مشرکین سے اتحاد فرضِ اعظم ہے اور واجب و فرض جب متعارض ہوں ترک واجب لازم ہوجاتا ہے یوں شریعتِ جدیدہ اتحادیہ مسلمانوں پر اس واجب شریعتِ محمدیہ کا چھوڑنا لازم کرتی ہے مگر الحمدللہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اتحادِ مشرکین ہی کو حرام فرما رہی ہے تو حرام کے لئے واجب کا ترک اور بھی حرام در حرام ہوا، بالجملہ جب تک ہندو ہندو ہیں مسلمانوں پر قربانی گاؤ کا اجرا واجب اور چھوڑ دینا حرام۔ ہاں اگر ہندوستان میں ہندو نہ رہیں یا ہندو ہندو نہ رہیں یا قربانی گاؤ سے ان کی نفرت یکسر دور ہوجائے کہ اگر ان کے سامنے پچاسی جائے انہیں در دنہ آئے، گئو رکھشا کی سبھائیں سب ٹوٹ جائیں اور ایک مدت گزر ے کہ یہ خیال دلوں سے چھوٹ جائیں اس وقت مسلمانانِ ہند پر خاص قربانی گاؤ کا اجرا واجب نہ رہیگا اس وقت ط لذت کا عذر ی قیمت کا فرق کہ ہمارا مذہب قیمتی اور لذیذ قربانی چاہتا ہے گائے کا جزء اس میں شامل نہیں، گائیں اس میں داخل نہیں۔ مکا لے اور جانور کی افضلیت صـ۹ و ۱۹ و ۲۲ و ۲۵ ل ایک حصے پر پوری قربانی کی تفضیل صـ۳ و ۵ و ۲۶ یہ تذکرے کچھ موقع سے ہوتے اور مسلمانوں کو اغوا و اضلال نہ ٹھہرتے جب تک ہنود ہنود ہیں اور اجرا و ابقائے قربانی گاؤ پر احکام وجوب و لزوم موجود ہیں لذت کا عذر گناہ بے لذت اور فرق قیمت بے قدر و قیمت اور واجب کے مقابل کیا ذکر افضلیت۔

(۹۱ تا ۹۷) ... صـ۳ گائے کی قربانی میں ہم لوگ کیا رائے رکھتے ہیں مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے۔ صـ۱۱ ہندوؤں کے روکنے یا ان کی محض خوشامد سے ترک قربانی گائے کو ممنوع سمجھتا ہوں۔ الحمدللہ معلوم ہوا کہ جبر ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہنود کی مروت یا خوشامد کے لئے بھی ترک قربانی گاؤ ناجائز و گناہ ہے، اب ملاحظہ ہو صـ۳ میرا خیال ہے اگر اتحاد قائم اور رواداری مذہبی ہوئی تو گائے کی قربانی از خود موقوف ہوجائیگی۔

ص۳ ہم وطنی کا خیال لازم ہے۔ ان کے اخلاق نے یہ بات میرے ذہن میں پیدا کی ج صلا مجھ سے گاندھی صاحب یا کسی ہندو نے گائے کی قربانی ترک کرنے کی خواہش نہ کی مگر میں دلی اتحاد کی غرض سے ان کی دل آزاری پسند نہیں کرتا۔ د ص۲۶ ہندوؤں سے مجھے توقع ہے کہ معاوضہ لے کر اپنی اعانت کو نہ گنوائیں گے اور مسلمانوں کو مشورہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو گا حدودِ شرع کے اندر رہ کر اپنے فعل سے ان کا دل نہ دکھائیں گے، یہ مروت نہیں اور کیا ہے۔ کا ص۲۲ پر صریح تصریح ہے ہندو شریف قوم ہے وہ کبھی کسی عوض کے طالب نہیں اور مسلمان احسان کے بدلے احسان کرنے کے مکلف ہیں وہ ضرور مروت کریں گے اور حدودِ اسلام کے اندر رہ کر ہر رعایت کرنے کو تیار ہوں گے گائے بڑی چیز نہیں۔ و صلا حدودِ اسلام کے اندر رہ کر ہم امر ہندوؤں کی مرضی کے موافق کر سکتے ہیں اس کے لئے تیار ہیں گائے کی قربانی بقر عید کے دن ہوتی ہے، ہندو مستعد ہو جائیں تو ہم ان کے شریک ہو کر کسرت کی قربانی ترک کرانے کو آمادہ ہیں، یہاں مروت و خوشامد دونوں محتمل تھے مگر ص۲۷ پر ہے ہندو اپنا طرزِ عمل ایسا کر دیں کہ مسلمان خود ہی جس شئے کا شائبہ بھی ہو کہ ہندوؤں کو گوارا نہ ہو گا اس سے تحرز کریں جہاں ان کو ان کا مذہب اجازت دیتا ہو، یہ تو خوشامد سے بھی گزر کر فنا فی اللہ ہونا ہے۔ معدودا کابر اولیائے عظام کے سوا عام مسلمان، علماء، صلحاء اللہ و رسول کے ساتھ بھی یہ برتاؤ نہ کر سکے کہ جس شئے میں ان کی ناپسندی کا شائبہ بھی ہو اس سے تحرز کریں، صدہا سال سے ائمہ نے مسئلہ یہ فرمایا کہ لیس نہ ماننا زمان اتقاء الشبہات کفی المسرء ان یتقی الحرام المعاین مگر ہندو خدا و رسول سے بھی بڑھ گئے فسبحٰن مقلب القلوب و الابصار ہر جگہ ممنوعات و محرماتِ شرع کی طرف مسلمانوں کو اغوا کرنا اور جا بجا یہ قید لگاتے جانا کہ حدودِ اسلام کے اندر رہ کر، حدودِ شرع کے اندر، جہاں تک مذہب اجازت دیتا ہو اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ بھائیو شراب پینا مگر حدودِ تقوےٰ کے اندر رہ کر، بھائیو زنا کرنا مگر خدا کے لئے جہاں تک مذہب اجازت

دے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۹۸) رسالۂ قربانی سے گزرا کہ جب سے ہنود کو روکنے کا خیال ہوا مسلمانوں کو اپنے مذہبی حکم کے اجرا کا خیال پیدا ہو گیا اور یہ کہ مسلمانوں کو یہی حکمِ شریعت ہے ہنود کا خیال مستمر بلکہ روز افزوں ہے اور اب لیڈر کہلانے والے کلمہ گو بھی ان کے ساتھ ہو گئے، لاجرم مسلمانوں پر بحکمِ شرع واجب ہوا کہ قربانی گاؤ کے ابقا و اجرا میں انتہائی کوشش کریں جس کے وجوب کا اسی رسالۂ قربانی میں جابجا اقرار ہے، عبارتِ گزشتہ کے علاوہ ص۱۹ پر ہے شعارِ دین میں سے جس کو روکا جائے اس کے برقرار رکھنے کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہو جاتی ہے۔ اب سب کچھ بھلا کر مسلمانوں پر ص۲۷ کی یہ شدید بدگمانی کہ مخالفین ترکِ قربانی گائے کا منشا مجھے یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کیٹی میں رکاوٹ ہو اور اعدائے خلافت کی تائید اور تفرقہ پردازی سے فائدہ اٹھایا جائے، کیسا اشد حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں حضرت سیدی زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے الظن الخبیث لا ینشؤ الا من القلب الخبیث اور پھر اپنی بدگمانی کو یقین بنانا اور سخت جرأت، مطلب یہ کہ مسلمان طرفداری نصاریٰ کی خبیث تہمت سے ڈر کر چپ ہو بیٹھیں اور دل کے پیارے آنکھوں کے تارے لاڈلے دلارے ہندو بھائیوں کا کام بن جائے، شعارِ اسلام ہندوستان سے فنا ہو جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۹۹) اس بنائے خبیث وافسد پر یہیں کہنا اس طرح کی قربانی میں ضرور حرام سمجھتا ہوں۔ ص۲۸ اس کے حرام ہونے میں کیا وجہ تامل کی [illegible]

(۱۰۰) ص۲۸ توبہ کرنا چاہیے ورنہ اصرار کبیرہ پہ درجۂ کفر [illegible] ہے، یہ خود مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہے۔

(۱۰۱) مثلاً تم پر گائے کا گوشت حرام ہے، اس میں میں حق بجانب ہوں، اس کے گوشت کے مردار ہونے میں کیا تامل ہے؟ یہ سب کیسی شدید تحریم حلال وافترا علی اللہ ذی الجلال ہے اب فرمایئے اس طوفانِ بے تمیزی میں مسلمان کیا کریں؟ اگر چپ رہتے ہیں تو شریعت کے گنہگار اپنے حقِ مذہبی سے دستبردار، شعارِ اسلام برباد کرا دینے کے جرم میں گرفتار اور بولتے ہیں تو نصاریٰ کے طرفدار، بہتانوں کی بوچھار اور نہ صرف اسی قدر بلکہ قربانی بھی حرام اور گائے بھی مردار اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ بحالِ اصرار سب مسلمان کفار، اب مفر کدھر؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار۔

ایک سو ایک یہ اور ان کے امثال اور جتنے واقع ہوئے ہیں ان سب سے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتا ہوں اللھم انی اتوب الیک منہا لا ارجع الیہا ابدا استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وامتہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

نقل تصدیقات علمائے کرام اہلسنت حاضرانِ مجلس بر تحریر مفصل

۱: بیشک یہ امور سخت شنیع وقبیح اور مشتمل بر کفر و ضلال و کبائر ہیں ان سے توبہ و تجدید لازم و ضروری ہے۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

۲: بلاشبہ ایسے اقوال کفر و ضلال اور ان معاصی سے توبہ نہایت ضروری ہے، واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔

امجد علی اعظمی رضوی عفی عنہ

۳: واقعی ایسے اقوال ... ضلال ہیں اور ان سے توبہ لازم و ضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبد السلام صدیقی قادری رضوی جبل پوری کان اللہ لہ

۴ : لاریب ایسے اقوال قطعی کفر و ضلالت اور موجب خزی و وبالِ دنیا و آخرت ہیں، قائل پر ان سے توبہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم و ہو الہادی۔

کتبہ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق الرضوی الجبلپوری غفرلہ

۵ : اقوالِ مذکورۃ الصدر کی بابت ادنیٰ تدبر واضح ہے ثابت ہو گیا کہ ان سے دین میں رخنۂ عظیمہ برپا ہو گیا ہے لہذا بالضرور ان سے توبہ واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالےٰ اعلم و ہو الموفق والتواب الرحیم۔

احمد مختار الصدیقی

۶ : واقعی ایسے اقوال قابلِ توبہ اور بے دینی ہیں۔

احقر العباد کمترین خاکپائے محمد فضل کریم الدہلوی

۷ : اس احقر و کمتر نے اس کو اول تا آخر گوشِ ظاہر سے سنا اور سمجھا حقیقت میں اس میں بعض اقوال عندالفقہاء کفر اور بعض ضال و مضل و کبیرہ و اکبر الکبائر ہیں، اس میں شک کرنے والا اور اس کے خلاف کہنے والا اور شبہ کرنیوالا عنداللہ جل و علا و عندالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بدتر ہے۔

کتبہ العبد فقیر غلام محی الدین بن مولانا مولوی سید رحمت اللہ راندیری عفی عنہ، ۲ ماہِ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

مہر

۸ : اقوال مذکورہ بالا نہایت شنیع کفر و ضلالات پر مشتمل ہیں ان سے توبہ ضروری و لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

عمر النعیمی مفتی الشرع

۹ : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقوالِ مذکورہ سخت اشد محرمات و کبائر و قبیح و شنیع علی حسب مراتبہا و کفر و ضلال موجبِ اشد وبال و نکال ہیں، قائل و مستحسن پر توبہ لازم اور تجدید اسلام فرض محکم، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ الفقیر ابو الرسول محمد میاں القادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ ۲۴ شعبان المکرم ۱۳۳۹ھ

سلہ عیم علظم مولانا شاہ احمد نورانی، حالات کے لئے تذکرہ علمائے اہلسنت مرتبہ راقم اور حجاز کے اردو گو شعراء، ملاحظہ ہو۔

۱۰: بے شک و شبہ اقوالِ مذکورۃ الصدر سے کامل طور پر ثابت ہو گیا مرتکبین امورِ شنیعہ قبیحہ مزبورہ کے مفسد اور نبہ کار اور مستوجب غضبِ جبار و قہار کے ہیں، ان کو توبہ کرنا ضروری، انہ ہو التواب الرحیم۔

راقم آثم ابو نصر محمد یعقوب عفی عنہ قادری بلاسپوری

۱۱: لاریب فیہ یہ اقوال موجبِ کفر و ضلال بعض مشتمل بر کبائر و دبال جن سے توبہ قائل و تجدید ایمان واجب و لازم ہے والعلم عند اللہ و علمہ احکم واتم

العبد العاصی سراپا معاصی والخادم للعلماء غلام احمد شوق فریدی حنفی سنبھلی عفا عنہ الولی

۱۲: خاکسار نے اکثر مقامات سے اس کا مطالعہ کیا، فی الواقع بعض اقوالِ مذکورہ تو صریح کفر ہیں اور مبنی بر ضلالت ہونے میں تو کسی قول کے شک نہیں، اللہ جل شانہ قائلین اقوال مذکورہ کو توفیق عطا فرمائے اور ایسے اقوال منہ سے، قلم سے نکالنے والے اور پھر اس پر اصرار کرنے والوں کی اللہ کسی مسلمان کو صورت نہ دکھلائے اور سب کو ان کے شر سے محفوظ رکھے، آمین اللھم آمین۔

ابو محمد محمد دیدار علی الحنفی[۱] (محدث الوری)

---

[۱] محدث الوری کے حالات کے لئے تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی اور تذکرہ علمائے اہلسنت مرتبہ راقم الحروف، دیکھئے۔

(۱)

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم الاکرم تعالےٰ وتکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : نامی نامہ تشریف لایا، ان شاء اللہ العزیز آپ اس فقیر کو ان بندگانِ خدا میں پائیں گے کہ لا یحبون الا للہ ولا یبغضون الا للہ اب میرے قلب میں وقعتِ سامی بحمدہٖ تعالےٰ پہلے سے بھی زائد ہے، میرا قلب صاف ہے امید کہ قلبِ گرامی بھی ایسا ہی صاف ہو وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

مولانا! میں چراغِ سحر ہوں میں یہ چاہتا ہوں اگر آپ بھی چاہیں نہیں نہیں بلکہ وہ چاہے جس کا چاہنا چاہنا ہے کہ آپ میں مجھ میں کوئی وجہِ خلاف باقی نہ رہے۔ میں آپ کی طرف سے سلیم الصدر جاؤں، میں جو رطب ویابس خیال میں ہو گا عرض کروں گا بعض دوستانہ خالص مخلصانہ آپ سے گزارش کرتا رہوں گا اور امید کہ آپ ایسے ہی خلوص واخلاص سے جو قابلِ تسلیم ہو تسلیم فرماتے رہیں جس سے جواب ہو جواب بتاتے رہیں اور مجھ پر حقِ محبت وحقِ انصاف کے لئے لازم ہے کہ جو قابلِ قبول ہو قبول کروں اور ویسا ہی مخلصانہ جواب دوں، یہاں تک کہ باذنہٖ تعالےٰ تمام حجاب مرتفع ہو جائیں اور میں اور آپ پیشتر سے بیشتر یک جان ویک دل ویک زبان ہو کر حمایتِ دین ونکایتِ مفسدین باذنہٖ تعالےٰ بجالائیں۔ اللہ اللہ وہ ساعت کیسی مبارک ساعت ہو گی وما ذٰلک علی اللہ بعزیز، ان ذٰلک علی اللہ یسیر۔ ان اللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر۔

مولانا! آپ فرماتے ہیں مجھے حضرت بحر العلوم[1] کی قائم مقامی کا ادعا ہے، آپ کا یہ

---

[1] حضرت ملک العلماء امام عبد العلی محمد بحر العلوم ابن استاذ السند حضرت مولانا محمد نظام الدین فرنگی محلی (قدس سرہما) بانی درسِ نظامی جن کا اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بے حد اکرام فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا تدریسی سلسلہ حضرت بحر العلوم تک بواسطۂ ذیل پہنچتا ہے: حضرت مولانا نقی علی خاں، مولانا رضا علی خاں، مولانا خلیل الرحمٰن، ملا اعلم سندیلوی، حضرت بحر العلوم قدست اسرارہم۔ مولانا رضا علی خاں جدِ اعلیٰ حضرت قدس سرہما، مولانا خلیل الرحمٰن کے مرید تھے اور وہ ملا اعلم سندیلوی اور وہ بحر العلوم کے ۱۲

ادعا ہو یا دعویٰ، فقیر کی تو یہ دعا ہے کہ باری عزوجل اپنے عبد کو حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ سے بھی افضل واولیٰ واعلم واعلیٰ کرے وانما المرء باصغریہ فاذا کان قلبہ مع اللہ و لسانہ مع الحق فقد فاز فوزا مبینا۔

مولانا! آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ اس خیر طلب نے معاذاللہ کوئی حرف خلافِ واقعہ آپ کی طرف نسبت کیا ہو، الحمدللہ یہ یہاں کا شیوہ نہیں، میری تحریر مفصل اگر آپ ملاحظہ فرماتے تو اس میں ہر قول بلفظہٖ اور حاشیہ پر سب کا پتا نشان پاتے۔ آپ کا خط نمبری ۱۳۲۴ مورخہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ، ۲ فروری ۱۹۱۹ء حضرت سراپا برکت جناب مولانا مولوی حافظ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم[1] صاحبزادۂ سرکار مارہرۂ مطہرہ کے پاس گیا جو ان کے پاس محفوظ ہے، اس میں تحریر تھا "اب میں اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ کا ہے آپ ہوں یا میں، عبدالماجد یا مولوی احمد رضا خاں صاحب، سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں؛ صادق الیقین مسلم کہاں ہیں جن میں سے کا امتیاز کیا جائے۔" آپ کو اس کے یاد رہنے کا کیا داعی تھا؛ خدانخواستہ آپ کے قلب میں یہ نہ تھا کہ نہ آپ مسلمان نہ حضرت صاحبزادہ صاحب نہ دنیا میں کوئی! سب کا اسلام برائے نام ہے جنہیں کفار سے کچھ امتیاز نہیں بلکہ ایک غصہ کی بات تھی کہ قلم سے نکلی، ہاں یہ ضرور ہے کہ غصہ یا تنگدلی ایسے کلمات کا حکم شرعی زائل نہیں کرتے، شرح فقہ اکبر حضرت بحر العلوم اگرچہ فقیر کے پاس نہیں مگر استحلالِ معاصی میں اقوالِ ائمہ کرام پیش نظر ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرات ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ بالطائفۃ الخفیہ کے نزدیک ہر حرام قطعی کا استحلال کفر ہے نہ کہ ظنی کا، میری تحریر میں نہ مطلق معاصی کے استحلال پر حکم کفر ہے نہ بکثرت بلکہ صرف تین معاصی معینہ کے استحلال پر (۱۸) مشرکین سے اتحاد جس طرح ہو رہا ہے۔ (۱۹ و ۲۰) امورِ دین میں ان مشرکین سے یوں استعانت و اعتماد، اور یہ تینوں بلاشبہ حرام قطعی ہیں، مجھ جیسے کی تصنیف دیکھنے کی آپ کو ترغیب اگرچہ زیبا نہ ہو مگر ہاں

---

[1] تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف جن سے حضرت مولانا فرنگی محلی علیہ الرحمہ کی مراسلت ہوئی تھی۔

ضرورۃً گزارش کہ فقیر کا رسالہ الحجۃ المؤتمنہ سب نہیں تو صفحہ ۸۴ سے صفحہ ۸۰ تک منصفانہ دوستانہ ملاحظہ ہو جائے اسے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے بیانِ تحریم کا کافی کفیل پایئے گا پھر بھی قصرِ مسافت کے لئے گزارش کرتا ہوں کہ بالفرض ان میں سے اگر بعض حرام ایسے ہوں جن کا استحلال بتحقیق حضرت بحرالعلوم پر کفر قطعی نہ ہو تو مذہبِ ائمہ حنفیہ پر تو ضرور کفر ہے، ایسی بات کو کلمۂ کفر کہنا کیا مستبعد ہے اور نہ سہی جو بات ایسی نکلے وہاں یوں بنا دیجئے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک کفر ہے مجھے ضد منظور نہیں وہ منظور ہے جو اوپر گزر چکا کہ مجھ میں اور آپ میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی وجہِ خلاف باقی نہ رہے واللہ قدیر واللہ غفور رحیم۔

اس فتنۂ ہائلہ میں لغزشیں یا دانستہ لرزشیں بہتیروں سے ہوئیں اور ہیں مگر میں اپنے قلبی تعلق سے مجبور ہوں، جو قلق آپ اور مولوی ریاست علی خاں صاحب کی نسبت تھا کسی کے لئے نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات سے آپ کی طرف سے اطمینان کا سامان پیدا فرما دیا وہی اس کی تکمیل پر بھی قادر ہے، پھر آپ کے ذریعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ مولوی ریاست علی خاں صاحب بھی ایاب الی الصواب فرمائیں گے اور مجھے حزنِ دوستانہ کی قید سے باذنہٖ تعالیٰ نجات ہو کہ اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کا موقع ملے گا وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم وعلی سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ بقلم حشمت علی رضوی

(محرر دارالافتاء)

۱۹ رماہ مبارک ۱۳۳۹ھ از بھوالی ضلع نینی تال

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بجناب مولانا المکرم ذی المجد والکرم زید کرمہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ : حمد اس کے وجہِ کریم کو جس نے مجھ میں اور آپ میں بابِ تخاطب دوستانہ کھولا اور وہی اس کی اس تکمیل پر قادر ہے۔ واپسی رجسٹری کی وجہ اس نامہ سامی سے واضح ہوئی، اگر جناب اسے قبول فرماتے تو اندر میرا ہی خط پاتے جیسے رجسٹری جناب کی تھی اور لفافہ پر "مظفر علی محرر" وہ اسی دن دوسرے لفافہ میں ولدی مولوی مصطفےٰ رضا خاں سلمہ کے نام سے پھر رجسٹری کر دیا گیا ہے۔ اس سامی نامہ سے گمان ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی واپس ہو، اس وقت فقیر اپنے نام سے رجسٹری کردے گا اور اگر معاذ اللہ وہ بھی واپس ہو تو اس کی بھی شکایت نہ کروں گا، ہاں اس کا ملال ہوگا کہ اگر وہ خط ملاحظہ فرماتے تو شاید میرا خلوص ظاہر ہوتا۔

اس سامی نامہ میں جو امور تحریر فرمائے ہیں قبل اس کے کہ میں ان کی نسبت محض مخلصانہ اپنی رائے ظاہر کروں جناب ہی سے یہ دریافت کر لینا ضروری جانتا ہوں کہ وہ کیا طریق سخن ہو جسے جناب میرے خالص خلوص سے ناشی جانیں۔ حاش للہ میں شکایت نہیں کرتا بلکہ اپنے اسی مقصود تک پہنچنے اور آپ سے اس کی راہ پوچھنے کے لیے حکایت ہے ۲۴ شعبان کو جو رجسٹری میں نے حاضر کی تھی جس میں ایک سوا ایک باتوں سے تو بہ مطلوب تھی وہ کاغذ تو جناب ہی کی طرف سے لکھا تھا میری جانب سے کوئی حرف نہ تھا کہ میرے تکبر یا تواضع پر محمول ہوتا مگر جناب کے خیال میں وہ متکبرانہ انداز معلوم ہوا اور عرض کرنے والا پیکرِ تکبر، لہٰذا نہایت خلوص سے اس طریقۂ تخاطب کی اطلاع مانگتا ہوں جو اس عمل سے محفوظ اور میرا سچا خلوص ہی اس سے ملحوظ ہو۔ میں اپنے نزدیک (اگرچہ یہ میرا قصورِ فہم ہو) اعتراضات کے جواب بر وجہ کافی دینے کو بھی تکبر نہیں سمجھتا کہ یہ ہمیشہ سے علماء و ائمہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں معمول رہا، حدیث میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم وامیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی مسئلے میں بحث فرماتے، یہ معلوم ہوتا کہ کبھی نہ ملیں گے، پھر احسن وجہ اور کمال وداد

پر اسے ختم فرماتے بایں ہمہ لہجہ جواب کا اختلاف اس رجسٹری ۲۴ شعبان کے خط اور اس رجسٹری تازہ سے کہ اب دوبارہ حاضر کی ہے، جناب پر واضح ہو جائے گا وہ دقتیں مجانبت کا تفاوت ہے میں سچ عرض کرتا ہوں حاشا ثم حاشا ہرگز اس کارروائی سے اپنا استعلا منظور نہیں، اللہ علیم بذات الصدور ہے کہ جناب سے صفائی اور جناب کے طفیل میں ہزاروں عوام کی رہائی اور اس خدمتِ دینی سے اپنے لئے ثوابِ الٰہی منظور ہے واللہ قدیر واللہ غفور رحیم جناب کو اگر اس کا خیال ہو کہ یہ اس پر افتخار کرے گا اور ہم کو مرعوب قرار دیگا تو اطمینانِ جناب کے لئے میں تحریر دے دوں کہ اس میں جناب ہی کے لئے علو و فخر اور اس فقیر پر احسانِ عظیم ہوگا۔ کیا ایک دوسرے کو ہزار اشرفیاں دے تو وہ اس کا محسن نہیں، آپ کے اس قبول سے تو مجھے بعونہٖ تعالیٰ اس نعمت کی امید ہے جسے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بقسم فرمایا کہ خیر لک من ان تکون لک حمر النعم پھر کیونکر اس قبول کو آپ کا کمال احسان نہ جانوں اور میرا آپ پر کیا دباؤ ہے جس سے آپ کو مرعوب مانوں؟

مولانا! متعدد علمائے کرام ہیں جنہوں نے اس فقیر کی عرض قبول فرما کر ندوہ سے جدائی فرمائی مثل جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام[1] صاحب رکن و واعظ معظم ندوہ و جناب مولانا مولوی وصی احمد[2] صاحب محدث سورتی و مولوی حکیم خلیل الرحمٰن[3] صاحب ہر دو تلمیذ خاص مولوی محمد علی صاحب ناظمِ ندوہ وغیرہم۔ میں نے کبھی ان پر استعلا نہ کیا بلکہ انہیں کا احسان مند رہا، عجب کہ وہ رضائے الٰہی کے لئے اذعان حق کر کے بعونہٖ تعالیٰ مقبولانِ الٰہی میں داخل ہوں اور میں ان پر استعلا کروں!

---

[1] آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفۂ اعظم تھے اور اعلیٰ حضرت انہیں عبد السلام اور قطب سی پی فرمایا کرتے تھے ۱۲

[2] شیخ المحدثین امام وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ اعلیٰ حضرت کے مخلص عقیدت مند اور صدیق حمیم تھے ۱۲

[3] حضرت مولانا گنج مراد آبادی قدس سرہ کے مرید خاص، بیلی بھیت کے آنریری مجسٹریٹ، متدین و متقی اور عالمِ متبحر تھے ۱۲

اس نیاز نامے کے جواب آنے اور اس طریقۂ تخاطب پر اطلاع پانے کے بعد ان امور کی نسبت جو اس سامی نامے میں تحریر فرمائے ہیں محض دوستانہ اپنی رائے کا سچے دل سے اظہار کرے گا، مولیٰ تعالیٰ قادر ہے کہ مجھ میں اور جناب میں رفع حجاب فرما کر ہم دونوں کو حق پر جمع فرما دے آمین، والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از بھوالی شب ۲۶ رماہ مبارک ۱۳۳۹ھ

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا المکرم دام بالکرم

تسلیم: نامی نامہ ۲۸ رماہ مبارک آیا، ۲۶ کو ایک ضروری نیاز نامہ حاضر کر چکا ہے۔ اس کا جواب بھی اسی طرز تخاطب کی اطلاع پر موقوف ہے، مجھے انتظار ہے، رفع انتظار جناب کو یہ پرچہ حاضر اگر اتنا ہی فرما دیا جائے کہ میرے خط شعبان میں یہ یہ الفاظ تکبیر تھے تو میں کچھ اندازہ کر سکوں مگر مع افادۂ علل کہ اجرائے علت منصوصہ خطائی القیاس سے روکے، اجمالاً اتنی گزارش کہ کفرِ قائل و کفریتِ قول میں فرق ہونا پہلے عرض کر چکا ہوں، اول کی نفی ہیں بھی خارج از بحث ہوگی، وہ مدعا ہو تا تو فقط طلب توبہ پر قناعت نہ ہوتی بلکہ اس کے احکام لازمہ مثل بطلانِ نکاح و بطلانِ بیعتِ قائل و مریدانِ قائل وغیرہا بھی ہوتے، والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ بتعلیم ناظم دار الافتاء از بھوالی ۲ شوالِ مکرم روزِ جمعہ ۱۳۳۹ھ

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولٰنا المکرم دام بالکرم

بعد تحیاتِ سنیہ زکیہ ملتمس، نامی نامہ بعد انتظار تشریف لایا اجازتِ مطلقہ نہایت کرم ہے مگر ناواقف طرز سے صدور رہا بسوء الخاطر مستبعد نہیں مبادا استدراہ ہو لہٰذا نیاز نامہ ۲ شوال کے

جواب برفع حجاب کی بیشک ضرورت ہے نیز جب کلام معاذ اللہ مکابرہ نصیب اعدار، مناظرہ بھی نہیں کہ دو جہت چاہتا ہے بلکہ صرف یک جہت احباب کا علمی مذاکرہ توان باتوں پر عطائے معاہدہ سے اپنے ایک خالص بہی خواہ کی ہمت افزائی فرمائی جائے جس میں بعونہٖ تعالیٰ بہت قصر مسافت ہے مہینوں کا کام انشاء اللہ تعالیٰ گھڑیوں میں ہو جائے گا۔

(۱) سائل کو صائل، معین کو مہین تصور فرما کر کیفما امکن مدافعت مقصود نہ ہو گی، جناب خود ناقد بصیر ہیں، آپ ہی اندازہ احکام شرعیہ رکھتے ہیں بلکہ مجھ سے زائد کہ متکلم اپنے کلام سے اعرف ہے، میرا کام باللہ تذکیر و یاد دہانی ہے تو جہاں دیانۃً حرج شرعی ملاحظہ ہو قبول فرمایا جائے گا اگرچہ اس سے بھی زائد ہو جو فقیر گزارش کرے۔

(۲) تاویلِ کلام و دفعِ الزام کے لئے کوئی حقیقتِ واقعیہ مستور نہ رکھی جائے گی مگر بشہادۃ اللہ عزوجل جو امرِ واقعی ہو اس کے اظہار سے حق کے لئے استظہار ہو گا کہ مقصود صرف اذعان و اعلان حق ہے اور رفعِ حجابِ مذاکرۂ احباب اسی کا احق۔

(۳) بعد صحت اصل مراد زوائد کے نقض و تمام و نقض و ابرام سے بحث نہ ہو گی۔

(۴) بعد وضوح حق کسی رعایت خاطر لحاظ ملاقات دنیوی تہذیب کو اس پر ترجیح نہ ہو گی بلکہ ارشاد الٰہی کُونُوا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُہَدَاءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ پر عمل ہو گا۔ ان چاروں التزاموں پر اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضمانت ہو، ان میں کوئی بات بے جا ہے تو اس پر اطلاع فرمائی جائے ورنہ قبولِ کامل سے مسرت افزائی اخذ اللہ تعالیٰ بیدی و بیدکم فی الدنیا والاٰخرۃ انہ اھل التقویٰ و اھل المغفرۃ اٰمین والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

از بھوالی

۹ر شوال مکرم ۱۳۳۹ھ بقلم محرر

(۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولانا

تسلیم! میرے ایک نیاز نامہ کو دس دن ہوئے، دوسرے کو بیس، جناب تحریر فرما چکے کہ میرا دل صاف ہے پھر جواب سے اعراض کی وجہ سمجھ میں آتی نہ لکھنؤ جیسے شہر میں آپ جیسے شخص کو خط نہ پہنچنا متوقع پھر بھی احتیاطاً دونوں کی نقل حاضر، بواپسی ڈاک جواب عنایت ہو، فقط

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم محرر، ۱۹ ر شوال مکرم ۱۳۳۹ھ

(۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولٰنا المکرم دام بالکرم

بعد تحیہ سنیہ ملتمس: (۱) اتنی گزارش کی اجازت چاہتا ہوں کہ امر دوم لشکل عہد نہیں، تمام امور کی بنا واقعات صحیحہ پر ہونا چاہیئے، صرف بیان حکم ہے، یہ بھی باشہاد الٰہی لشکل التزام میں ہونا لازم، بلکہ اتنا ہی تحریر فرمادیں کہ تیرے خط ۴ شوال میں جو چار امر کا عہد مسئول ہے ہمیں قبول ہیں، واللہ علیٰ ما نقول، صاف دل کے بعد اس تحریر سے عائق کیا ہو سکتا ہے؟

(۲) میرے خط ۲۶ ماہ مبارک کو آج ایک مہینہ کامل ہوا اس کا عقدہ کسی طرح حل نہیں ہوتا، صفائے قلب کے بعد اصلاً حاجت حجاب نہیں۔ میں سچ گزارش کرتا ہوں کہ مجھے اپنے خط ۴ شعبان میں کوئی کلمہ تکبر نظر نہ آیا مگر آدمی اپنے عیب پر کم مطلع ہوتا ہے لہٰذا تصریح و توضیح کی ضرورت اگر یہ ہے، فرق خطاب کی نسبت میں اسی نیاز نامہ میں گزارش کر چکا کہ دقتیں مجانبت ومحابت کا تفاوت ہے، اسے تکبر و تواضع سے کیا علاقہ؟ میرے فہم قاصر میں اس پر حوالت کے دو ہی معنی ہوں گے، ایک یہ کہ خطاب جدید میں جیسی ہماری تعظیم ہے سابق میں نہ تھی ایسا ہی کیا کر، یہ معنی ہرگز مراد نہ ہوں گے کہ یہ تو معاذ اللہ جناب کا تکبر ٹھہرے گا نہ کہ فقیر کا۔ دوم خطاب سابق میں دتھا

وہ تکبر ہوا، اس کا جواب واقعۂ امیر المؤمنین فاروق و ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جبھی عرض کر چکا ہوں اور کسی کا ارادہ مکالمۂ آئندہ سے منع ہوگا کہ ان مقدمات کے بعد ردی ہی باری ہے تو اس میں اور زیادہ دشواری ہے۔ بہت منت سے گزارش کہ اس عقدے کے حل میں اب زیادہ تعویق نہ ہو۔ خطوط مرشیان میں میرے جو کلماتِ تکبر تھے سب گنا دیئے جائیں کہ تنبہ ہو اور اگر کچھ نہ تھا تو صاف فرما دیا جائے کہ ہم نے غصہ میں لکھ دیا، اس میں کوئی تکبر نہ تھا یعد یک جبتی تام اظہارِ حق ہی مامول۔

(۳) فقیر کی نسبت ظن عام حسن کرنا تھا ان سے یہ سوال کرنا تھا کہ اس کا تجربہ تمہیں کیونکر ہوا؟ وہ کیا کیا مسائل تھے جن میں فقیر خطا پر تھا اور وہ کون کون محققین تھے جنہوں نے مجھے میری رائے سے پھیرنا چاہا اور ناکام رہے۔ اس سوال پر بعونہٖ تعالیٰ ان کا کذب واضح ہو جاتا اور آپ خود ہی ان سے فرما دیتے کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ آیتِ کریمہ ہے اور ان الظن اکذب الحدیث حدیث صحیح، میں تو اسی مکالمہ میں تین بار گزارش کر چکا ہوں کہ ان ۱۰۱ سے جو بے غائلہ ثابت ہو میں اسے کم کرنے کو تیار ہوں، اسی سے ان کے کذبِ ظن کا اندازہ ممکن تھا۔

(۴) جبکہ بعونہٖ تعالیٰ صفائے قلب ہے تو ایک امرِ دستانہ گزارش، جس طرح جناب نے بریلی و جبل پور تحریر فرمایا جیسا کہ وہاں کے خطوں سے معلوم ہوا کہ ہمارا اور احمد رضا کا مفاہمہ ہے، اس کے طے ہونے سے قبل اس بارے میں کچھ نہ کہا جائے گا، یہی جواب فریقِ ثانی کو دینا تھا، یہی مقتضائے عدل تھا اور یہی انتظارِ مفاہمہ کا اقتضاء، ان کے ہاتھ میں وہ تحریریں ہیں جن سے وہ کیا کیا مفاسد اخذ کرتے ہیں مگر میں بحمد اللہ تعالیٰ میں اس سے بددل نہیں، میں جانتا ہوں کہ جناب پر کس قدر یورش ہے، اگر ان کے نائرہ بائرہ فتنۂ ثائرہ کی وقتی تسکین کو کچھ لکھ دیا تو میں اپنے رب عزوجل کے فضل اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم سے مایوس نہیں، جناب کا قلب صاف رہنا چاہیئے پھر ان شاء اللہ العزیز حق اپنے مرکز ہی پر مستقر ہو کر رہے گا۔ آپ خود ہی تحریر فرما چکے ہیں کہ میں اس جسارت تو بہ کو، کس قدر مجھ پر ہر چہار طرف سے

یورش ہے، میں اس کو علامتِ قبولیت تصور کرتا ہوں، اللہ تعالے ثابت قدم رکھے آمین اللّٰھم آمین والتسلیم۔

۲۵ر شوال مکرم ۳۹ھ

فقیر ایک ضروری رسالہ دینیہ کی تصنیف میں تھا جسے کل شنبہ تک رجسٹری کر کے ارسال ضرور تھا کہ آج رجسٹری نہ ہوتی لہٰذا جواب میں تین دن کی تعویق ہوئی، معاف فرمائیں۔ یہ خط لکھوا چکا تھا کہ نامی نامہ مخبر رسید رجسٹری آیا۔

ایک حاجت ضروری گزارش، شرح فقہ اکبر حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ میرے پاس آگئی، آج اسے دیکھا صفحہ ۴۰ پر سطر ۱۹ سے ثلث سطر ۲۱ تک دو زیادہ اہل سما افضل از اہلِ سما سے نعوذ باللہ منہا تک، عبارت میں بظاہر سقط معلوم ہوتا ہے۔ امید کہ صحیح نسخہ قلمیہ سے اور اگر خاص دستخطی حضرتِ شارح قدس سرہ ہو تو از ہمہ اولیٰ، یہ عبارت حرف بحرف تحریر فرما بھیجیں، باعثِ ممنونی ہوگا۔ والتسلیم۔

فقیر احمد رضا قادری از بھوالی

(۷)

مولٰنا دام بالاکرام

تار مشعر تشریف آوری آج وقتِ ظہر آیا، کمال ممنون ہوا، آج ہی میں نے لکھوانا شروع کر دیا، کل اتوار ہے، پرسوں بعونہٖ تعالے رجسٹری حاضر کر دوں گا، کمال منت سے اتنی تمنا ہے کہ چاروں عہد سامنے رکھ کر تنہائی محض میں ملاحظہ فرمائیں، مجمع کا غوغا کبھی اتباعِ حق کا سدِّ راہ ہوتا ہے۔ اب تو آپ تشریف لے آئے، عبارتِ شرح فقہ اکبر اصل نسخہ سے مطابق فرما کر اب عنایت ہو، نیز صفحہ ۴۸ سطر اول ۲ میں ہے اجماع خلافت حضرت امیر المؤمنین قطعی و اجماع خلافت ظنی ، یہاں بھی کچھ الفاظ رہ گئے ہیں، اس کی بھی تکمیل عنایت ہو۔ حیف کہ ایسی کتاب اور اتنی غلط چھپے، جابجا مطلب خبط ہے، جابجا شود کا نشود، نشود کا شود ہے، اس کو تصحیحِ کامل کے ساتھ چھپوانا اعظمِ حسنات سے ہے، یہ آپ کے ہاتھ میں ہے یا اصل نسخہ

عاریۃً مجھے عنایت ہو تو میں باذنہٖ تعالےٰ اس خدمت کا شرف لوں۔ والتسلیم۔
شب ۱۰ ذی القعدہ ۳۹ھ

(۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مولانا اولنا اسلام علٰی مولانا

الحمد للہ! الحمد للہ! کہ چاروں عہد بالفاظ ما قبول فرمائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رد تکبر نہیں، اتنا ہی مقصود اہم تھا، اس نامۂ نامی میں جو کچھ فرمایا خصوصًا وہ دوسری شہرت کاذبہ المرجفون فی المدینہ کی مخترعہ خانۂ ایک ایک فقرے کے جواب باصواب حاضر ہیں مگر الحمد للہ زوائد میں اضاعت وقت کی حاجت نہیں۔ مرجفین نے کیا کچھ نہ کہا اور کیا کچھ نہ کہیں گے ستکتب شہادتھم انہیں یحسبون فی طینۃ الخبال حتی یاتوا بنفاذ ما قالوا ولن یاتوا بہ پر چھوڑ دیجئے، آپ اور میں بعونہٖ عزوجل اصل مرام میں مخلصانہ کلام کریں، دست بستہ عرض کہ میرے سابق نیاز ناموں پر نظرِ تازہ فرمائی جائے کہ اخلاصِ محض محض اخلاص ہی پائیے۔ یہ بھی نزاکتِ طبع سے میرا لیے جا خوف ہے، الحمد للہ جناب معاہدہ فرما چکے کہ سائل کو صائل بعین کو ہمین نہ سمجھا جائے گا وللہ الحمد!

وھا انا اشرع فی المقصود متوکلا علٰی ربی الودود انہ قریب مجیب ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

میں رفع انتظار جناب نیز بعونہٖ تعالےٰ آسانی جانبین کے لئے چاہتا ہوں کہ ایک ایک دو دو مبحث حاضر کروں، ان کے طے ہونے پر اور پیش کروں :

مبحثِ اول متعلق عبدالماجد[1]

(۱) الحمدللہ! اب تو قلب صاف ہے اور غبارِ مجانبت و درِ اظہار واقعیت مقبول و منظور، اب ارشاد ہو جائے کہ وہ جو بعدم ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء میں جناب نے چھاپا تھا کہ میں نے تحقیق کی، کوئی امر کا مولوی عبدالماجد کے متعلق ثابت نہ ہوا، اس میں جمیع طرقِ تحقیق کے استیعاب کا ذکر ہے۔ جمیع طرق کیا ہیں اور وہ سب کس کس طرح بجالائے گئے اور ہر ایک کا نتیجہ کم عبدالماجد کا عدمِ ثبوت کیونکر ہوا؟

(۲) وہیں یہ بھی فرمایا ہے اب میں اس قابل ہو سکا کہ دیانۃً بلا پس و پیش مولوی عبدالماجد صاحب کے متعلق اپنی رائے آپ کو دے سکوں، جب مجھے اطمینان ہو گیا تو آپ کو بھی اطمینان کرانا ضروری تھا۔ یہ مُدّتِ متطاولہ غورِ کامل میں صرف ہو کر آخر الامر آپ اپنی استقرارِ رائے بتاتا ہے مگر ادھر سے مکرر رجسٹریاں جانے پر سولہویں دن مولوی سلامت اللہ صاحب[2] کا جواب آیا، اس میں لکھا ہے مجددِ الفِ حاضرہ مولانا عبدالباری صاحب قبلہ نے ان کتابوں کو نہیں دیکھا، نہ وہ کتابیں پاس ہیں، نہ ان کے مطالعہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے بلکہ اب تو سنا ہے کہ ان کا دیکھنا بھی حدِ کفر تک پہنچاتا ہے۔ ان کی مخالفت میں کوئی تحریر کسی عالم کی ہم لوگوں کی نظر سے نہیں گذری، گذارش یہ ہے کہ جب آپ نے فریقین مکفر مکفرین کی کوئی تحریر نہ دیکھی تو مدتوں غور کیا رجماً بالغیب فرمایا۔

(۳ تا ۱۰) یہ تو یقیناً معلوم تھا (جس پر خود خطِ ۲۸ ستمبر شاہد ہے) کہ اہلِ علم نے

---

[1] مولوی عبدالماجد دریابادی مشہور انگریزی انشاپرداز، دیوبندی شیخ الکل مولوی حسین احمد مدنی کے مرید اور حکیم الامت الدیوبندیہ مولوی اشرف علی تھانوی کے تربیت یافتہ خصوصی اور خلیفہ! اتنے بڑے بڑے موحدین کے خصوصی تربیت یافتہ ہونے کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کے مسلمان ہونے کے قائل ہیں ۱۲

[2] مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی صدر مدرس جامعۂ نظامیہ فرنگی محل اور مولانا عبدالباری کے مرید اور شاگرد بھی تھے ۱۲

اس کی تکفیریں کی ہیں، یہ جان کر نہ اس کا کلام دیکھنا کہ کا ب بر تکفیر ہے، نہ ان کے کلام دیکھنا کہ کیا دار و گیر ہے، پھر یہ احکام فرما دینا کیا معنی؟ اور دین و دیانت سے اسے علاقہ کتنا؟ میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی کفر ثابت نہ ہوا، تحقیق کیا ہوا سے فرمائی؟ ب ایسی حالت میں مولوی عبد الماجد صاحب کے کفر کا میں قائل نہیں! کیسی حالت میں؟ ج اگر ان کے کلمات محتمل ہوں تو ان کو محملِ صحیح پر رکھنا چاہئے، اور اگر کفر میں مفسر ناقابلِ تاویل ہوں تو کیا کرنا چاہئے مبے دیکھے ایک شق اپنی طرف سے متعین کر کے ایسے دشنام دہندہ و تکذیب کنندۂ خدا و رسول و قرآنِ کریم کو کفر سے بچانا کونسا دین ہے؟

بالفرض آپ کو یہ معلوم نہ تھا تو اس کا عدم بھی تو معلوم نہ تھا، دین و دیانت کا تو یہ اقتضا ریہ فرمانا تھا کہ میں نے نہ اس کا کلام دیکھا نہ علماء کی تحریریں، میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا د خواہ مخواہ کی تاویلات سے کفر کا حکم دینا اگر رائج ہو جائے تو کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مسلمان کافر نہیں۔ یہ وہی بے دیکھے ایک شق کی تعیین ہے۔ مقتضائے دین یوں فرمانا تھا کہ اس کے کلمات دیکھے جائیں، اگر ان میں کفر ناقابلِ تاویل ہے تو وہ بیشک کافر مرتد ہے اور اگر ان کا ظاہر کفر ہے تو اس پر فقہا حکمِ کفر ہے اور تجدیدِ اسلام و نکاح وغیرہ کے احکام، اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ علماء براہِ عداوت خواہ مخواہ کی تاویلات سے اس پر کفر ڈھال رہے ہیں، تو یہ اگر رائج ہو جائے الخ۔ ک وہ لوگ جو اربابِ فتویٰ ہیں ان کے اسلام میں گفتگو شروع ہو جائیگی۔ اللہ و رسول و مسیح و مریم و قرآنِ اکرم کو سڑی سڑی گالیاں دے گا، عبد الماجد اور اسلام میں گفتگو شروع ہو جائے گی، علماء اربابِ فتوے کے، کیونکہ ہم نے بطورِ خود ان کی غلطی متعین کر لی ہے۔ و اب میں اس قابل ہو سکا کہ دیانۃً مولوی عبد الماجد صاحب کے متعلق رائے دے سکوں۔ کب اور کس وجہ سے اس قابل ہوئے؟ بے دیکھے شہادت کس دیانت نے دلوائی؟ ش اور اس پر ظلم اشد یہ کہ دیانۃً معصیت معصیت ہے اور معصیت

کر کے اسے تقویٰ کہنا آپ ہی فرمائیں کیا حکم رکھتا ہے؟ جس وقت تک مجھے دلجمعی نہ ہوئی اس کی پروا نہ ہوئی کہ احباب خفا ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ مدت تک آپ کو اس کے اسلام میں تردد تھا جب مجھے اطمینان ہو گیا، وہی بتلایئے کہ وہ تردد کیونکر رفع ہوا اور یہ اطمینان کیونکر ملا؟ تحریرات آپ نے دیکھیں نہیں، وحی اتر سکتی نہیں۔

(۱۱) جناب کو مکرر رجسٹریاں جانے پر آپ کے یہاں سے مولوی سلامت اللہ صاحب نے جو جواب دیا اس میں آپ کی اس تحقیق کے دو ذریعے بتائے۔ اول حضرت صاحب قبلہ (یعنی آپ) استفسار نہیں لکھتے میں جو خیالات شائع کئے گئے ہیں وہ صرف ذاتی واقفیت کی بنا پر تھے۔ ضرور خود ان خیالات کا خط گہری ذاتی واقفیت کا سرمد خواں ہے مگر وہ ذاتی واقفیت یہ تھی، عزیز موصوف (عبدالماجد) کو میں ہمیشہ سے جانتا تھا۔ ان کے میرے خاندان سے گہرا تعلق علاوہ عزیز داری کے تھا۔ ان کے والد ایک مردِ خدا پابندِ مذہب تھے، ذرا سی لغزش پر عزیز موصوف کو سرزنش کرتے تھے۔ قریب السن ہونے کے باعث ان کا اکثر خیال رہتا تھا کہ میری صحبت میں عزیز موصوف رہیں تاکہ ان کے خیالات پر بُرا اثر انگریزی تعلیم و فلسفہ کا نہ ہو۔ میں نے ان سے کوئی تعلق منافی اسلام نہ دیکھا نہ سنا۔ ان کے عقد میں شرکت کی۔ آج سے وہی برتاؤ تھا جو اپنے بھائیوں سے ہونا چاہیے۔ للہ انصاف! یہ سات فقرے ہیں، ان میں کونسا اس کو متقضی ہے کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی کفر ثابت نہ ہوا۔ کیا جس سے آپ کو قدیم شناسائی گہرے تعلق عزیزداری بھائی چارہ ہو جس کے عقد میں آپ شرکت کریں اس سے کبھی کفر صادر نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ وہ زمانہ نہیں جسے حدیث میں فرمایا یصبح الرجل مؤمنا و یمسی کافرا و یمسی مؤمنا و یصبح کافرا صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام دیکھو تو کافر شام تک مسلمان سمجھا جائے گا اور صبح دیکھو تو کافر۔

کیا جس کا باپ مردِ خدا پابندِ مذہب ہو (کیونکہ ڈپٹی کلکٹر تھے) اور وہ اسے سرزنش کرتا رہتا ہو بگڑ نہیں سکتا؟ یزید و ابن سعد و شمر خذلہم اللہ تعالیٰ کے باپ تو اجلۂ صحابہ کرام تھے

بلکہ خود واضح ہے کہ اس کے باپ کو انگریزی فلسفہ کے بُرے اثر سے اس پر اندیشہ تھا وہی سامنے آیا۔ آپ کی صحبت معلوم نہیں نصیب ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو وہ کیا اس کی ضامن ہے کہ جو آپ کے پاس ہولیا، کافر نہ ہوسکے گا، آپ خود اپنی ضمانت تو کر نہیں سکتے نہ میں نہ زید قلب الانسان بین اصبعی الرحمٰن بقلبہ کیف یشاء یا مقلب القلوب صرف قلبی علی طاعتک آمین۔

(۱۴) اس ذاتی واقفیت پر مجھے کلام کی کیا حاجت، یہ سب کچھ تھا بایں ہمہ جب آپ نے اس کے زندقہ والحاد کی باتیں سُنیں، آپ کا یہی خط شاہد ہے کہ آپ کو اس کے اسلام و زندقہ میں شک پڑ گیا اور مدتوں کاوش و تنقیح میں رہے۔ ا برادرم مولوی عبدالماجد کے بارے میں مجھے سخت خلجان تھا۔ ب صاحب صحیفہ کہتے تکفیر عبدالماجد پر بہت اہتمام سے فتوے جمع کئے، جناب کو بھی خط لکھا جس میں یقیناً اس کے کلماتِ کفر بتائے ہوں گے کہ اسی بارے میں وہ خط تھا، جناب نے صحیفہ کو یہ جواب لکھا جب آپ کا خط اور لوگوں کی بھی تحریریں آئیں موافق و مخالف مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے تعلقات امر حق کے اظہار پر غالب نہ آجائیں اور واقعی ان میں دہریت ولامذہبیت ہو مگر میں اس کو محسوس نہ کرسکتا ہوں۔ ج اس وجہ سے میں نے نہ صرف تامل کیا بلکہ ان کے ہم جلسہ لوگوں پر شبہ کرکے اس کے دفع کی فکر کی۔ د اعلیٰ حضرت حضور نظام کو میں نے تار دیا جس کا اصل مقصد احتیاط تھی تاکہ یونیورسٹی اور دارالترجمہ میں (جہاں عبدالماجد کا تعلق تھا) دہریت کا اثر نہ ہو۔ ھ اس سے تحفظ اشتباہِ بالا کا ہوگیا۔ و اب میں اس قابل ہوسکا۔ ز جب تک مجھے دلجمعی نہ ہوئی۔ ح جب مجھے اطمینان ہوگیا۔

غرض اول تا آخر آپ کا خط پکار رہا ہے کہ باوصف اس گہری ذاتی واقفیت کے آپ کو اس کے مسلمان زندیق و دہریہ ہونے میں سخت اشتباہ پڑ گیا، مدتوں آپ خلجانِ شدید و ترددِ مدید و شش و پنج بعید میں رہے پھر اسی ناکام مہمل معطل ذاتی واقفیت کو بنائے تحقیقِ مذکور نہ بنائے انکار ٹھہرانا دین و دیانت سے کتنا تعلق رکھتا ہے۔

(۱۳) رہا یہ کہ پھر اس درجہ خلجان، اس درجہ تردد، ایسے اشتباہ کے بعد بے کسی فریق کا کلام دیکھے خود بخود ایسی قوی دلجمعی، ایسا کامل اطمینان جس سے دوسرے کو مطمئن کرنا ضروری قرار پائے بلکہ جس کی اشاعت کر کے عام مسلمین کو دھوکا دیا جائے کیونکر حاصل ہو گیا؛ یہ وہ راز ہے کہ اگر آپ ہی پردہ کشائی نہ فرمائیں تو شاید سرِ قدر کی طرح روزِ قیامت ہی کھلے جس دن دلوں کے راز طشت از بام ہوں گے یوم تبلی السرائر۔

(۱۴) مولوی سلامت اللہ صاحب نے آپ کی تحقیق کا دوسرا ذریعہ یہ بتایا کہ اور مزید اعتبار کے لیے مسٹر عبد الماجد سے زبانی دریافت کر لیا تھا کہ کیا واقعی قرآن شریف مسیح و مریم صلوات اللہ علیہم کے بارے میں کوئی لغزش اعتقاد میں ہے، انھوں نے صاف کہا کہ جو کچھ میرے الفاظ کو معانی پہنائے گئے ہیں نہ میرا مقصد اس سے وہ معانی نکلنے کے وقت تھا نہ اس وقت ہے نہ مجھے اس کا احتمال تھا، بھلا اس سے زیادہ تحقیقات اور کیا ہو سکتی ہے مثلاً چور مال سے پشتارہ لیے نقب سے نکلتا گرفتار ہو معاینہ کی سو شہادتیں موجود ہوں مگر کچھ نہ دیکھیں نہ سنیں، چور سے پوچھیں تو نے چوری کی ہے وہ کہے نہ! بس اس پر کہہ دیا جائے کہ ہم نے ہر طرح کی تحقیق کر لی، کوئی امر چوری کا اس پر ثابت نہ ہوا۔

(۱۵) بلکہ انصافاً یہ اس سے بھی بڑھ کر ظلم اشد ہے چور پشتارے سے انکار کر سکتا ہے اور ممکن کہ سچا ہو کسی نے عداوۃً اس پر رکھ دیا ہو مگر عبد الماجد کو اپنی کتاب فلسفۂ اجتماع سے انکار کی طرف کوئی راہ ہی نہیں۔

(۱۶) جب اس کے اسلام و دہریت میں وہ شدید خلجان و تردد تھے اور یقیناً معلوم ہوا کہ اس پر قرآنِ عظیم و نبی کریم و مسیح و مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینے کے الزام قائم کیے گئے ہیں کہ انہیں الزاموں کو اس سے پوچھا تو صرف اس کے انکار پر ایمان لے آنا، اس مکرنے سے سارے خلجان اشتباہ مٹ جانا، کتاب نہ دیکھنا کہ آیا واقعی الزام سچے ہیں یا غلط معنی پہنائے ہیں؛ کون سے دین و دانش بلکہ کونسی عقل و دانش کا مقتضٰی تھا۔

(۱۷) کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ خط مولوی سلامت اللہ صاحب کہ آپ ہی کو مکرر رجسٹریاں جا نچہ جواباً آیا نہ حقیقۃً آپ کا ہے نہ آپ کے حکم نہ اذن نہ علم و رضا سے ہے، قبل عہود ایسا فرماد سینے کا احتمال ہونا بھی تو خود جناب کا خط ۳۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۴ھ کہ حضرت عظیم البرکۃ حامی سنت ماحی بدعت نا صر ملت حضرت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب صاحبزادہ سرکار نور بار مارہرہ مطہرہ دامت برکاتہم کے نام ہے، خط مولوی سلامت اللہ کی تصدیق اور آپ کی فنہائے تحقیق بتانے کو بس ہوتا جس میں آپ فرماتے ہیں عبد الماجد کے فلسفہ اجتماع کو نہ میں نے دیکھا نہ دیکھنے کا ارادہ۔ عبد الماجد نے جو مرادات کفریہ ان کی طرف منسوب تھیں میرے روبرو اپنی برارت کی مجھے اس سے زیادہ تحقیق کی اور کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ انہوں نے تو دو ذریعہ تحقیق بتائے تھے، آپ نے صرف پچھلے پر اقتصار فرمایا انہوں نے اول کو اصل اور اسے علاوہ رکھا۔ آپ نے اصل کو چھوڑا اور علاوہ ہی کو مناط و مدار فرمایا۔ کلمات صریحۂ کفر و ارتداد کی جگہ مرادات کفریہ لکھنے نے کھول دیا کہ آپ نے اس کے کلمات کو کفر نہ جانا بلکہ یہ ٹھہرایا کہ علماء نے کھینچ تان کر ان سے معانی کفریہ مراد لے لئے ہیں جس طرح خط ہدم میں فرمایا کہ خواہ مخواہ کی تاویلات سے کفر کا حکم دینا تاویلات اور وہ بھی خواہ مخواہ، اس نے نہ اپنے کلمات سے انکار کیا نہ آپ نے نہ مولوی سلامت اللہ صاحب نے یہ انکار بتایا نہ وہ چھپے ہوئے کلمات سے انکار کر سکتا تھا بلکہ آپ دونوں صاحبوں کی زبانی یہ ہے کہ اس نے ان کلمات کے یہ معانی ہونے سے انکار کیا اور اس پر آپ ایسا ایمان لے آئے کہ علماء کی نسبت قرار دے لیا کہ خواہ مخواہ کی تاویلات سے کافر بنا رہے ہیں اور ارباب فتنہ کے اسلام میں کلام شروع کر دیا، انصافاً فرمائیے کیا وہی آپ کا اندیشہ آڑے نہ آیا کہ کہیں میرے تعلقات امر حق کے اظہار پر غالب نہ آجائیں، غالب آئے اور کیسے آئے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۸) حاش للہ! کیا یہ مسلمان کی شان ہے کہ کسی دوستی یا بھائی چارہ اسے ایسا اندھا بہرا بنادے کہ کفر و اسلام میں تمیز نہ رہے، یار کا کفر بھی اسلام سوجھے کہ واقعی ان میں دہریت و لامذہبیت ہو مگر

میں اس کو محسوس نہ کر سکتا ہوں۔ قرآنِ کریم تو مسلمانوں کی شان یہ بتاتا ہے لاتجد و اقوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اپنے حقیقی بھائی یا بیٹے یا باپ سے بھی اللہ و رسول کی مخالفت کا کوئی لفظ سنا اور فوراً ان کی محبت دل سے نکل گئی نہ کہ ہم سن یار کے یا ماننے میں اس کی دہریت و زندیقیت نہ سوجھے، خدا کو مان کر اپنے اسلام کی تصحیح کیجئے، ایسی دوستی پر لعنت بھیجئے توبہ کیجئے۔ ۱۰۱ نمبر واجب الاتوبہ پہلے حاضر کر چکا ہوں اور سات یہ کلمات اغوائے مسلمین کہ یہاں ۳ تا ۱۰ میں معروض ہوئے اور دو، ۱۷ و ۱۸ میں، یہاں تک کل ۱۱۰ نمبر ہوئے اور انھیں اضافہ بعید نہ جانئے کہ آخر توبہ نامہ میں ان کے مثل کا لفظ موجود ہے۔

(۱۹) خیر اگر تقدیر الٰہی سے اتنا ہی اسلام قسمت میں آیا جسے آپ خود اسی خط نمبری ۱۳۲۲ میں محض برائے نام بتا رہے ہیں تو جب آپ کو اپنے ایمان پر ایسی بے اطمینانی تھی اور انصافاً ہونی ہی چاہئے تھی کہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ۵ ولو القی معاذیرہ ۵ تو آپ کیسی ہی تحقیق کرتے اس پر اطمینان محض بے معنی تھا۔ جب یار کی دوستی میں ایمان ہی ستم ہے تو کونسی تحقیق معتمد ہو سکے گی۔ وہی تہمت اپنی ہر تحقیق پر جاہیے تھی کہ واقعی اس میں دہریت و زندقہ ہو اور آپ کی تحقیق نشہ دوستی میں اسے محسوس نہ کر سکتی ہو نہ کہ تحقیق بھی کیسی جو کسی ادنیٰ عقل والے کے نزدیک بھی تحقیق نہیں ہو سکتی کہ مجرد اس کے بے معنی انکار مبنی پر سب و فتر گاؤ خورد کر دیا، تمام دیدہ نادیدہ، شنیدہ ناشنیدہ کر لیا، مدتوں کا تردد اشتباہ، غلبان یک زبانی انچہ میں چین سکون و مجمی اطمینان سے بدل گیا اور وہ بھی نہ صرف وجدانی بلکہ برہانی کہ دوسروں کو اس پر مطمئن کرنا منظور ہوا، عام مسلمانوں میں اس کے اسلام کا حکم شائع کرنا منظور ہوا، صحیفہ نے نہ چھپایا تو ہدم تو ہدم تھا، اس میں شائع فرمایا، علماء پر ظالم معاند خواہ مخواہ تاویلات سے مسلمانوں کو کافر بنانے والے کا حکم واقع فرمایا۔

دست بستہ گزارش کہ حاشا مقصود نہ آپ پر تشنیع ہے نہ آپ کی تجہیل بلکہ امانت حق

اور اس پر تسجیل اور آپ رد کی اجازت فرما ہی چکے ہو کچھ گزارش ہوا یا آئندہ ہوگا رد ہی ہوگا و بس و حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۲۰) ایک ذرا سا اشکال یہ بھی رہا کہ خط منسوب بہ مولوی سلامت اللہ صاحب نے دو ذریعہ تحقیق گر کہ کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی کہنے کو گنجائش دی بھی اگرچہ کہنے کو بھی گنجائش نہ تھی مگر خط نمبری ۱۳۲۴ نے ایک ہی میں حصر کر کے قصور معاف ڈھول سے کہاں بھی کھوئی، اس کی توجیہ تو جناب ہی کچھ فرمائیں گے۔

(۲۱) لیکن سخت مشکل یہ ہے کہ تحقیق وہ جسے کوئی عاقل قبول نہ کرے اور اسے یوں شائع فرمانا کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی، کوئی امر کفر کا ثابت نہ ہوا، پھر اسے نتیجۂ غور کامل بتانا کہ اب میں اس قابل ہو سکا، عوام مسلمین کو صریح اغوا اور ایسے خبیث تر کفروں ارتدادوں کا جہاں بے تمیز کی نگاہ میں ہلکا کرتا ہوا یا نہیں اور اس کا نام دیانت رکھا، دیانت تو یہ تھی اپنا وہ ایک اکیلا انوکھا نرالا ذریعہ تحقیق کھول دیا ہوتا کہ ہم نے اس سے پوچھا، اس نے اپنے کلمات میں معانی کفر مراد ہونے سے انکار کیا لہٰذا وہ سچا اور علماء جھوٹے۔ رہے کلمات وہ نہ ہم نے دیکھے نہ دیکھیں پھر جو بد نصیب ردِ دین سے پورا محروم اس پر اعتبار لانا اس کی اپنی بد دینی تھی، آپ پر اغوائے مسلمین و حمایت ارتداد و مرتدین کا ایسا کھلا الزام نہ آتا، یہ لا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون کی صریح مخالفت، یہ نمبر ۱۱۱ ہوا۔

(۲۲) مولوی ریاست علی خاں صاحب فرماتے تھے کہ آپ نے ان سے فرمایا ہم نے بریلی لکھ بھیجا تھا کہ عبدالماجد نے توبہ کر لی لہٰذا کفر زائل ہو گیا، ان کا یہ بیان اگر غلط ہو تو عجب ہے اور اگر صحیح ہو تو ہزار ہزار عجب! کہاں تو وہ کہ میں نے ہر طرح تحقیق کی کوئی امر کفر کا ثابت نہ ہوا اور کہاں یہ کہ اس نے توبہ کر لی لہٰذا کفر زائل ہو گیا۔ اگر بفرض غلط یہ واقعی تھا تو جناب کو یہی شائع کرنا تھا جس سے مسلمان اس کے کفروں کو کفر جانتے اور اسے بوجہ توبہ مسلمان مانتے نہ کہ وہ بیانات کہ سرے سے ان کلماتِ ملعونہ کے کفر ہونے ہی کی نفی کریں، اسے

غورِ کامل کے نتیجہ بہر گونہ تحقیق بتائیں، علماء پر خواہ مخواہ کی تاویلات سے کفر کا حکم دینا مقصود ہیں، غرض طرح طرح کفر وارتداد کو جاہلانِ بے خرد کی نگاہ میں ہلکا کریں۔

(۲۳) کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ آپ کے خط ہمدم کی تمہید میں جو خط آپ کے بھتیجے مولوی صبغۃ اللہ[1] صاحب فرنگی محلی کا چھپا ہے وہ نہ حقیقۃً آپ کا ہے نہ آپ کے حکم نہ آپ کے اذن نہ آپ کے علم سے ہے نہ بعد کو آپ اس پر مطلع ہو کر راضی وساکت ہوئے، اس میں جو لکھا ہے کہ "یاد رکھو اگر کسی میں ۹۹ آثارِ کفر ہیں اور ایک اثر ایمان ہے تو احناف کے نزدیک وہ شخص مرد مسلمان کہا جائے گا۔ فرنگی محل جو ہمیشہ حنفیت کا مرکز رہا ہے اس کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے چنانچہ مکرمی مولوی عبد الماجد صاحب کے متعلق حضرتِ عمِ مکرم مولانا عبد الباری صاحب قبلہ نے صحیفہ کو ایک مراسلہ تحریر فرمایا ہے، افسوس کہ صحیفہ نے خلافِ مقصود ہونے کی وجہ سے شائع نہ کیا لہٰذا اس کی نقل ہمدم کو بھیجتا ہوں۔ کیا یہ آجکل کے سخت جاہل بے دین نیچریوں کا گڑھا ہوا مسئلہ جسے انہوں نے اس لئے گڑھا کہ صدہا کفر کریں اور پھر مسلمان کے مسلمان بنے رہیں، شدید کفر نہیں کیا، اس میں قرآنِ عظیم کی صریح تکذیب نہیں قال تعالیٰ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم ان میں کتنے آثارِ اسلام تھے، کلمہ طیبہ پڑھتے، قسمیں کھا کر رسالت کی شہادتیں دیتے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھتے، ایک کلمۂ کفر پر قرآنِ کریم نے حکمِ کفر لگا دیا۔

(۲۴) کیا حنفیۂ کرام کا معاذ اللہ یہی مذہب ہے کہ ہمیشہ دن میں ۹۹ بار مہادیو کے آگے گھنٹی

---

[1] ان کا عجیب حال تھا، جب اخبار خدام الحرمین فرنگی محل کے ایڈیٹر تھے تو اس میں جامعہ نظامیہ فرنگی محل میں حضرت مولانا عبد الباری صاحب کے حکم سے حفظ الایمان مصنفہ حکیم الامۃ الدیوبندیہ کے جلانے کی خبر بڑے اہتمام سے شائع کی اور حضرت مولانا کے بعد تھانوی صاحب کے مرنے پر انہوں نے فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا۔ ان ہذا من اعاجیب الزمن۔

بجا یا کرے، ڈنڈوت بجالایا کرے اور کسی وقت دو رکعت نماز بھی پڑھ لیا کرے، اسے ضرور مسلمان کہا جائے گا، لا الٰہ الا اللہ کہاں ایک کلمہ کے احتمالات اور کہاں ایک شخص کے مقالات وحالات اگر اس کا بیانِ جلیل دیکھنا ہو تو فقیر کا رسالہ تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن ملاحظہ ہو۔

(۲۵) کیا علمائے فرنگی محل کا ہمیشہ اسی پر عمل رہا! انگریزوں کو تو ضرور مسلمان کہتے ہوں گے کہ ابراہیم وموسےٰ وعیسےٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور توریت و زبور و انجیل وحشر ونشر غیرہا بہت سے عقائدِ اسلام کے قائل ہیں۔

(۲۶) وہ آپ کا عقیدہ بھی یہی بتاتے ہیں اور چنانچہ کہہ کر آپ کی تحقیق کا بھرم کھوتے ہیں کہ اگرچہ عبد الماجد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحضرتِ مسیح وحضرت مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اور خود قرآنِ عظیم ورب کریم کو سخت فحش گالیاں دیں مگر ہے تو کلمہ گو! اس ایک اثرِ اسلام نے وہ سب کفر دھو دئے لہٰذا آپ نے فرمایا کہ اس کے کفر کا میں قائل نہیں۔ اگر یہ آپ کا عقیدہ نہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ ضرور اسے کفرِ خالص جانتے ہوں گے تو اس کفر پر آپ نے کیوں سکوت کیا؟ خصوصاً آپ کے گھر کا تھا، خصوصاً آپ کے خط کی تمہید ہونے سے ناظرین کو حسبِ رواج آپ ہی کا یا کم از کم آپ کا مقبول معلوم ہوتا تھا خصوصاً جبکہ یہاں سے پہلی رجسٹری میں اس کا سوال بھی آپ کو گیا تھا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ۹۹ مغلظ فحش گالیاں دے اور ایک بار رسول اللہ کہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ اگر کافر ہے تو کیوں حالانکہ اس میں ۹۹ آثارِ کفر ہیں اور ایک اثرِ ایمان ہے۔ اس حجت پر اسے مسلمان جاننے والا کافر ہے یا مسلمان، خط منسوب بہ مولوی سلامت اللہ صاحب میں اسے بھی الگ اڑا دیا، کچھ جواب نہ دیا، یہ سکوت علی الکفر وگوارشِ اشاعتِ کفر اور حنفیہ کرام وتمام علمائے فرنگی محل اور خود اپنے اوپر ایسا شدید افترائے کفر شائع ہوتے دیکھنا اور خاموش رہنا زیادہ نہیں تو یہ ۱۱۲ نمبر ہوا۔ طرفہ یہ کہ بھتیجے صاحب کا فرمانا کہ مسلمان کو جو الوہیت ورسالت کا مقر ہو کافر کہنا خود اپنے لئے حلقۂ کفر وسیع کرنا ہے (الیٰ قولہ) ورنہ بڑے بڑے الزامِ کفر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کا آخر

اگر چہ وہی آپ کی آواز ہے کہ جو ارباب فتوے ہیں ان کے اسلام میں گفتگو شروع ہو جائے گی، مگر اس کا اول بیچارے عبدالماجد پر بھی افترا ہے، وہ ہرگز رسالت کا منکر نہیں بلکہ صاف لفظوں میں تمام رسولوں کی رسالت کا معترف ہے۔

جو آپ کو پہلی چٹھی میں لکھ بھیجا تھا کہ اگر ایک شخص کا عقیدہ توحید کامل ہے اور ساتھ امورِ معیشت میں اصول اعتدال و پاکبازی کو ملحوظ رکھتا ہے تو کیا ضرور ہے کہ ان سب کے ساتھ ایک نائب الٰہی کی رسالت کا بھی اقرار کرے، افسوس مولوی صاحب نے اس پر بھی افترا کیا تھا سے کافر بھی کہہ دیا اور خود بھی کافر کو مسلمان ماننے کا کفر اوڑھ لیا اور یہ سب بھان کے اپنے دھرم پر محض بلا وجہ ہوا کہ الوہیت کا اقرار کیا ایک اسلام کافی نہ تھا اس کے تو اقوالِ کفر ۹۹ سے بہت کم گنے گئے ہیں، یہ ایک تو ۹۹ کو مٹا دیتا۔

(۲۷) پھر خط منسوب بہ مولوی سلامت اللہ صاحب میں فرمایا کسی مسلمان کو کافر بنانے سے زیادہ اہم اس وقت درپیش ہیں اسی میں مصروفیت ہے اس وجہ سے حضرت مولانا کو ان امور کی طرف توجہ کی ضرورت محسوس ہر مذہب والا مسلمانوں کو نیست و نابود کر رہا ہے، کیا کٹار پور، کلکتہ، آرہ، شاہ آباد اور بیرونِ ہند کے واقعات پیش نظر نہیں، پھر جو کچھ آپ ایسے عاملانِ شریعت پیش خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جواب دیں گے وہی ہمارا جواب عدم تکفیرِ عبدالماجد کا ہوگا ایسی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا ہم مناسب نہیں خیال کرتے۔ کیا خوب مسلمان کو کافر بنانا بھی آپ کے نزدیک اہمیت رکھتا ہے، اگرچہ اس وقت اس سے زیادہ اہم امور درپیش ہیں۔ امید تو یہ ہے کہ آپ بھی اسے کفر سمجھتے ہوں گے ورنہ شاید اسی اہمیت کے لئے تکفیر مرتد فع کرنے میں باوصف ان مشغولیوں کے یہ کوشش فرمائی تاکہ قرآن و رسول کی عظمت نگاہوں میں ہلکی ہو کر مسلمان کافر بنیں کہ مسلمانوں کو کافر بنانا بھی امر اہم ہے اسے مسلمان تو خطہائے منسوبہ بہ مولوی سلامت اللہ و مولوی صبغۃ اللہ صاحبان فرمائیں، واقعہ یہ ہے کہ آپ سے سوال ہوتا ہے ایک شخص نے

کلمہ گو ہو کر اللہ و رسول و قرآن عظیم کو سخت گالیاں شائع کیں، اس کی کلمہ گوئی کے دھوکے سے اور جاہل مسلمان خراب ہوتے ہیں، اس میں کیا حکم ہے آپ فرمائیں تمہیں اللہ و رسول و قرآن پر گالیاں پٹنے قائم ہے یہاں سلطنت ترک کی فکر ہے کہ اللہ و رسول و قرآن کی عظمت سے بہت اہم ہے، ہمیں اللہ و رسول و قرآن کی بے حرمتی اور اس کی اشاعت سے مسلمانوں میں خرابی پھیلنے کی طرف توجہ کی کوئی ضرورت نہیں! فرمائیے یہ جواب اسلام سے کتنا تعلق رکھتا ہے؟ کیا یہ نمبر ۱۱۳ نہ ہوا؟

(۲۸) ہر باطل سے باطل تر کے فرض پر اللہ و رسول و قرآن کی عظمتیں (آپ کے نزدیک) ایسی ہی کم قدر تھی، کیا عبد الماجد کی عزت سے بھی گئی گزریں کہ حمایت سلطنت سے وقت کتر کر اس پر سے دفع الزام کفر میں صرف فرمایا اور اللہ و رسول و قرآنِ عظیم کی حمایت کی طرف توجہ بھی محض غیر ضروری جانی، کیا اس کا نام اسلام ہے؟ یہ نمبر ۱۱۴ ہوگا۔

(۲۹) توجہ ضروری نہ ماننے پر خاک ڈالیے، اللہ و رسول و قرآنِ عظیم کی عزت و عظمت کو صریح فضول بات اور اس میں وقت صرف کرنے کو تضییع اوقات اور نامناسب کہہ دیا، سائل کہتا ہے کہ دیکھو اللہ و رسول و قرآن کریم پر گالیاں پڑ رہی ہیں مسلمان بگڑ رہے ہیں، آپ فرمائیں پڑی ہوں گی ہمیں کیا غرض، ہم فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرتے، یہ کونسی اسلامی شان ہے؟ انا للہ و انا الیہ راجعون، کیا یہ صریح توہین کفر نہیں؟ یہ نمبر ۱۱۵ تا ۱۱۷ ہوا۔

(۳۰) ادھر کا جواب تو آپ کو بارہا قرآنِ عظیم سے دے دیا گیا کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کیا آپ بھی واحد قہار کو یہی جواب دیں گے؟ کہ اگرچہ لوگ کہا کیے کہ اس نے اللہ و رسول و قرآنِ عظیم کو گالیاں دی ہیں مگر مجھے اس طرف توجہ کی قدرت نہ تھی کہ عزیز بھائی دوست کو کیونکر کافر کہتا اور تو فرما چکا تھا کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا جس طرح آپ نے یہاں فرمایا ہے کہ واقعی ان میں دہریت و لامذہبیت ہو مگر میں اس کو محسوس کر سکتا ہوں یہ حق و باطل کا تسویہ نمبر ۱۱۸ ہوا۔

(۳۱) اللہ و رسول و قرآنِ کریم کی حمایت عظمت سے اہم تر کیا بتایا تھا، دشمنانِ اسلام سے

انتقام اور اس پر کٹار پور، کلکتہ، آرہ، شاہ آباد کے مظالم جو ہنود نامسعود نے اسلام و مسلمین پر توڑے، یاد دلائے اور انتقام کیا لیا کہ انہیں بھائی بنالیا، گہرا دوست بنالیا، دلی مخلص بنالیا، ان کے پس رو ہو گئے، انہیں رہنما رہے سہام تری، کیا اب بھی اللہ و رسول و قرآن عظیم سے شرم نہ آئے گی، ان کی عظمت کو پیچھے تو اس لئے ڈالا تھا کہ دشمنوں سے انتقام لیں گے اور ہوا یہ کہ ان کی عظمت کی طرف توجہ کی فرصت نہیں اس لئے کہ ان کے دشمنوں کی غلامی و لیس روی کرنی ہے وَلاَحول ولاقوۃ الّا باللہ، یہ کتا عنت نمبر ۱۱۹ ہوا، حکم آپ بولتے جائیے۔

(۳۲) بارے بحمد تعالٰے یہاں یہ تو قبولا کہ ہنود مسلمانوں کو نیست و نابود کر رہے ہیں، ہر مذہب والا میں وہ بھی داخل ہیں اور کٹار پور، کلکتے، آرے، شاہ آباد کی نظریں تخصیص بعد تعمیم، اب کدھر جائیں گی آپ کی اور مسٹر ابوالکلام وسائر لیڈر کی وہ جبرانہ کوششیں کہ ہنود لم یقاتلوکم فی الدین ہیں، ان سے نیک برتاؤ کو قرآن عظیم منع نہیں فرماتا اور سب صاحبوں کا یہ حیلہ باطلہ کر کے قرآن کریم سے ہزاروں کوس آگے بڑھ جانا، بر سے وداد، وداد سے اتحاد، اتحاد سے غلامی و انقیاد تک دوڑ جانا حتی کہ مسٹر آزاد کا واحد قہار پر منہ بھر کر یہ افترا اٹھانا کہ ان کافروں سے محبت کرنا اسلام کا حکم ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون۔

اب کہ آپ نے قبول دیا کہ ہر مذہب والا مسلمانوں کو نیست و نابود کر رہا ہے تو قطعاً کسی غیر مسلم سے موالات برتنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور اس کے دشمنوں کا ساتھی اور بحکم قرآن فانہ منہم کا مستحق و ذٰلک جزاء الظّٰلمین یہ کتا جاری عظیم و کاری نمبر ۱۲۰ ہوا، حکم خود قرآن عظیم بتا چکا کہ فانہ منہم۔

(۳۳) میں یہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ کو جو رجسٹری اول ۲۶ ذی الحجہ ۳۷ھ کو یہاں سے گئی اس میں سلام بلفظ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ تھا، خط منسوب بمولوی سلامت اللہ صاحب میں اس پر فرمایا جو تحریر آئی مسلم کی مسلم کی طرف نہیں معلوم ہوتی تھی اور غیر سے

تحمل طلب فضول۔ اللہ اکبر! یا تو محض اس بنا پر کہ السلام علیکم کیوں نہ کہا مسلمانوں کو غیر کہنا اور قابلِ خطاب نہ جاننا یا ہندو مشرکوں میں یوں جذب ہو جانا مگر وقائع نے اس کہنے کی گنجائش نہ رکھی، مشرکین سے اتحاد منایا جا رہا ہے تو وہ غیر کہاں؟ غیر تو مسلمان ہیں کہ مباین کا متحد ضرور دوسرے مباین کا مباین ہے اور خود وہ فقرہ بھی اسی پر دال تھا، ظاہر ہے السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ مسلمان کا کلام ہے وہ اگر مسلم سے مسلم کی طرف نہیں تو قطعاً مسلم سے غیر مسلم کی طرف ہے یہی مان کر غیر جان کر خطاب فضول سمجھا جس خواب کی تعبیر یہ اتحاد ہنود ہوا، خطوط کی نسبت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ لائق رد کا محل نہیں۔

(۳۴) جناب اس نیازمند پر کمال احسان فرما کر ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ صحیفۂ دکن نے جو خط جناب کو عبدالماجد پر حکم شرعی لینے کے لئے بھیجا تھا کیا اس میں اس کے کلماتِ ملعونہ بالفاظہٖ خصوصاً بحوالۂ صفحات مکتوب نہ تھے یا اس کے ساتھ کوئی فتوائے تکفیر نہ تھا یا اس کے علاوہ اور جگہ بھی کسی تحریر میں کلمات بالفاظہا منقول نہ ملاحظہ ہوئے تھے، اگر تھے تو ان صرائح مفسرہ ناقابل تاویل کی نسبت قائل کا حسبِ عادت کفار منافقین کہ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم معانی کفر مراد ہونے سے مکرنا کیونکر مان لینے کے قابل تھا۔ یہ اسلام و قرآن کے کس قدر خلاف واقع ہوا یا جانے دیجئے آپ جیسا اخباری آدمی دنیا میں وہ کچھ اس کے کلمات کا شور مچے اور آپ کے کان اس شہرت سے ناآشنا ہوں کیف وقد قیل تو خبر واحد پہ ہے اتنا اشتہار ہو یہ کچھ گیر و دار ہو اور ادھر آپ عادت کفار منافقین سے غافل نہیں کہ کفر بکتے اور پوچھے پر صاف مکرتے ہیں پھر صرف اس کے انکار ارادہ معانی پر یقین لا کر نہ خود مطمئن ہو جانا بلکہ عام میں اس کی برارت پھیلانا کہاں تک خیر خواہی اسلام و مسلمین کا صریح مخالف ہوا، آپ نے خیال نہ کیا کہ مرتکب کا انکار مردود اور بلاوجہ تکذیب شہرت پر دلیل مفقود، میں جو بے دیکھے یوں اس کی برارت پر شہادت دے دیتا ہوں، اگر واقع میں وہ شہرت حق ہوئی جیسا کہ

حقیقت میں حق تھی تو یہ شہادت جاہل مسلمانوں کو کیسا بے چھری ذبح کر دے گی، اگر باورچی ایک کھانا عام کے لیے بھیجے اور لوگ اس کی نسبت عینی شہادتیں دیں کہ اس میں زہر ہلاہل ہے، ناواقف ایک شخص کی بات ماننے والے اس کے قول کے منتظر ہوں وہ زہر کی جانچ جانتا ہو مگر کچھ نہ کرے نہ ان شہادتوں پر کان دھرے صرف اس باورچی کے انکار پر اعلان دے کہ ہم نے ہر طرح تحقیق کر لی اس میں کوئی اثر زہر کا ثابت نہ ہوا کیا اس کے دل میں ان تبعوں کی جان کی پروا ہے، پرواہ ہوتی تو جانچ کبھی نہ کہتا بے دلیل اس شہرت کو جھوٹ جانتا کہ اگر صحیح ہوئی تو اتنوں کی جان مفت جائیگی مگر نہیں اسے ان کی جانوں سے کچھ غرض نہ تھی، باورچی سے کبھی کی ملاقات بتائی، اس میں اتباع کی جانوں سے بے پرواہی زندگی کی بدخواہی تھی اس میں مسلمانوں کے ایمانوں سے بے پرواہی اسلام کی بدخواہی ہوئی یہ مسلم کا کام ہے یا کس کا؟

(۳۵) تقصیر معاف! یہاں توبہ گزشتہ کی آڑ لینا صحیح نہیں الماضی لا یذکر وہ آپ کے خط مطبوعہ ہمدم ۲ رجون، پھر خط مطبوعہ بریلی سے منسوخ منسوخ ہو چکی ہے، برنکتہ ادب گزارش۔ ایک غیر شخص کے حال سے تصور فرمائیے مثلاً زید خمر و خنزیر کو حلال طیب بالاعلان کہہ چکا ہو مدتوں اس پر مصر رہا ہو پھر احمد کے کہنے سے توبہ چھاپے کہ میں نے تو اسے کچھ کفر و ضلال نہ جانا تھا مگر احمد کے اعتماد پر توبہ کرتا ہوں، اس پر اس کے ہم پیالہ دہم نوالہ شورش و یورش کریں اس پر چھاپے کہ ؎

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم لوگ اختلاف تو اختلاف، خلاف سے بھی بچتے ہیں ضعیف قول سے بھی بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں ہر کام میں ادھر ادھر کی پوچ باتیں بھی مان لیتے ہیں، جمعہ فرض جانتے ہیں پھر بھی احتیاطی ظہر پڑھ لیتے ہیں، توبہ تو خطا کے احتمال سے مشروع ہے کیا کوئی عاقل کہے گا کہ اس نے خوک و شراب کو حرام و نجس مان لیا اور انہیں حلال طیب سمجھنے سے توبہ کی تھی یا اس

پر قائم رہا، میں تو جانوں شاید عقلاً یہ کہیں گے اگر پہلے ہی سے اسکی یہ نیت تھی تو توبہ کی ہی نہ تھی، مسلمانوں کو دھوکا دیا تھا ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ اور اگر اب اپنی نیت یہ ترا شتا ہے تو قطعاً توبہ سے پھر گیا فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ۔ یہ نمبر ۱۲ ہوا، ہاں ایک تیسرا احتمال عقل اور ہے کہ زید کے حق میں ان دونوں سے آسان ہے وہ یہ کہ واقع میں اس نے صدقِ دل سے توبہ کی اور اب بھی اس پر قائم ہے، یہ توریہ کے کلمے ان پور شیوں متوز شیوں کے منہ مارنے ان سے اپنی جان چھڑانے کو لکھ دیئے ہوں مگر یہ علم غیب ہے، اللہ پھر اس کے رسول کو ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، غرض ایسی بودی توبہ شرعاً نا کام ہے، پہلے آپ کی یہ سند تھی کہ فرنگی محل کے دو مولویوں نے اس کی برارت لکھی ہے، ہر جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے، گویا کوئی بڑا عذرِ شرعی مل گیا۔ خطِ ہدم میں ہے علاوہ اس کے میرے یہاں کے بعض علمار نے بھی ان کی برارت لکھی۔ خط منسوب بہ مولوی سلامت اللہ میں ہے باوجود اس کے یہاں علمائے ان کے اسلام کے بارہ میں فتوے شائع کر دیا ہے، خط نمبری ۱۳۲۴ میں ہے میرے یہاں کے مفتیوں نے جواب ماشاراللہ شمس العلمار بھی ہو گئے ہیں، عدم تکفیر کا فتوے شائع کیا۔

سبحان اللہ انگریزوں سے بائیکاٹ، ان کے خطابوں سے نفرت اور انہیں خطابوں پر تفاخر اور ان سے دین و شریعت میں طلبِ عزت حالانکہ ان سے سائل نے بالکل الٹا سوال کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گالیاں دینے کے عوض عقلی طور پر حضور کی فضیلت ثابت کرنا لکھا تھا، اب تو بفضلہٖ تعالیٰ آپ ہی کے یہاں تین مفتیوں نے عبدالماجد کو کافر و قابلِ قتل لکھ دیا، فتوے جناب کا ملاحظہ فرمودہ ہے پھر بھی نقل حاضر:-

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کو معاذ اللہ مجہول النسب کہنا اور یہ کہ توحید کے بعد کسی کو رسول

ماننے کی کیا حاجت ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں بڑھا کر اپنے پیروؤں کی آزادی پامال کی، ان اقوال کا قائل مسلمان ہے یا کافر؟ بینوا توجروا

محمد ابوالحسن ہیڈ مولوی فیض عام اسکول میرٹھ، ۱۵ر جنوری ۱۹۱۹ء

یہ تینوں اقوالِ ملعونہ اسی عبدالماجد کے فلسفۂ اجتماع کے ہیں، اس کی پوری عبارتیں مع حوالۂ صفحہ اکمل قہر الواحد بتکفیر عبدالماجد میں ملاحظہ ہوں۔

اب فرنگی محل کا جواب سنئے۔ "ہو المصوب۔ ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے احتراز واجب ہے، اگر حکومت اسلامی ہوتی تو ایسا شخص تعزیر کیا جاتا، ایسا شخص قابلِ گردن زدنی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبدالهادی الانصاری غفر لہ اللہ الباری (مہر)

صح الجواب محمد عبدالقادر الانصاری غفر لہ اللہ الباری

ھذا الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب حررہ الفقیر محمد ایوب غفر لہ الذنوب (مہر)

اب تو صاف کھلے لفظوں میں اس کا کافر مرتد ہونا اسی ہمدم میں چھپا ہے جس میں آپ کا وہ خط چھپا ہے کہ جن کی نگاہیں اس حمایت مکفر پر پڑی ہیں اس کا رد بھی آپ ہی کے قلم سے دیکھیں کہ آپ حمایت کفر و اغوائے مسلمین کے مواخذۂ شدیدہ سے نجات پائیں ورنہ یقین جانئے کہ انما علیک اثم الاریسین۔

پیچ پیچ گزارش کر چکا اور پھر گزارش کہ حاشا! تعبیر تشنیع و تعریض مقصود نہیں بلکہ حق کی تسجیل و توضیح کہ جب تک بات کا پورا مآل کامل تصویر میں نہ دکھایا جائے مبلغ حکم تک ذہن پہنچنے میں کمی کرتا ہے اور آپ رد کی اجازت فرما ہی چکے، رد سے زائد ہرگز کچھ مراد نہیں۔ یوں خیال فرمائیے کہ کسی دوسرے کے اقوال کا بیان ہے

کہ نفس کا حصہ نہ شامل ہو، ہمارے نفوس ایسے مزکّٰی کہاں کہ حق مُرّ کو شہد و دُر سمجھیں الحق سبحانہ ھو العزیز الرحیم اور یہ کئی بار گزارش کر چکا ہوں کہ اپنے خیالات حاضر کرتا ہوں، جو ناصواب ہو میں فوراً اسے کم کرنے کو تیار ہوں۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ و ابنہ الغوث الاعظم و حزبہ اجمعین الیٰ یوم الدین آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مبحثِ دوم متعلق تکفیرِ خود

(۳۶) اب جو یہ مکالمہ اس ماہِ مبارک رمضان شریف سے شروع ہوا ہے مولیٰ عزوجل بجاہِ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ماہِ مبارک کی برکت سے اس کا انجام ہر طرح خیر فرمائے، آمین۔ اس کے خط اول ۱۶ ر ماہ مبارک میں آپ نے فرمایا یہ کہ میں نے اپنا و دیگر علماء کبار و سادات عظام و مسلمین کے ایمان کو برائے نام بتایا یہ مجھے یاد نہیں پڑتا تحریر یہ ہے تو کہاں؟ زبانی ہے تو کس سے؟ جب تک یاد نہ آئے اپنے کو مرتکب کیسے سمجھ لوں گا اور توبہ کیونکر کروں گا؟ یہ خط یہاں ۱۸ کو آیا، ۱۹ کو میں نے جواب گزارش کیا اور آپ کے نمبری ۲۳۲ ۱ بنام حضرت حامیٔ سنت سید محمد میاں صاحب مارہروی دامت برکاتہم کا پتا دے دیا کہ اس میں تحریر تھا اب میں اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ لایبقی من الاسلام الا اسمہ کا ہے اب آپ ہوں یا میں یا عبدالماجد یا مولوی احمد رضا خاں صاحب، سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں۔ بارے! آپ کو بھولا بھولا دیا آیا کہ خود خط دوم ۲۲ ر ماہ مبارک میں فرمایا مجھے خیال ہے کہ جناب نے اسلام برائے نام لکھنے کا جو الزام دیا ہے وہ محمد میاں صاحب مارہروی کی تحریر سے شاید اخذ کیا ہے، اگر جناب نے ایسا کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ اس عبارت کا مقصد میں نے نہیں لیا ہے بلکہ میں نے کمال ایمان کی ندرت پر جو کچھ لکھا ہے وہ لکھا ہے

مکرمی! نہ یہاں شاید کو دخل ہے نہ اگر کو نہ اصلاً اخذ کی حاجت۔ آپ کے صاف صریح لفظ ہیں کہ زمانہ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ کا ہے۔ اس کا ترجمہ تو فرمایئے، حاصل یہی آیا یا نہیں کہ اب اسلام سے نام کے سوا کچھ باقی نہیں۔ اس میں اور تمام موجودین زمانہ کا اسلام برائے نام ہیں تین بیس اور ساٹھ ہی کا فرق ہے یا کچھ اور؟ پھر یہ فرمانا کہ یہ اس عبارت کا مقصد میں نے نہیں لیا ہے، کیا ایسا نہیں کہ زید کہے میں نے تمام اہلِ زمانہ کو خنزیر یہ کہا نہ میرا یہ مطلب تھا۔ میں نے تو سوٗر کہا ہے۔ قصور معاف! یہ مکابرہ نمبر ۱۲۲ ہوا۔ کیا مکابرہ سے توبہ فرض نہیں؟ کمال ایمان کی عذرت اگر بزعمِ جناب متعلق ہے تو جناب کے فقرۂ مابعد سے کہ صادق العیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے۔ اسی پر خود آپ نے اپنے خط سوم میں بحث کی ہے، کامل الایمان نہ ہونے پر کون مسلمان بلکہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ صرف نام کا مسلمان ہے، کیا ناقص الایمان حقیقۃً مومن نہیں ہوتا؟ حقیقۃً مومن نہ ہو تو یقیناً کافر ہوگا کہ لا منزلۃ بین المنزلتین اور جب یقیناً کافر ہوا تو اسے ناقص الایمان نہ کہے گا مگر کافر یا مجنون کہ کافر کو ایمان کامل خواہ ناقص خواہ انقص سے کیا علاقہ؟ اب تو آپ کو کھلا کہ آپ نے تمام علماء و سادات و مسلمین اور خود اپنے آپ کو منہ بھر کر کافر کہا۔ پھر خط سوم ۲۶ رماہ مبارک میں آپ کا فرمانا کہ مجھے اب بھی انکار ہے کہ میں نے کہیں بھی ایسی عبارت لکھی ہے جس سے احتمالِ کفر ہو، صریح انکارِ آفتاب ہے، کفر صریح موجود نہ ایک بلکہ سخت ذبل کر ڈالوں ڈبل کہ خود کافر اور تمام جہان کے مسلمان سب کافر اور احتمال تک انکار ہے

خود اور تمام امتِ شہ کو کہو کافر
پھر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

یہ کتنا بھاری نمبر ۱۲۳ ہوا۔

(۳۷) یہ فرمانا بھی اپنی تصریح سے سخت عجب ہے کہ جب تک یاد نہ آئے توبہ کیونکر کروں آپ کا ایک مخلص آپ کے والد ماجد کا قدیم ملنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ آپ نے کہا ہے

اور آپ کو اسی کا خلاف یاد نہیں تو علم نہ سہی کم از کم احتمال تو ہوا اور آپ ہمدم ۲ رجون میں فرما چکے کہ توبہ احتمالِ خطا سے بھی مشروع ہے، پھر توبہ کیونکر کروں؟ کیا معنی؟ کیا توبہ مشروعہ سے انکار نمبر ۱۲۴ نہیں؟

(۳۸) مسلمانوں کا اسلام برائے نام بتانے پر خط سوم میں اپنے والدِ ماجد سے سند لائے تو کتنی نفیس! فرماتے ہیں میں نے برابر اپنے جدِ اعظم مرشدِ مکرم اور والدِ ماجد قدس سرہما سے سنا کہ فرماتے تھے یہ زمانہ پُر آشوب ایسا ہے کہ جو اپنا ٹوٹا پھوٹا ایمان لے کے چلا جاوے تو بہت غنیمت ہے۔ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ باوا کا وقت پھر غنیمت تھا اب تو کسی ایمان کا لے کے چلا جاوے تو بہت غنیمت ہے۔

مکرمی! ہزار حیف کہ آپ ذی فہم اور مضر و مفید میں اصلاً تمیز نہ ہو، ذرا اپنا ہی لکھا پھر پڑھیے وہ ٹوٹا پھوٹا ایمان فرماتے تھے یا برائے نام ایمان؟ میں اگر اس کو آپ کی جلد بازی پر محمول نہ کرتا تو یہ نمبر ۱۲۵ ہوتا۔

(۳۹) آگے چل کر اس سے بڑھ کر عجیب کارروائی فرمائی جسے دیکھ کر عقل و انصاف انگشت بدنداں رہ جائیں۔ ایک طرف اپنی عبارت خط نمبری ۱۳۲۴ لکھی اور اس کے مقابل میں نے جو ۱۰۱ امور سے توبہ مانگی ان کے امر دوم کی اور فرمایا بالمقابل دونوں عبارتیں تحریر کرتا ہوں، امید کہ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے:

اب چاہے آپ ہوں یا میں عبدالماجد ہوں یا مولوی احمد رضا خاں صاحب سب اثر سے زمانہ سے محفوظ نہیں، صادق العیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جاوے عبدالماجد زندیق ہیں تو مدعیان	اکابر سادات و علماء و جملہ مسلمین زمانہ کا اسلام برائے نام بتانا اور ان میں اور کفار میں امتیاز نہ ماننا کفر ہے اور اپنے آپ کو بھی ایسا ہی کہنا اقرار کفر در کفر ہے۔

نقوش و مجددیت جن کا ادنیٰ خادم میں
بھی ہوں، کب صدیق ہیں؟

عبارت خود و کلام فقیر بالمقابل دکھا کر انصاف طلب فرماتے ہیں کہ دیکھو تونے سب مسلمانانِ زمانہ کا اور خود اپنا اسلام برائے نام بتانے کا الزام ہم پر رکھا وہ ہماری عبارت میں کہاں ہے اور اپنی عبارت یہاں سے شروع کی اب چاہے آپ ہوں یا میں، اور اس کے متصل ہی اوپر کا فقرہ جس میں اصل مطلب تھا الگ اڑا دیا کہ اب میں اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ۔ کا ہے اب چاہے آپ ہوں یا میں، الیٰ آخرہ انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نزاکتِ طبع کا خوف ہے اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا کہ یہ نمبر ۱۲۵ ہوا اور بہت سخت و بئیس ہوا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۴۰) خط دوم ۲۲ رماہِ مبارک میں فرمایا اب غور کے بعد یہ خیال آیا ہے کہ اس سے اس طرح توبہ کر سکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں کہ اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تحریر فرمایا ہے تو میں اس سے بصدقِ دل توبہ کرتا ہوں۔ عبارت اپنی لکھی تو یہ لکھی اور غور کے بعد اس خیال تک پہنچے تھے کہ اس کا مطلب کا احتمال ہے، چار دن بعد وہ غور بھی اصبح ما ئۃ غوراً ہو گیا کہ خط سوم میں فرمایا جناب بھی انکار ہے کہ کہیں احتمال ہو، جناباً احتمال نہیں آپ دیکھ چکے کہ یقینی قطعی صاف صریح ہے، یوں توبہ فرمائیے کہ بیشک میں نے اپنے آپ اور تمام امتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر کہا تھا، اس سے توبہ کرتا ہوں اور بصدقِ دل اسلام لاتا ہوں۔

(۴۱) میں نے اپنے خط اول ۱۹ رماہ مبارک میں ایک سچی بات جیسی بفضلہ تعالیٰ ایک پابند صدق انصاف کو چاہئے گزارش کی تھی کہ خدا نخواستہ آپ کے قلب میں یہ نہ تھا کہ آپ مسلمان ہیں نہ دنیا میں کوئی، سب کا اسلام برائے نام ہے بلکہ ایک غصہ کی بات تھی کہ قلم سے

نکلی، ہاں یہ ضرور ہے کہ غصہ یا تنگدلی ایسی بات کا حکم شرعی زائل نہیں کرتے۔ فقیر کا صدق اخلاص ملاحظہ ہو کہ اس نے جناب کو عذر کی راہ بتائی۔ خط سوم میں فرمایا میں عرض کرتا ہوں کہ طیش شرعاً بھی عذر ہوتا ہے یا نہیں اگرچہ غصہ عذر نہ ہو؟ جواباً گزارش طیش کہ عقل تکلیفی زائل اور آدمی کو بڑے مجنونوں میں داخل کر دے، ایسے لفظ میں عذر ہو سکتا ہے مگر اس کے ثبوت کو شرعی گواہان عادل درکار کہ اس وقت یہ شخص نرا پاگل تھا اور ایک صورت حلف و عادتِ معروفہ معہودہ کی ہے جسے یہاں سے تعلق نہیں، جنون پر شہادتِ عادلہ درکنار یہاں بطور علامہ بحر العلوم نفس عبارت ثباتِ عقل پر دلیل آشکار، شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں، طول عبارت کہ آمنت انہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین، شاہد است بر آنکہ در حال ثبات عقل بود۔

جب ملک العلماء ان چودہ پندرہ لفظوں کو طویل عبارت اور ثباتِ عقل پر شہادت بتلاتے ہیں تو آپ کا صفحہ بھر کا خط نمبری ۱۳۲۴ یاجانے دیجئے اتنی ہی سطریں کہ اب اپنا مسلک عرض کرتا ہوں کہ زمانہ لایبقی من الاسلام الا اسمہ۔ کا ہے اب چاہے آپ ہوں یا میں یا عبد الماجد یا مولوی احمد رضا خاں صاحب، سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں، صادق العیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جاوے؟ عبد الماجد زندیق ہیں تو مدعیانِ تقوے و مجددیت جن کا ادنیٰ خادم میں بھی ہوں، کب صدیق ہیں؟ قول انا مومن حقاً اگر میرے ایمان کی حقیقت ہے تو میں قول میں ایماندار ہوں، بلاشبہ دوسرے کے بھی ایمان کی تحقیق ہوگی ورنہ سہ

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زہے طریقت ملت زہے شریعت کیش

عبارت فرعون سے دس گنی ہیں یہ اس سے دس حصے زائد دلیل ثبات عقل ہونگی مگر یہ کہئے نفس طولِ کافی نہیں مجنوں تو گھنٹوں بکا کرتے ہیں، طول ہے یا ہے عاقلانہ چاہیے

وہ فرعون کی عبارت تھی اور یہ طویل خط مجنونانہ ہذیان تو البتہ جواب ممکن ہے۔ بہر حال ہر چہ باشد، اگر آپ اتنا ہی اعلان فرمائیں کہ واقعی میں نے اپنے آپ اور تمام امت مرحومہ کو کافر تو کہا لیکن بحالت طیش کہا، اس وقت میری عقل بالکل زائل تھی اور میں مجانین میں شامل تو نیاز مند اسی پر قناعت کرے گا، یہ عذر تو خود جناب ہی کا بتایا ہوا ہے، اس کے اقرار میں عذر کیا ہے۔

(۴۲) آگے آپ کا فرمانا مگر یہ تو اس وقت ہے کہ بجز اس احتمال کفر کے کوئی احتمال میری عبارت کا ہو ہی نہیں سکتا حالانکہ وہ احتمالِ کفر ایسا بعید ہے کہ نہ مفہوم عبارت اس پر دلالت کرتا ہے نہ مصداق نہ سیاق و سباق، پھر اس احتمال کے اوپر محمول کرنا عبارت کا اور صریحی اور صاف موافق نیت و اعتقاد کے جو احتمال ہو اس پر نہ محمول کرنا، اس کی کیا وجہ ہے؛ وجہ تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپ کی عبارت معنیٔ کفر میں صاف صریح ہے، آپ کے فرمانا کہ احتمالِ کفر پر نہ مفہومِ عبارت دال ہے نہ مصداق قصور صاف، صریح عناد ہے اور نہ کامل شقاق، یہ نمبر ۱۲۹ ہوا۔

(۴۳) آپ کی عبارت کہ زمانہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ کا ہے، اس کا سیاق تو کچھ ہے ہی نہیں اور سباق اس معنیٔ کفر پر رجسٹری کامل ہے، وہ یہ ہے صادق العیار مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جاوے۔ اس میں آپ صدق کی نفی فرما رہے ہیں نہ کہ کمال کی، صدق کا مقابل کاذب و باطل ہے نہ کہ ناقص و ناکامل۔ سونا کتنا ہی ناقص ہو مگر ہے سونا، معیار اس کے دعوی ذہبیت کی تصدیق ہی کرے گی، اسے سونا ہی بتائے گی اگرچہ کم درجہ کا، تو یقیناً صادق العیار ہوا۔ ہاں پیتل اگر اپنے آپ کو سونا کہے تو معیار اس کی تکذیب کردے گی، وہ کاذب العیار ہوا۔ آپ فرماتے ہیں صادق العیار مسلم کہاں ہیں؟ تو ضرور سب العیار ہوئے تو اصلاً مسلم نہ ہوئے نہ کامل نہ ناقص ورنہ ضرور صادق العیار ہوتے اگرچہ کامل العیار نہ ہوتے اور کیا تمام امت مرحومہ کو کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ آپ کی سمجھ میں نہ آیا کہ کامل و ناقص دونوں ایک حقیقت کے فرد ہوتے ہیں اور کاذب

اس حقیقت سے یکسر خارج یوں فہم شریف میں نہ آئے تو وصایا شریف میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو العاصون من امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤمنون حقا لیسوا بکافرین، دیکھئے ہر فرد مؤمن کو صادق العیار بتایا اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو تو کاذب العیار نہیں مگر کافر اب تو آپ کو کھلا کہ آپ کا فرمانا جناب نے جو عبارت میری نقل کی ہے اس میں نفی کمالِ ایمان کی ہے نہ کہ اصل ایمان کی بقصور معاف صریح عناد ہے، یہ نمبر ۱۲۷ اچھا۔

(۴۴) پھر فرمایا مانا کہ احتمال کفر بھی ہو۔ جی احتمال نہیں قطعی یقینی صریح تو یہ عرض ہے کہ میری عبارت میں احتمال کمال ایمان کی نفی کا کیا ہو ہی نہیں سکتا۔ جی بے شک اس کی گنجائش ہی نہیں اگر ہو سکتا ہے تو اس احتمال کو تقدم ہونا چاہئے اور جب نہ ہو سکتا ہو تو کیا چاہئے علاوہ بریں محض بوجہ بعید طرید ہو سکا طرید بعید، مسئلہ من عدایم وغیرہا دیکھنا چاہئے نہ کہ سرے سے وہ متروک ہو گیا۔ جی نہیں متروک نہ ہو، متروک تو جب ہو کہ اس کا وجود بھی ہو مجھے اب بھی انکار ہے کہ میں نے کہیں بھی ایسی عبارت لکھی ہے جس سے احتمال کفر ہوا۔ انصاف فرمایا تو اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہ انکار اقرار سے بدل جائے گا، نہیں نہیں اب بھی انکار ہو گا مگر اب یوں کہ احتمال کفر نہیں صریح کفر ہے۔

(۴۵) اب آپ کو اپنے اب وجد کے ان الفاظ کا مطلب کھل گیا ہو گا اور نہ کھلا ہو تو مجھ سے سنئے۔ اصل ایمان تصدیق یا تصدیق مع الاقرار ہے۔ یہی ایمان کا مسمّٰی ہے۔ اعمال اس کے محسنات ہیں، پھر اگر سب صالح ہوں تو یہ اعلیٰ درجہ کمال اور مرتبہ صدیقین و مقربین بارگاہِ جلال ہے اور اگر بعض حسنہ بعض سیئہ تو جتنے سیئات زائد نقصان زائد مگر نفسِ ایمان میں خلل نہیں واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم ۔ پ ۱۱ ع ۲

آپ کے دادا صاحب نے اسی کو ٹوٹا پھوٹا ایمان کہا اور اگر عملِ صالح اصلاً نہ ہو

اور تصدیق و اقرار برقرار تو اب بھی ایمان کا مسمّٰے بحال ہے۔ صحیحین میں حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو یاد ہوگی کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مؤمنین جنت میں ان مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں گے جو ابھی نار میں ہیں اور نماز، روزہ، حج ادا کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا اپنے شناساؤں کو نکال لو، ایک خلقِ کثیر کو نکالیں گے، یہ عرض کریں گے اب ایسا ان میں کوئی نہ رہا۔ ارشاد ہوگا جاؤ جس کے دل میں مثقال بھر بھلائی پاؤ، نکال لو! وہ ایسی خلقِ کثیر نکالیں گے۔ پھر رب العزت فرمائے گا جس کے دل میں آدھی مثقال بھلائی پاؤ اسے نکال لو! وہ ایسی خلقِ کثیر نکالیں گے۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھلائی پاؤ اسے نکال لو! وہ ایسی خلقِ کثیر نکالیں گے، پھر عرض کریں گے ربنا لم نذر فیہا خیرا اے ہمارے رب ہم نے جہنم میں کوئی کسی طرح کی نیکی والا نہ چھوڑا۔ کرم و رحمت والا فرمائیگا شفعت الملائکۃ وشفع النبیون ولم یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃ من النار فیخرج منہا قوما لم یعملوا خیرا قط ملائکہ نے شفاعت کی اور انبیاء نے شفاعت کی اور مؤمنین نے شفاعت کی اور نہ باقی رہا مگر ارحم الراحمین، یہ فرما کر ایک مٹھی جہنم سے لے گا، اس میں ان لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیک کام نہ کیا۔

دیکھئے عمل بالکل مفقود اور ایمان کا مسمّٰی ان میں موجود، اسے آپ کے والد صاحب نے کہا تھا آپ سمجھے کہ اوپر سے تنزل ہوتا چلا آیا ہے ہم بھی تنزل کریں لہٰذا سرے سے ایمان کا مسمّٰی ہی اڑا دیا اور خالی نام پر اکتفا کی، یہ صریح مخالفِ قرآن و اسلام ہوا۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حاش للہ! تشنیع مقصود نہیں بلکہ محض دوستانہ مخلصانہ آپ کو آپ کی حالت کا آئینہ دکھانا آپ اپنے والد صاحب اور دادا صاحب کی معمولی گفتگو کا تو مطلب سمجھ نہ سکے اور ملک العلماء کی قائم مقامی کا ادعا فرمایا، اس سے

توبہ چاہیے یہ نمبر ۱۲۸ ہوا۔

(۴۶) آپ فرماتے ہیں ایک مدت سے ایسے افعال اہلِ اسلام میں رائج ہیں جو کفر ہو سکتے ہیں مگر ان پر حکم کفر کا کبھی اگلوں نے نہیں کیا ہے۔ کیا ان میں صرف احتمالِ کفر تھا تو علماء کیوں تکفیر کرتے کہ صرف احتمال پر تکفیر نہیں مگر آپ کے قول مذکور میں تو احتمال نہیں قطع ویقین ہے پھر آپ کو کیا فائدہ؟ اور اگر یہ مراد کہ قطعی یقینی کفروں پر اگلوں نے کبھی تکفیر نہ کی تو یہ محض غلط ہے اور وصایائے امام و فقہ اکبر شریف سے درمختار و ردالمحتار تک کتبِ ائمہ و علماء اس کے بطلان پر شاہد۔

(۴۷) پھر فرمایا یہاں مراد وہی کافر ہیں جو اہلِ اسلام میں داخل اور مدعیٔ اسلام ہیں نہ مطلقاً کفار۔ اس پر لفظ جن میں سے دلالت کرتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مطلقاً کا لفظ میرے کلام میں بھی نہ تھا آپ پر تو مطلقاً یقیناً لازم۔ جب سب کاذب العیار ہیں تو سب قطعاً کفار ہیں، پھر کونسے کافروں سے ان کا امتیاز ممکن؟ امتیاز ہوگا تو جیسا باہم کفار میں ہے نصاریٰ الگ یہود الگ، مجوس الگ، آپ کے ہنود الگ، یونہی امتیاز ان میں ہوگا قادیانی جدا وہابی جدا، رافضی جدا، گاندھوی جدا مگر ہیں سب ملّتِ واحدہ۔

(۴۸) معہٰذا اس جن میں سے نے آپ کو کیا فائدہ دیا؟ یہ کفار جو اہلِ اسلام میں داخل اور مدعیٔ اسلام ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کافر ہیں صورۃً داخل اور ادعائے اسلام میں کاذب مبطل ہیں تو مرتد ہوئے کہ دنیا میں اخبث اقسام کفار ہیں۔ جب باقی مسلمانوں کو ان سے کوئی وجہِ امتیاز نہیں تو وہ بھی سب مرتد ہو گئے، وہی آش تو کاسے میں رہی اور بالفرض ان کے اسلامی وضع بنانے اور کلمۂ طیبہ بلکہ قال اللہ، قال الرسول سنانے بلکہ براہِ ریا و اغوا اپنے آپ کو ہادیان و مصلحانِ قوم میں گنانے کے سبب مسلمانوں میں سے ان کا امتیاز آسان نہ ہو تو اس میں مسلمانوں کا کیا قصور ہے۔ یہ حالت تو ایک زمانے تک غلط منافقین سے عہدِ رسالت میں رہی جسے فرماتا ہے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم

علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ قصور معاف کچھ بھی سمجھ کر کہی یا کچھ الفاظ بکنے جن کا محصل ذہن شریف میں بھی نہ تھا۔

(۴۹) پھر فرمایا کیا جناب اس امر کے مدعی ہیں کہ کمال ایمان جناب کا اس حد تک ہے جس تک حضرت صدیق اکبر کو حاصل تھا اور جب کمال نہیں ہے تو نفی کمال کی ہو گی۔ حاشا مجھے تو اس کا ادعا نہیں نہ بیان نقص و کمال کا ذکر، مگر جناب اپنی فرمائیں آپ کا وہ خط کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب رجب میں لائے جس میں قلم ان کی تھی اور زبان آپ کی، جس میں آپ نے بصیغہ حصر انا المؤمن حقا فرمایا۔ بحمدہٖ تعالٰے وہ زمانہ گزر گیا، اب عہد تو یہ دعوٰی ہے، اب فرمائیے کیا جناب کا کمال ایمان اس حد تک ہے جس حد تک صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کا تھا اور جب کمال نہیں تو اپنے طور پر صادق العیار نہ ہوئے اور جب صادق العیار نہ ہوئے، کاذب العیار ہوئے اور جب کاذب العیار ہوئے منجملہ کفار ہوئے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۵۰) فقیر تو مقام نصح وخیر خواہی میں ہے۔ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام کے ساتھ رض لکھا ہے، علماء نے اسے سخت محرومی و بے برکتی بتایا ہے۔ اس سے ہمیشہ احتراز رکھیے، پورا رضی اللہ تعالٰی عنہ لکھا کیجئے۔

(۵۱) یہ عجیب منطق ہے کہ جب اس حد تک کمال ایمان نہ ہو جو حضرت سید الاولیاء الاولین والآخرین امام الصدیقین رضی اللہ تعالٰے عنہ وعنہم میں تھی تو کمالِ ایمان ہی نہیں، یوں تو ایمانِ صدیق تمام امتِ مرحومہ کے ایمان سے ارجح ہے لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر تو فاروقِ اعظم و عثمٰن ذی النورین و علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سب معاذ اللہ ناقص الایمان ہوئے؟ یہ نمبر ۱۲۹ ہوا غرض ایک حرف سمجھ کر نہ فرمایا۔

(۵۲) پھر فرمایا نفی کمال اور نفی اصل ایمان میں بہت فرق ہے۔ جی اسی لئے تو جناب کا

وہ کلمہ کفر ہوا کہ جناب نے تمام امتِ مرحومہ کو کاذب العیار اور برائے نام مسلمان ٹھہرا کر ان سب سے اصل ایمان کی نفی کی اور یہ کفر ہے۔

(۵۳) بلکہ خط نمبری ۱۳۲۴ میں جناب نے اس سے بھی بڑھ کر بلند پروازی فرمائی ہے یہاں تو یہی تھا کہ جو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے برابر کامل الایمان نہ ہو ناقص الایمان ہے وہاں یہ اشعار فرمایا ہے کہ جو صدیق نہیں زندیق کے مساوی ہے۔ فرماتے ہیں عبدالماجد زنادیق ہیں تو مدعیان تقویٰ و مجددیت جن کا ادنیٰ خادم میں بھی ہوں، کب صدیق ہیں، گویا آپ کے نزدیک صدیق اور زندیق میں واسطہ نہیں اور جو صدیق نہیں کافروں سے اس کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اب فرمائیے آپ اپنے زعم میں صدیق ہیں یا زندیق؟ یہ نمبر ۱۳ ہوا۔

(۵۴) پھر فرمایا قول انا مومن حقا اگر میرے ایمان کی حقیقت ہے تو میں قول میں ایماندار ہوں، سے بلاشبہ دوسرے کے بھی ایمان کی تحقیق ہوگی ورنہ سہ

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زہے طریقتِ ملت زہے شریعت کیش

قصور معاف! آپ ابھی تنے ہیں ہیں کہ مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں، کس نے کہا تھا کہ جس نے زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہدیا مسلمان ہو گیا۔ اسی کے رد کو تو آپ سے کہا جاتا ہے کہ امثال عبدالماجد کو کافر کہئے اور جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ جانے اسے کافر کہئے اگرچہ لاکھ اپنے آپ کو مومن حقا کہتے ہیں کہ خلافِ واقع حکایت کوئی عاقل نہیں مانتا، ہاں آپ کے یہاں ایسا ہی ہے ولہٰذا باوصف ان شدید کفروں کے عبدالماجد جیسے کافر کو صرف زبانی اقرارِ توحید و رسالت کے زعم پر مسلمان کہا گیا۔ نہیں نہیں بلکہ آپ کے یہاں یہ ہے کہ جو شقی صاف انکارِ رسالت کرتا ہو، کلمہ طیبہ کا بھی قائل نہ ہو اس کے لئے اقرارِ رسالت اپنی طرف سے ملا کر اسے مسلمان گڑھ دو، ملاحظہ ہو نمبر ۲۶۔

(۵۵) شعر خوانی کا جناب کو بڑا شوق ہے، ایک شعر اپنی شان میں بھی پڑھا تھا کہ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

دوسرا شعر وہ تو یہ شعر پڑھا ؎

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے

دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیسرا اب یہ پڑھا یعنی آپ کے نزدیک مرتدین کفار اور مسلمان گنہگار برابر ہیں، مسلمان اگر کافر پر کفر کا اعتراض کرے تو اسے شرماتے ہیں کہ آپ تو گناہ کا مرتکب اور دوسرے کے کفر سے مجتنب، پھر اس بنائے کفری پر دین و شریعت و طریقت و ملت مسلم کی ہجو ملیح آپ ہی فرمائیں کہ کفر تک پہنچتی ہے یا صرف گناہ و قبیح؟ یہ نمبر ۱۳۱ ہوا۔

(۵۶) للہ انصاف! عبد الماجد جیسا کا ذکر ابی اسے اور حضرت صاحبزادہ صاحب و دیگر علماء و مسلمین سب کو ایک پلے میں رکھنا کہ اب چاہے آپ ہوں یا میں، عبد الماجد ہوں یا مولوی احمد رضا خاں صاحب سب اثر سے زمانہ کے محفوظ نہیں، صادق العبار مسلم کہاں ہیں؟ یہ ان آیات کریمہ کا صریح رد ہوا یا نہیں؟ افنجعل المسلمین کالمجرمین ٥ ما لکم کیف تحکمون ٥ ام لکم کتب فیہ تدرسون ٥ ان لکم فیہ لما تخیرون ٥ ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیمۃ ان لکم لما تحکمون ٥ یہ نمبر ۱۳۲ ہوا۔

(۵۷) یہ خط تو یقیناً بار بار اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد لکھا، صحیفہ نے ضرور اطلاع دی، یہاں سے رجسٹری اول میں منقول ہوئے، حضرت حامی سنت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم نے جن کے جواب میں آپ نے یہ خط لکھا ہے، قطعاً بہت تفصیل سے ذکر فرمائے جسے آپ اسی خط کے ابتداء میں لکھتے ہیں کرامت

صحیفہ صادر ہوا، تحریر طویل تکفیر کی موصول ہوئی اور اس خط سے ۱۷-۱۸ دن پہلے وہ استفسار آپ کے یہاں جاچکا تھا جس کی نقل نمبر ۳۵ میں گزری۔ یہ سوال ۱۵ جنوری ۱۹ء کو آپ سے ہوا اور وہ خط دوسری فروری ۱۹ء کو آپ نے لکھا، مستفتی ثقہ نے بیان کیا کہ اس نے پہلے آپ کے سامنے پیش کیا اور سب احوال کہا، آپ نے ترکِ فتویٰ نویسی کا عذر کیا اور مفتیوں سے لکھوا دیا۔ اس میں جو اقوال ہیں ان میں دو کی اطلاع میرے یہاں سے آپ کو پہنچ چکی تھی، رجسٹری اول میں تھا آج بعض احباب نے ۲۸ ستمبر کا پرچہ ہمدم جس میں آپ کا خط چھپا ہے، بھیجا، اگرچہ اس میں ہے کہ میں نے ہر طرح سے تحقیق کی پھر بھی یہ احتمال بعید رہا کہ شاید ان عبارات فلسفۂ اجتماع پر اطلاع نہ ہوئی ہو جو صحیفہ میں طبع اور اکمل قہر الواجد میں شائع ہوئیں؛ نزاکت طبع کے لحاظ سے بتدریج استفسار کیا جاتا ہے (۱) جو شخص سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہے بیت اللحم میں ایک مجہول النسب بچہ پیدا ہوتا ہے جس کی والدہ کی عصمت کو اس کے اہل وطن مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں اس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی یا نہیں وہ مسلمان ہے یا کافر جو اسے مسلمان کہے خود مسلمان ہے یا کافر؟ پھر دوسرا سوال ہے جو نمبر ۲۶ میں منقول ہوا، یہی دونوں سوال استفتار فرنگی محل کے بھی سوال اول و دوم تھے، بار بار اطراف و اقطار سے مطلع ہو کر پھر حضرتِ ممدوح کو وہی جواب لکھنا کہ عبد الماجد نے میرے روبرو اپنی برأت کونسا دین ہے؟

(۵۸) اور تمام خرابی بصرہ کے بعد خط سوم میں مجھے لکھنا کہ یہ ملحوظ رہے کہ عبد الماجد کو مؤمن فرض کر کے لکھا ہے۔ سبحٰن اللہ! ایسے اکفر کو مومن فرض کر کے مسلمانوں کے مساوی رکھنا اور اس کی خاطر تمام مسلمانانِ عالم کو کاذب العیاراور برائے نام مسلمان کہنا اور یہ کہ وہ زندیق ہے تو اور کون صدیق ہے، کس قدر اشد عناد و لدادا اور اخبث حمایت ارتداد ہے، یہ نمبر ۱۳۳ ہوا۔

(۵۹) آگے فرمایا آپ کو اہانتِ علماء کا پاس ہے میں، توہینِ اسلام ہو رہی ہے، اس کی فکر میں ہوں۔ سبحٰن اللہ! توہینِ اللہ و رسول و قرآنِ عظیم کی آپ نے بہت فکر کی صاف لکھوا بھیجا ایسی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا ہم مناسب نہیں خیال کرتے، توہینِ اسلام کیا کوئی اور نرالی چیز ہے اور توہینِ علماء کیا توہینِ اسلام نہیں؟ ذرا فقہ و حدیث دیکھئے۔ یہ نمبر ۱۳۴ ہوا۔

(۶۰) میں نے آپ کی ان عنایات کا گلہ کبھی نہیں کیا اور با آنکہ آپ کے اس خط نمبری ۱۳۲۴ کے اقوال بار بار رد کے لیے نقل کیے ان الفاظ کو کبھی زبانِ قلم پر نہ لایا کہ مدعیانِ تقویٰ و مجددیت کب صدیق ہیں ۔

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زہے طریقت ملت زہے شریعت کیش

آپ نے خود ہی خط سوم میں اس کی نقل چھیڑی کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ میں نے اپنی زبان یا قلم سے کبھی اپنے آپ کو مجدد تو مجدد متقی بھی کہا یا لکھا ہو میرے مطبوعہ دستخطوں میں جا بجا دیکھئے گا: کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میرے رب عزوجل کے کرم اور میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سے اگر علمائے عرب و عجم نے مجدد و امام کہا اور لکھا تو اس میں میری کیا خطا تو مجھے مدعی تقویٰ و مجددیت کہنا مسلمان پر ناحق افترا ہوا یا نہیں؟ یہ نمبر ۱۳۵ ہوا۔

(۶۱) جناب والا تو اپنے دستخطوں میں اپنے قلم سے اپنا عظیم ادعائی لقب قیام الدین لکھتے ہیں، اس خط دوم ۲۲ رماہ مبارک میں بھی تحریر فرمایا ہے: فقیر محمد قیام الدین عبدالباری عفا اللہ عنہ، انصاف کیجئے تو یہ تو مجدد سے بھی بھاری لقب ہے، ردالمحتار وغیرہ میں دیکھئے کہ فلان الدین بننے والوں پر کیا کچھ قیامت قائم فرمائی ہے، یہ آیہ کریمہ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی۔ کی کیسی صریح نافرمانی ہوئی، یہ نمبر ۱۳۶ ہوا، پھر آپ

مرتکب ہونا اور الٹا دوسرے پر اس کا غلط الزام رکھنا آیہ کریمہ ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریٹا فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا میں داخل ہونا ہوا، یہ نمبر ۱۳۷ ہوا۔

(۶۳) اس افترا ادعائے تقوے و مجددیت پر صبر آسان تھا مگر آگے آپ حضرت سید صاحب ممدوح دامت برکاتہم سے گزارش کرتے ہیں آپ علمائے کرام کی عظمت کے درپے ہیں وہ اپنے کردار سے عظمتِ اسلام مٹا رہے ہیں، علمائے کرام پر یہ افترائے شدید ضلالِ بعید ہے، جلد ثبوت دیجئے ورنہ اسی حدیث یحبسون فی طینۃ الخبال کی فکر کیجے، یہ نمبر ۱۳۸ ہوا۔

انہیں باسٹھ پر بس کروں کہ بس کے عدد یہی ہیں، اللہ بس باقی ہوس۔ اس سے سوال ہے کہ مجھے اور آپ اور سب اہلسنت کو حق پر جمع کرے، حق پر رکھے، حق پر مارے، حق پر چلائے، آپ کو استقامت توبہ کی توفیق عطا فرمائے، اس فقیر کو توبہ صادقہ کی توفیق بخشے انہ ولی ذٰلک والقدیر علیہ علیہ توکلت والیہ انیب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی نور عرشہ وبدر ملکہ وعروس مملکتہ وامام حضرتہ سیدنا ومولٰنا محمد وعترتہ والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وامتہ قدر رأفتہ ورحمتہ وبارک وسلم ابد الآبدین والحمد للہ رب العٰلمین۔

عرضِ اخیر کہ ہر مبحث کے اخیر میں ملحوظِ خاطر رہے:

(۱) عہود پیشِ نظر رہیں۔

(۲) برادر ہر بات کا مفصل جواب ملے یا اتنا اجمالاً تحریر فرما دیجئے کہ جن نمبروں کا جواب نہ دیں گے وہ بعینہا ہیں مقبول ہیں۔

(۳) جس بات میں اجمال رہے گا پھر تفصیل فرمانی ہوگی۔

(۴) جس حکم میں کمی رہے گی پھر تکمیل فرمانی ہوگی۔

(۵) غصہ نہ فرمایا جائے، نہیں نہیں جتنا چاہیے فرمائیے مگر ہر بات کا پورا جواب برعایتِ انصاف و صواب عنایت ہو ثبتنا اللہ وایاک بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔

اللّٰھم اسمع واستجب انک اھل التقوٰی واھل المغفرۃ وصل وسلم وبارک علی حبیبک الکریم واٰلہ وصحبہ وامتہ الطاھرۃ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۲ ذی القعدہ ۱۳۳۹ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا وآلہ الصلوٰۃ والتحیۃ آمین
وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
مولٰنا اولنا سلام علیٰ مولٰنا

ابھی رجسٹری حاضر کر چکا اور اس میں جابجا معذرت کر دی ہے کہ حاشا مقصود ابانتِ حکم ہے نہ کہ تشنیع، اور یہ عذر بھی لکھ دیا ہے کہ جب تک پوری تصویر نہ دکھائی جائے مبلغِ حکم تک ذہن پہنچنے میں کمی کرتا ہے، اور یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ کلام دربارۂ ابانتِ احکام دوسرے سے متعلق تصور فرمایا جائے کہ نفس کا حصہ نہ شامل ہو، پھر آخر میں اجازتِ مطلقہ دے دی ہے کہ مجھ پر جتنا چاہیں غصہ فرمائیں مگر بات کا پورا جواب عطا ہو۔

ان تمام عذروں معذرتوں کے بعد بھی رد دیکھ کر دیکھئے کیا اثر پیدا ہو، معاذ اللہ

سدِّراہِ ہدیٰ ہو لہٰذا اتنا اور معروض کہ وہ حدیث نگاہِ جناب سے مخفی نہ ہوگی کہ ایک صاحب خدمتِ اقدس حضورِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، نامِ اقدس لے کر نداکر کے عرض کی، میں حضور سے کچھ دریافت کروں گا اور سوالات سختی سے کروں گا، حضور ناراض نہ ہوں۔ اس پر اجازت فرمائی کہ جو چاہے پوچھ۔

اس حدیث سے ثابت کہ سوالات میں سختی مانعِ جواب نہ ہونی چاہئے، اور کیوں ہو کہ مقصود اتباعِ حق ہے جس طرح بھی ظاہر ہو۔ جناب سے معاذ اللہ اس کی امید نہیں کہ ہم سے سختی کے ساتھ کہا گیا لہٰذا ہم حق نہیں مانتے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ جناب رد کو پھر تکبر ٹھہرا کر جواب عطا فرمائیں گے، کسی دوسرے کے نام سے کچھ لکھا جائیگا مثلاً تم سے مخاطبہ منظور نہیں، یا یہ فضول باتیں ہیں توجہ ضرور نہیں، جس طرح وقائعِ سابقہ میں واقع ہوا۔ میں اپنے رب سے بجاہ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کرتا ہوں کہ ان ظنوں کا خلاف ہو، طبعِ سامی رد سے بُرا اثر لے کر متبعِ حق وانصاف ہو واللہ قدیر واللہ غفور رحیم وافضل الصلوٰۃ علیٰ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین والتسلیم۔ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

مضمون خیال سے بہت زائد ہوگیا اور میرے محرّر کو بخار آگیا، اس میں دو دن کی تاخیر ہوئی معاف فرمائیں۔ ان عبارات شرح فقہ اکبر کا منتظر ہوں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولٰنا اولٰنا سلام علیٰ مولٰنا

کل قریب مغرب نامی نامہ آیا مگر محض خلافِ امید وموافقِ توقع آیا، باوصف عہودِ نزاکتِ طبع سے ڈرتا ہوا بہت منت سے گزارش کرتا اور امیدِ سماعِ قبول وانصاف رکھتا ہوں۔

(۶۳) نیاز مند کے ۶۲ نمبر وں سے کسی ایک کا اصلاً جواب نہ عطا ہوا، نہ یہی فرمایا کہ صحیح و مقبول ہیں، کیا ان میں بہت سے شرعی حوجوں کا بیان نہ تھا، انصاف گرامی سے یہی مامول کہ ان کے جواب سے سکوت کا منشاان کی صحت ہے مگر عہد اول میں ان کا قبول فرمانا تھا اس سے محروم فرمایا۔ تقصیر معاف یہ نمبر ۱۳۹ ہوا۔

(۶۴) ان میں متعدد استفسار واقعیت سے تھے حق کا انکشاف بیان جناب ہی سے ہونا، اس کے اظہار سے بھی اعراض فرمایا، یہ عہد دوم کے خلاف اور نمبر ۱۴۰ ہوا۔

(۶۵) قطع نظر اس سے کہ میں نے جناب کی نسبت کوئی ناحق الزام شائع کرنا در کنار، نہ کہا نہ لکھا نہ بیان حکم شرعی سے زائد کوئی سخیف کلمہ آپ کی نسبت لکھا یا، برخلاف اس کے جناب نے زمانہ ذخیرہ میں جوالفاظ عنایت و کرم اس خیر خواہ دیرینہ اپنے والد ماجد کے دوست قدیم کی نسبت تمام ہندوستان میں شائع فرمائے اور حضرت حامی سنت مولانا سید محمد میاں صاحب طلعت برکاتہم کو لکھ کر بھیجے (حالانکہ وہاں میرا کوئی ذکر نہ تھا، آپ کا ان کا مکالمہ اور عبدالماجد کے کفر کا تذکرہ تھا) یہ تمام امور مخفی نہیں میں نے کبھی ان باتوں کی شکایت تک نہ کی بایں ہمہ وہ کچھ بھی تھا، اس اخلاص جدید سے پہلے کا تھا، اب اس کا تذکرہ نہ صرف زائد بلکہ محض فضول تھا مگر اس خط میں فرمایا یہ عہد سوم کے خلاف اور نمبر ۱۴۱ ہوا۔

(۶۶) نیاز نامہ میں متعدد جگہ استشہاد تھا، ادائے شہادت سے سکوت فرمایا یہ عہد چہارم کے کہ ارشاد الٰہی کُونُوا قوامین بالقسط شہداء للّٰہ ولو علٰی انفسکم پر عمل ہوگا خلاف اور نمبر ۱۴۲ ہوا۔ باادب گزارش کہ پہلی ہی بار آٹھ ہی سطر کے خط میں چاروں عہد خاطر شریف سے اتر گئے الانسان للنسیان امید کہ آئندہ ضرور احتیاط فرمائیں گے۔

(۶۷) فرمایا تعین امور کی غرض سے قلم اٹھایا۔ سبحٰن اللہ! قطع نظر اس سے کہ تعین امور تو فہرست ۱۰۱ نے کر دیا، یہ تفہیم جناب کے لیے تبیین امور ہے، کیا خوب فرمایا کہ قلم تو اٹھایا

یعنی اتنی ہمت تو ہوئی، اس کا حال وقائعِ عدیدۂ سابق و لاحق اور خود اس بار جناب کے سکوتِ محض عن الجواب سے لائیے۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً کما یحب ربنا ویرضیٰ۔

(۶۸) پھر فرمایا رد تکبر کی بجائے رد تکبر نہیں کو باور کرلیا۔ مکرما! اب یہاں کیا کہوں مگر انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ آپ کے خط ۲۸ شوال کے صاف لفظ یہ ہیں رد کو میں تکبر نہیں سمجھتا ہوں۔ یہ آپ نے رد کو کہا کہ تکبر نہیں یا میں نے بنا لیا! اپنے ہی کلام میں تحریف اور اتنی غلیظ وکثیف شاید یوں جرأت ہوئی ہو کہ اپنے کلام میں متکلم کو ہر تبدیل کا اختیار ہے، نہ کا ہاں بنالینا کیا دشوار ہے۔ نیز یہ نمبر ۱۴۳ ہوا۔

(۶۹) یہ میں روزِ اول سے جانتا تھا کہ جہاں آپ پر ردِ شدید ولا جواب وارد ہوا اور آپ نے فرمایا دیکھو یہ تکبر کرتا ہے۔ ہم اس سے بات کرنا نہیں چاہتے۔ اور ابھی خط ۱۳ ذی القعدہ میں بعض احباب کی پیشگوئی عرض کرچکا کہ جناب رد کو تکبر ٹھہرا کر جواب عطانہ فرمائیں گے مگر اتنا خیال نہ فرمایا کہ رد اگر تکبر ٹھہرا تو صحابہ کرام سے آج تک کے تمام ائمہ و علماء معاذ اللہ متکبرین ٹھہریں گے اور مولوی عبدالحیٔ صاحب کی تذکرۃ الراشد تو ہمہ تن تکبر مجسم تکبر سراپا پیچ تکبر بنا کر بھی بس نہ کرے گی۔ یہ نمبر ۱۴۴ ہوا۔

(۷۰) پھر فرمایا اب خدا سے دعا ہے عبارت تحریر حضرت صادق ہو اور دوسری شہرت کاذبہ۔ وہ شہرت کاذبہ یہ تھی کہ مناظروں میں ابتدائی مراحل طے کرنے میں وقت صرف کردیا جاتا ہے۔ کیا جناب کو اصل مقصود کے یہ مباحث جلیلہ بالائی ابتدائی نظر آتی ہیں؟ یا خدا ناکردہ شاک وشاک فی انہ شاک ہو کر تحصیلِ حاصل کی دعا فرماتے ہیں۔ کیا یہ نمبر ۱۴۵ نہ ہوا؟

(۷۱) فقیر کے ۶۲ نمبروں سے ایک کا بھی جواب نہ دے کہ مجہد انہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعریض فرمائی جاتی ہے۔ مکرما! میری آپ کی کوئی مباینت نہ تھی، مخلصانہ مفاہمہ تھا پہلے آپ حدیث کا مطلب فقیر سے سمجھ لیتے تو کچھ گناہ نہ تھا۔ کبھی ناقص طالب علم ایک بات

سمجھ لیتا ہے جو ایک علامۃ الدہر کی سمجھ میں نہیں آتی۔ حاشا اللہ! بلا تشبیہ بلا تمثیل انہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث فوقعم الناس فی شجر المبواذی نظر سے مستور نہ ہو گی خوارج خذلہم اللہ تعالیٰ، وہ آیات کریمہ، جن میں اوصاف خاصہ کفر واحکام مخصوصہ تکفیرہ مثل تحکیم طاغوت و شرک فی الحکم ونفی شفاعت وسلب ایمان وخلود فی النار ونحوہا مذکور ہیں، مسائل تحکیم جائز و قتال اجتہادی مسلمین وارتکاب کبیرہ وغیرہا میں نہ صرف عامۂ مسلمین بلکہ سرداران مسلمین امیر المومنین مولیٰ علی وام المومنین وحضرت طلحہ وزبیر وامیر معٰویہ وعمرو بن العاص وابو موسیٰ اشعری وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر ڈھالتے تھے اخذھم اللہ بذنوبھم ان اخذہ الیم شدید۔ اسے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا اور یہی دونوں امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی خذلہم اللہ تعالےٰ نے کیا اور اب ان کے اذناب وہابیہ دیوبندیہ قاتلہم اللہ تعالےٰ کر رہے ہیں، یہ بحکم حدیث شرار الخلق ہیں اور خوارج ملعونین کے ناپاک چیلے اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرھم وشر امثالھم اجمعین آمین۔

نیاز نامۂ فقیر میں اٹھائیس آیات کریمہ ہیں یا ان کے پارے اور چار اقتباس جلد ۳۲۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان میں کونسی آیت یا اقتباس وصف خاص کفر یا حکم مختص کفار پر مشتمل ہے جسے میں نے معاذ اللہ مسلمانوں پر ڈھالا۔ آیۂ کریمہ میں کسی خصلت مذمومہ کو کافروں میں بیان فرمایا ہو جو خود کفر نہیں۔ کیا آیت اس کی مذمت پر دلالت نہ فرمائے گی اور اس کے ذم میں تلاوت کریمہ حرام ہو جائے گی یا کسی جرم غیر کفر پر کوئی وعید کفر فرمائی ہو اگرچہ اس کا صدور اس وقت کفار ہی سے ہوا ہو، اس جرم سے مسلمانوں کو تہدید اور انہیں اطلاع وعید جرم قرار پائے گی کہ کسی امر شنیع سے کہ فی نفسہ کفر نہیں، منع فرمایا اگرچہ اس وقت خطاب کفار ہی سے تھا، وہ نہی کافروں سے مخصوص ٹھہرے گی، مسلمانوں کو انہیں کی ہمسائی شرار الخلق میں داخل کرے گی۔ یوں ہے تو تمام کتب اصول سے یہ مسئلہ چھیل ڈالیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا، پہلے بھی اس پر متنبہ کر چکا تھا مگر جناب کو

یاد نہیں رہتا۔

(۷۲) یاللعجب! اگر ایسی تلاوت و اقتباس پر آپ کا یہ جبروتی حکم صادق ہو تو صحابہ کرام سے اب تک ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء معاذ اللہ شرار الخلق میں داخل اور تبیع خوارج ارادل قرار پائیں گے۔ دور کیوں جائیے:

ا: مولوی عبدالحی صاحب کے فتاوے جلد اول طبع اول صفحہ ۴۴۵ میں ان مسلمانوں پر کہ جہر بہ آمین والوں کو مسجد سے نکالتے ہیں آیۂ کریمہ و من اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا الی قولہ تعالٰی فی الدنیا خزی و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم۔ ڈھالی حالانکہ یہ ڈھالنا بھی محض غلط و باطل اور نہ صرف ان سنی حنفی مسلمانوں بلکہ امام عینی و محقق زین بن نجیم و علامہ محمد بن علی صاحب درمختار وغیرہم اکابر رحمہم اللہ تعالٰی پر عائد و عائل،

ب: اسی طرح صفحہ ۳۴۱ میں ان پر جنہوں نے ایک پرانی مسجد جس کی چھت گر گئی تھی اس کی دیواروں کے علاوہ ۵۰، گز کے فاصلہ پر مسجد جدید بنانی چاہی، یہی آیت اتارتے ہیں۔

ج: ایک مسجد مسمار ہوگئی، کچھ لوگوں نے اس کی تعمیر شروع کی، ایک شخص مدعی ہوا کہ یہ میرے دادا کی بنائی ہوئی ہے، اس کے ہدم و تعمیر کا حق مجھ کو ہے، میں تمہاری عمارت گرادوں گا، صفحہ ۳۷۳ میں اس پر یہی آیت اتار دی۔

د: جو اہلِ سنت حق سبحٰنہ کو عرش پر نہیں مانتے ان پر جلد دوم صفحہ ۲ میں یہ آیت کہ مرتد یا مشرک کے بارے میں اتری و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا۔ تقریبًا ڈھالی۔ (پ ۵ ع ۱۴)

ہ و: جن لوگوں نے کوئی قانون خلافِ شرع مقرر کیا (جو آج مدتوں سے عام اسلامی سلطنتوں اور خود سلطنتِ ترک میں موجود ہے) ان پر جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں آیۂ و من

لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الفسقون۔ وکریمۂ ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الظّٰلمون۔ کہ کفار اہل کتاب میں اتریں ڈھالیں۔

س: خود آپ کے فتاوے صفحہ ۳۲۷ میں مقلد کے بُرا کہنے پر اس آیت کا اقتباس پڑھا جو شیاطینِ یہود و نصارے میں اتری اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل۔

ح: نیز صفحہ ۳۴۲ میں جہر بہ آمین والوں کو مسجد سے نکالنے پر وہی آیت ومن اظلم سے و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم تک پڑھی۔

ط: نیز صفحہ ۳۸۷ میں اس پر کہ کوئی امر تقرب جدید نکالے ام لھم شرکٰؤا شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللّٰہ اتاری۔

ی: نیز صفحہ ۴۰۲ میں مرتکبین بدعات پر آیت من حاد اللّٰہ ورسولہ ڈھالی۔

تلک عشرۃ کاملۃ

توآپ کے نزدیک مولوی مبین و مولوی عبد الحلیم و مولوی عبد الحی و مولوی محمد نعیم صاحبان وغیرہم علمائے فرنگی محل اور ان کی تقریر و قبول و اشاعت سے خود آپ شرار الخلق سے ہوئے اور خارجیوں کے گرو گئے، یہ نمبر ۱۴۶ ہوا۔

(۴۳) اشد ظلم یہ کہ آپ کے فتاوے صفحہ ۳۸۷ میں یہ لکھ کر کہ غیر مجتہد عابد و زاہد یعنی مشائخ و صوفیہ حکم عوام میں ہیں، ان کا کلام کسی گنتی شمار میں نہیں، وہ جو نئی بات تقرب کی نکالیں اس میں جو ان کی پیروی کرے گا اس نے انھیں خدا کا شریک و معبود بنا لیا، یہ آیۂ کریمہ پڑھ دی، اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ یہ تو فقط کافروں میں اتری ہی نہیں خاص ان کے کفر کا بیان ہے۔ اب حدیث ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما بر محل یاد کیجئے اور شرار الخلق سے ہونے اور خوارج ملعونین کے چیلے بننے کی خبر لیجئے، دیکھئے مشائخ کرام و صوفیہ عظام اور ان کے متبعین اہلِ اسلام کے ساتھ گستاخی کرنے اسے اشاعت دینے کی شامت کتنی جلد ظاہر ہوئی تری القذاۃ فی عین اخیک ولا تری الجزع فی

عینیک یہاں تو بفضلہٖ تعالےٰ اتنا بھی نہ تھا۔ وفی عین المقابل خشب مسندۃ
یہ کتنا بھاری نمبر ۱۴۷ ہوا۔

(۷۴) پھر فرمایا تحریر سامی مطالعہ کرنے کے بعد التماس ہے کہ میرے کل استفساروں کے جواب مسلسل مرحمت ہوں۔ اولاً کیا یہ شرط تھی؟ میں نے آسانی جانبین کے لئے بتدریج ذکر کرنے کا قصد کیا تھا، میں خط ۴ شعبان میں عرض کر چکا تھا کہ ہار جیت مقصود نہیں، میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان میں جو بے غائلہ ثابت ہو جائے اسے کم کرنے کو تیار ہوں، یہ میرا انصاف ہے۔ آپ اللہ کو مان کر یہ انصاف کیجئے کہ جہاں جہاں غائلہ دیکھئے ان سے فوراً توبہ شائع فرمائیے۔ بعض اگر زیر بحث رہیں ان کے فیصلے پر قطعی وسلم سے توبہ کو موقوف نہ رکھیئے کہ یہ پھر عناد و اصرار ہوگا اور جن میں شبہ لگے، مکابرہ نہ ہو جس کی نظیر پہلے گزارش کر چکا ہوں، اسی تنبیہ صریح اور مسئلہ شرعیہ کی تشریح سن کر بھی وہ مصر کہیں تمام ابحاث ایک ساتھ لکھ دے، اس کے بعد دیکھا جائے گا یعنی ؎

ناصحا! توبہ کی جلدی کیا ہے
یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہوگی

شرع مطہر کے تو موافق نہیں۔ یہ نمبر ۱۴۸ ہوا۔ ہاں یہ فرمائیے کہ ۶۲ نمبر مذکور سب غلط ہیں لہٰذا ازالہ کی خواہش ہے، مگر یا سکوت داعراض کا پردہ عجب شے ہے ع

خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نے آید

قصور معاف! ذرا ان قاہر ایرادوں کے حضور زبان شریف کھول کر تو دیکھئے ابھی حال کھلا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۷۵ تا ۷۸) ثانیاً تمام خطوط شریفہ میں صرف پانچ ادعا رہتے جن کو جناب استفسارات سے تعبیر فرماتے ہیں :

ا : خط نمبری ۴ ۲ ۱۳ میں نفی اصل ایمان نہ تھی بلکہ نفی کمال۔

ب : استحلال معصیت قطعیہ مطلقاً کفر ہونا خلاف تحقیق بحر العلوم ہے۔

ج : وہابیہ دیوبندیہ مسلمان ہیں ان کے ساتھ اب وجد کے یہ برتاؤ تھے۔

د : فلاں رافضی تبرائی نہیں علاوہ بریں باپ دادا کا ان سے خلا ملا تھا۔

ہ : اب وجد کو ہنود سے اتنا احتراز نہ تھا جتنا نصاریٰ سے ہم ان سے مدارات کو ممنوع قرار نہیں دے سکتے ہاں غلو و تعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔

اول کا جواب روشن از آفتاب ہو چکا۔ دوم کا کافی جواب پہلے ہی نیاز نامہ ۱۹ ماہ مبارک میں گزارش ہو لیا اور تحقیق شافی بعونہٖ تعالیٰ ایک بحثِ مستقل میں عرض کروں گا اگر جناب مفاہمہ سے عدول نہ کریں۔ ان ۱۰۱ میں مدارات کا لفظ تک نہ تھا، سب غلو و تعظیم ہی تھے، ان سے آپ توبہ کر سکتے ہیں مگر کرنی منظور نہیں ورنہ توبہ اور آئندہ پر اٹھا رکھنا لیعنی یہ نمبر ۱۴۹ ہوا، باقی میں کونسی بحث علمی ہے؟ کونسی حجت شرعی ہے؟ صرف باپ دادا کے افعال سے استناد یا آفتاب کا انکار کہ فلاں منکر خلافت تبرائی نہیں یہ کہنا بعینہٖ ایسا ہے کہ فلاں نجس العین ناپاک نہیں۔ یہ نمبر ۱۵۰ ہوا، معہذا کفر روافض زمانہ میں بفضلہٖ تعالیٰ فقیر کا لاجواب رسالہ رد الرفضہ ۱۹ برس سے شائع ہے اور کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح و اعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے اور میرے یہاں کے کتب و رسائل مثل تمہید ایمان و حسام الحرمین و وقعات السنان و ادخال السنان و الموت الاحمر و کشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہٖ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہارِ حق کا اٹھا نہ رکھا، مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی انہیں کے منہ پر پڑی اور آج تک جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی۔ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اور ان کا کفر کیونکر دفع کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں سے چلے اور حمل نہ دیتے ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے اور وہ کافر۔ درمختار میں ہے ثم لو نیتہ۔ ذلک

فسئلو الا لم یتفھم حمل المفتی علی خلافہ۔ پھر آپکا کونسا شبہ باقی رہا جس کے جواب کی ہوس ہے؟ ہاں ایک وہ کہ عشرہ لیں تو صحابہ معاذ اللہ مرتکب کبائر و فساق ٹھہریں، یہ نہ صرف ائمہ حنفیہ پر آپ کی ضرب ناکام ہے نہ فقط اصحاب صفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سب و دشنام بلکہ خود حضرت ام المؤمنین و حضرات علیہ طلحہ و زبیر کی توہین تام ہے سمجھ میں نہ آئے تو درخواست فرمائیے بعونہ تعالےٰ صاف و انکشاف کر دینا میرا کام ہے، یہ نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۳ ہوا۔

اب بفضلہ عزوجل آپ کے تمام خطوط کا جواب ہو گیا، کوئی حرف ضروری باقی نہ رہا اب تو آپ کی یہ ضد بھی پوری ہو گئی۔ اب تو جملہ مباحث سابقہ و لاحقہ کا نمبروار جواب دیجئے۔

(۷۹ و ۸۰) ثالثاً باپ دادا سے استناد کا جواب ابھی خود آپ کے فتاویٰ سے گزرا کہ غیر مجتہد مشائخ کے قول و فعل کوئی چیز نہیں جب تک مطابق کتاب و سنت ہونا ثابت ہو مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے اب و جد کو دیوبندیوں کے ان کفروں پر اطلاع نہ ہوئی ہوگی تو ان کا برتاؤ بعد ظہور امر کیا حجت رہا؟ ۱۳۰۷ھ تک کہ میں نے سبحٰن السبوح لکھا خود مجھے ان کے کفروں پر اطلاع نہ تھی و لہٰذا جب تک ان پر صرف لزوم کفر لکھا، اس کی بھی ایسی ہی ضد ہے تو ان شاء اللہ العزیز ممکن کہ میں خود آپ کے اکابر کی تصانیف سے ثابت کر دوں کہ وہابیہ کافر ہیں اور روافض کو مسلمان نہیں کہہ سکتے اور یہ کہ ان کے ساتھ آپ کے اکابر کے کیا برتاؤ رہے ہیں؟ مگر یہ تو جب ہو کہ آپ کچھ بولیں بھی۔ میں کہتا جاؤں اور آپ خاموش محض، اس سے کیا نتیجہ؟ سبھی مباحث بعونہ تعالیٰ لیجئے مگر تحریری اقرار حتمی قطعی دیجئے کہ ان مباحث اور ان آئندہ سب کا نمبروار جواب دیجئے گا یا قبول کیجئے گا، و باللہ التوفیق، ورنہ میں تو کام پورا کر چکا، و للہ الحمد۔

پھر فرمایا رد و قدح منظور نہیں، تعیین امور مقصود ہے۔ رد منظور نہ ہونا سخت

عجیب، اگر تعین سے آپ کی مراد شک سے تعریض ہی ہے تو وہ کیا بے رد و قدح کے محض اتفاقی انقلب سے ہو جائے گا، مفاہمہ کیا یوں ہوتا ہے؟

میں نے خط ۲۵ رشوال میں عرض کیا تھا کہ اگر یہ مراد کہ خطاب سابق میں رد بقاعدہ تکبر ہوا تو اس کا ارادہ مکالمہ آئندہ سے منع ہوگا کہ ان مقدمات کے بعد رد کی ہی باری ہے۔ اس کے جواب میں جناب نے خط ۲۸ رشوال میں تحریر فرمایا کہ رد کو میں تکبر نہیں سمجھتا ہوں۔ میں نے آگاہ کر دیا کہ آئندہ رد ہی ہوگا۔ آپ نے اقرار کیا کہ اسے تکبر نہ سمجھیں گے۔ جب رد سامنے آیا تو اب یہ فرمانا کہ رد منظور نہیں، کیا خبر دیتا ہے! سمجھ لیجئے۔

پھر فرمایا تحریر جناب ملاحظہ کرنے سے اطمینان ہو گیا فبہا ورنہ غور و فکر رہے گی۔ جناب کے نزدیک شاید مفاہمہ باب مغالطہ سے نہیں۔ مفاہمہ تو یہ ہوتا کہ جناب میرے ایرادات پر تفصیل وار نظر فرماتے جس سے جواب خیال میں آتا سامنے لاتے، اس پر مجھے جو عرض کرنا ہوتا کرتا، یونہیں مکالمہ چلتا، یہاں تک کہ بالآخر یا میں سمجھ لیتا کہ میرا فلاں ایراد غلط ہے اور میں حسب وعدہ اسے فوراً کم کر دیتا یا آپ سمجھ لیتے کہ آپ کا جواب غلط اور الزام آپ پر قائم ہے۔ اس سے حسب وعدہ آپ توبہ فرماتے، نہ یہ کہ ایرادات پر محض مُہر بر دہان رہیئے۔ نہ معلوم آپ کیا سمجھے کیا نہ سمجھے، نہ یہی کھلا کہ الزامات مقبول یا ان سے عدول اور عدول ہے تو وجہ سے یا بلا وجہ؟ اور وجہ سے تو وہ وجہ یا ناموجہ؟ اور غلطی میری ہے یا آپ کی؟ یہ کیا خاک مفاہمہ ہوا؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں پھر عرض کرتا ہوں اور دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ مفاہمہ پر رہیئے، اس سے عدول نہ فرمایئے۔ بعض نمبروہ ہیں خصوصاً نمبر اول کہ جب تک جناب اس کا صاف صاف پورا جواب بانصاف نہ دیں جناب کے ذہن میں شاید یہ بھی نہ آئے کہ

اس کی تہ میں کتنا عظیم انکشافِ حق رکھا ہے جس کے بعد بہت سے ابحاث کی حاجت ہی نہ رہے اور حق آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے یا جواب جناب میں کمی رہتی تو میں کھول دیتا کہ آخر دوستانہ مفاہمہ ہے نہ کہ مخاصمہ، بطورِ خود گُپ چپ سمجھ لینے میں یہ مطالبِ علمیہ کیونکر کھلیں اور حق کیسے واضح ہو؟ آپ خدا کے لئے وہ مفاہمہ جس کا آپ اقرار اور خود شہروں اشتہار فرما چکے، اس سے عدول نہ فرمائیے میں بقسم کہتا ہوں جس امر میں حق آپ کی طرف سے ظاہر ہو گا اسے کم کر دینے میں مجھے باک نہ ہوگا جیسا کہ بار ہا لکھ چکا ہوں اور اسی پر آپ کا بھی عہد ہے، پھر اس سے اعراض کیا معنی؟

مکرما! اب تک آپ کو میرے اخلاص کا احساس نہیں، آپ نہیں جان سکتے کہ مجھے کتنا ناگوار ہوتا ہے جب ناظرین یہ کہتے ہیں جواب نہ ہو سکا اور نفسِ حق تسلیم کرنے دیا، ناچار سکوت محض کیا۔ میں اب تک انہیں امید دلائے جاتا ہوں کہ وقت کی بات ہے، اختلافِ حالات ہے، قبض و بسط ہوا ہی کرتے ہیں، وہ ضرور جس سے جواب ممکن ہوا، دیں گے ورنہ حسبِ عہدِ واثق قبول کریں گے، اللہ سچ کرے آمین۔ و الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین۔

جواب شب ہی ہو گیا تھا، ممکن تھا کہ صبح سات بجے کی ڈاک سے حاضر کرتا مگر جی نے نہ چاہا کہ ایسا خط بے رجسٹری جائے، وہ دس بجے کے بعد ہو گی اور شہروں کی ڈاک یہاں قبل ظہر ہی بجے جاتی ہے، ایک دن ڈاک خانے میں رہ کر، کل صبح روانہ کروں گا ان شاء اللہ جل وعلا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۰ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۹ھ

(۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ! اسی رجسٹری میں یہ بھی نفع ہوا کہ کمال معذرت نامہ فقیر کے جواب میں جناب کا تنبیہ نامہ تادیب نامہ تشریف لانے کے بعد اس کا جواب بھی اسی رجسٹری میں حاضر کرچکا، وھاھوذا۔

(۸۵) قصور معاف، جناب کو وہم مناظرہ گزر، سخت اضطراب و پیچ وتاب نے یہ لکھوا دیا کہ "مجیب کو سائل نہ ہونا چاہئے، اپنے منصب کو ملحوظ رکھنا چاہئے" جناب کے دشمن سراسیمہ نہ ہوں۔ دست پا گم نہ ہوں، حواس باختہ نہ ہوں، یہ اگر مناظرہ ہوتا تو جب تک جناب غاصب نہ ہوتے، جیسا شاید واقع ہولیا، جناب کا درجہ ایک منکر سے زائد نہ رکھتا' مگر یہ تو باتفاقِ جانبین مناظرہ نہیں۔ میرے خط ۹ رشوال میں ہے کلام (معاذ اللہ مکابرہ نصیبِ اعداء) مناظرہ بھی نہیں کہ دو جہت چاہتا ہے بلکہ صرف یک جہت، احباب کا علمی مذاکرہ آپ کے خط ۲۰ رشوال میں ہے، یہ مناظرہ نہیں بلکہ مفاہمہ ہے، یک جہتی کے کے ساتھ مفاہمۂ باہمی و مذاکرۂ علمی میں یہ قیود کیسے؟

(۸۶) جب مناظرہ نہیں اور میں نے خطِ نہم میں، پہلا عہد آپ سے یہ مانگا تھا کہ سائل کو صائل معین کو مہین تصور فرما کر کیف ما امکن مدافعت مقصود نہ ہوگی، اور جناب نے خط ۲۸ میں بکمال مہربانی سب عہد بے کسی تغیر و ترمیم کے قبول فرمائے کہ جناب کے خط نہم میں جو چار امر کا عہد مسئول ہے مجھے قبول ہے واللہ علیٰ ما نقول وکیل قبول فرما کر عہد دکھا کر اللہ عزوجل کو اس پر وکیل بنا کر پھر یہ اضطراب وعدول کیا یہ نمبر ۱۵۴ نہیں؟

(۸۷) پھر یہ گھبراہٹ بھی محض وہم پر جس کے لئے خارج میں اصلاً منشا نہیں، واقعات کہ آپ پر وارد اور آپ سے صادر اور بے آپ کے بیان کے ان کا انکشاف متعذر، کشف

حق کے لئے آپ سے ان کا استفسار کونسا جرم ہے ہاں برخلافِ عمد یہ ان کے چھپانے کا حیلہ ہو تو یہ آپ کی فضیلت سے بعید ظلم ہے۔ ہاں اکثر الزامات و احکامات لفظاً رنگِ سوال میں دیکھئے گا، مثلاً کونسی دیانت تھا؟ کونسا دین ہے؟ کیا وہی آڑے نہ آیا؟ غالب آئی اور کیسی آئی؟ کیا یہ مسلمان کی شان ہے؟ کیا یہ نیچریوں کا شدید کفر نہیں؟ کیا حنفیہ کا معاذاللہ یہی مذہب ہے؟ یہ اسلام سے کتنا تعلق ہے؟ کیا یہ صریح تمین کفر نہیں؟ یہ استنے نمبر ہوئے، کیا آپ واحد قہار کو یہی جواب دیں گے؟ یہ کتنا بھاری نمبر ہے؟ اس اقرار میں عذر کیا ہے؟ کچھ بھی سمجھ کر کہی وغیرہ وغیرہ۔

مگر ہر اردو خواں ذی عقل جانتا ہے کہ یہ حقیقۃً سوال نہیں ہوتا بلکہ اصطلاح علمی کچھ اور کہلاتا ہے۔ کیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کفار سے فرمانا ء انتم اعلم ام اللہ نیز حضور کا فرمانا آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ہ نیز حضور کا ارشاد قد جاءکم من قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صٰدقین وامثال ذٰلک کثیر وبشیر۔ کیا یہ حقیقۃً سوال تھے؟ پھر وہی عرض آتی ہے کہ کچھ بھی سمجھ کر کہی۔

(۸۸) نیز فرمایا "فقیر ہمیشہ طالبِ حق رہے گا" یعنی امر حق تک کبھی نہ پہنچے گا، واللہ خدا نہ کرے، جناب کی نفسانیت اگر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تو پھر اعراض ہی مناسب ہوگا بعد تنبیہ اگر ادب نہ ہوا تو یہ بھی دلیل نفسانیت و مجادلہ کی ہے"۔

جناب کی تنبیہ سر آنکھوں پر جناب کی تادیب ہمارا افتخار مگر للہ جناب تمام کفریات و ضلالات و نکالات سے سچی صحیح مستقیم توبہ فرمالیں۔ جناب ہی کے بھلے کو عرض ہے۔ فقیر ایک چھوٹے درجہ کا مسلمان ہے، نفس بشری رکھتا ہے، اپنا قصد ہمیشہ بعونہ تعالیٰ للّٰہیت کا ہے، وللہ الحمد۔ مکائدِ نفس بہت دقیق ہوتے ہیں، میری کیا حقیقت؟ صدیقین اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، اگر بعض زوائد میں اس کا کچھ شائبہ ہو جائے تو مولیٰ تعالٰے

سے عفو مامول اور اصلاح مسئول و ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم۔

اگر جناب کے جوف میں ایسا نفسِ مطمئنہ ہو جس کے شر و مداخلت سے آپ کو اطمینان کامل ہے، جس کے کارنامے سالہا سال سے عیاں و مشتہر ہیں تو ہر ایک کب اس مرتبہ کا واصل ہے مگر یہ تو ارشاد ہو کہ میری نفسانیت آپ کی للّٰہیت کو کیوں زائل کر دے۔ جب میں حق کہوں، اگرچہ آپ کے نزدیک کسی نیت سے کہوں تو آپ کو قبولِ حق سے کیوں اعراض ہو؟ کیا یہ عذر عند اللہ مقبول ہو سکتا ہے کہ اس نے نفسانیت سے کہا تھا لہٰذا ہم باطل پر اڑے رہے اور حق کو قبول نہ کیا۔ یہ نمبر ۱۵۵ ہوا۔

مکرما! ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش

در نبشت ست پند بر دیوار

میں اس اعراض پر کریمہ فما لھم عن التذکرۃ معرضین تلاوت کر دوں تو پھر آپ چونکیں گے کہ دیکھو یہ کافروں میں اتری اور لعد کے تصور سے اور نفرت فرمائیں گے لہٰذا جناب ہی پر اس کا فیصلہ رکھتا اور دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ میرا نفس نہ دیکھیے، حق پائیے تو اپنی للّٰہیت سے قبول فرمائیے۔

مکرما! ان ناظرین کو کیا کہوں جو کہتے ہیں وہ دیکھیے پیش بندی کے لئے فرار کی گلی رکھ لی کہ جواب نہ دیں اور فرمادیں کہ ہم نے تو نفسانیت کے سبب سے اعراض اختیار کیا نہ کہ عجز کے باعث سکوت و فرار کیا۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ نفسانیت ہوئی تو اعراض ہوگا۔ رہا ثبوت، وہ زبان کی نوک پر ہے جسے چاہا ثابت کہہ دیا، یہ ان کا خیال ہے خدا نہ کرے کہ ایسا ہو بلکہ جناب حسبِ عہدِ واثق فوراً قبولِ حق فرمائیں کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا ہو واللہ الموفق والمعین و بہ نشم

بالحبیب نستعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۹؍ ذی القعدۃ الحرام ۳۹ھ

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی الحمد للہ الذی بعزتہ ونعمتہ وجلالتہ تتم الصالحات الحمد للہ الذی نصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

حمد اس کے وجہِ کریم کو اور ہدیۂ درود و سلام بے پایاں اس کے حبیبِ عظیم، ناصرِ دینِ قویم کو جس نے ہمیں حق پر کیا اور حق کو واضح و روشن کیا، غلبہ دیا کہ اس کے مخالف راہ نہیں پاتے، خادمانِ حق کے ایک اعتراض کا بھی جواب نہیں دے سکتے صدہا دلائلِ قاہرہ دیکھیں مگر سب دیدہ و نادیدہ گویا کچھ تھا ہی نہیں لھم اعین لایبصرون بھا، صدہا دلائلِ باہرہ سنیں مگر سب شنیدہ ناشنیدہ، گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، لھم اذان لایسمعون بھا، برق شرق دلائل کا چمکتا خاک پہ لٹا دے مگر طاقت کہاں کہ اٹھ کر باطل کی مدد لائیں، فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین، کوہ شکوہ، ایرادات کا ہجوم، فرار کی گلی بند فرما دے مگر ہدایت کہاں کہ حق کی طرف رجوع پائیں، فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون، نہ اتنی توفیق کہ قبولِ حق ہو، نہ ایسی حیا کہ ترکِ زق زق ہو، ناچار والغوا فیہ لعلکم تغلبون کا ترکہ لیں کہ دلائلِ قاہرہ و ایراداتِ باہرہ سن کر سب سے الگ کسی لغو و مہمل بات کی طرف چلیں، جب اس پر جگر شگاف رد شکن زد کے نمبر پڑھیں اسے چھوڑ کر دوسری بے معنی چھلچھڑی چھوڑ دیں، جب اس پر وہی حالت وہی گت ہو اس سے بھی کترا کر تیسری

طرف باگ موڑ دیں، دمِ واپسی تک یونہیں چھ چھیلیاں کھیلیں، یہی پاپڑ بیلیں، کیا اسی کا نام جواب ہے؟ کیا یہی طالبِ حق وصواب ہے یا عقل وحیا، و دینِ ہدیٰ، سب کو جواب ہے اگر محض سکوت رہے تو شاید کوئی احمق جاہل کہے کہ بے نیازی سے کام لیا، جواب ممکن تھا قصدًا نہ دیا مگر ایسی چھ چھیلیوں سے بھرم کھل جاتا اور وہ موہوم وقار بھی گر جاتا ہے والغوا فیہ کا نقشہ ہر عاقل کی نگاہ میں پھر جاتا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون ذٰلک مبلغھم من العلم وھم یحسبون انھم یحسنون کیا اب بھی کسی عاقل کے نزدیک وضوحِ حق میں کچھ باقی رہ گیا کلا و بلٰی، جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ و ما یبدئ الباطل وما یعید والحمد للہ العزیز الحمید۔

(۸۹) مکرمی! آپ کی خواہش پر فقیر نے خط ۱۲ ر ذی القعدہ حاضر کیا اور اس کے ۶۲ نمبر دل میں حق کو آفتاب سے زیادہ ظاہر کیا۔ (۱۹) جناب نے مدّ اس کے کسی نمبر کو ہاتھ لگایا نہ حسبِ قبل عہد قبول فرمایا بلکہ پہلے خط ۶ ر ذی القعدہ میں کہ ۷ کو آیا، اُلٹا مجھ پر بے جا اقتباسِ آیات کا غلط الزام لگایا، اس پر خط شب ۱۹ میں اور نمبر بڑھے اور میں نے وہ علوم ظاہر کئے جو آپ نے پڑھے، بفرضِ باطل اگر یہ الزام سچا بھی ہوتا تو کیا ان زیرِ بحث ایراداتِ قاہرہ سے نجی ہوتا۔ یہ عہدِ سوم کا خلاف اور نمبر ۱۵۶ ہوا۔

(ب) ان ایراداتِ قاہرہ کے جواب سے بچنے کو اسی خط ۱۶ میں یہ حیلہ فرمایا کہ میرے سب استفساروں کا مسلسل جواب ایک ساتھ دے دے۔ میں نے اسی خط شب ۱۹ میں اس مطالبہ کا بے جا ہونا ثابت کر دیا پھر بھی آپ کی ضد رکھنے کو وہ بھی پورے کر دئیے جس کے بعد جناب کو حسبِ عہود کوئی راہ نہ تھی مگر حق کا قبول یا ان تمام ایرادات سے جوابِ معقول؛ مگر افسوس کہ آپ کو دونوں سے عدول، یہ صریح عہد شکنی اور نمبر ۱۵۷ ہوا۔

(ج) اس میں اپنے ہی اقراری اپنے ہی اشتہاری معاہدہ کو صاف استعفا دیا کہ بطورِ خود دیکھیں گے، اطمینان ہوگا فبہا ورنہ غور و فکر رہے گی، اپنے ایراداتِ قاہرہ ان سے کبھی

نہ تعرض کیا نہ تعرض کا ارادہ ع

کیا یہی قول، یہی عہد، یہی پیمان تھا

یہ نمبر ۱۵۸ ہوا۔

(د) آپ نے دوسرے خط ۱۶ ار میں کہ ۱۸ ار کو آیا ایرادات کو پھر ہاتھ نہ لگایا مگر براہِ وہم مناظرہ کی مہیب صورت سے گھبرا کر سائل و مجیب کا شگوفہ کھلایا، اس پر میرے خط ۱۹ ار ذیقعدہ میں جناب پر اور نمبر بڑھے اور جواب کے تقاضوں پر تقاضے چڑھے۔

(ھ) اس میں عارِ سکوت کی پیش بندی کو حیدہ نفسانیت کی گلی رکھی، میں نے دلیل قاہرہ آیتِ کریمہ سے وہ بھی بندی کر دی۔

(و) اس میں ایک چال گرم کرنے کی جگہ چلے کہ شاید برافروختگی، ہشت مشت میں وقت گزار دے، اصل جانکاہ مطالبوں کا خنجر گلے سے اتار دے مگر نیاز مند نے اس سے اثر نہ لیا بلکہ نیاز ہی پیش کیا اور طلبِ توبہ پر حضرت عزت کا واسطہ دیا۔

(ز) اب اخیر خط ۲۱ ار ذی القعدہ میں آپ سہ بارہ وہی راہ چلے، ایرادات بڑھتے گئے، نمبروں پر نمبر چڑھتے گئے، ہر باران سے اعراضِ تام اور راحق ابلہوں کے نزدیک نام جواب کرنے کو نیا شگوفہ خام ع

کیا یہی عہد، یہی قول، یہی پیمان تھا

یہ نمبر ۱۵۹ ہوا۔

(ح) اسی میں اس اپنے اقراری، اشتہاری معاہدے سے فرار پر قرار کو اور موکد فرما دیا جس کو بعونہٖ تعالیٰ ابھی ذکر کروں گا ع

یہی پیماں یہی اقرار یہی وعدہ تھا

یہ نمبر ۱۶۰ ہوا۔

(ط) جب آپ کی وہ ضد پوری کر دی گئی کہ میرے سب استفساروں کا مسلسل

جواب دے تو اب یہ گلی چلے کہ جہاں کوئی استفسار بھی نہیں ان کو یونہی مفصل کر دے غرض کسی طرح ہر دفعہ وقت پڑے اور آپ کو کسی ایراد کا جواب نہ دینا پڑے، کیا ع

یہی میثاق یہی قول یہی پیماں تھا

یہ نمبر ۱۶۱ ہوا۔

(ی) یہیں اخلاص جدید و عہد شدید کے بعد آٹھ برس کی پرانی بات اور وہ بھی محض جھوٹے طور پر اپنے اب وجد مغفورین کے متعلق چھیڑی کہ تو تو میں میں چل جائے اور قبولِ حق یا جواب ایراداتِ قاہرہ کی بلا ئے جانکاہ ٹل جائے کیا ع

یہی عہد یہی وعدہ یہی پیماں تھا

یہ نمبر ۱۶۲ ہوا۔

(لٔ) اسی خط میں جوابوں سے بچنے کو سب سے نرالی یہ گلی نکالی کہ دلائلِ قاہرہ پر فرمایا تم تو الجھاؤ میں ڈالتے ہو اسے سبحٰن اللہ یعنی ایسے روشن قاطع واضح ساطع دلائل کیوں پیش کرتے ہو جو حق کو ہر سلیقے سے زیادہ سلجھا دیں، فہیم تو فہیم ہر کم فہم کو سمجھا دیں اور ہم کو جواب سے عاجز اور قبول سے نفور ہیں جانگزا کانٹوں میں الجھا دیں کہ نہ اگلتے بنے نہ نگلتے۔ مسلمانو! باللہ انصاف حق کو ایسے روشن دلائل سے واضح کرنے کا نام الجھاؤ میں ڈالنا ہے مگر کسی طرح اپنے گریز کی گلی بھی نکالیں، کیا ع

یہی اقرار یہی عہد یہی پیماں تھا

یہ نمبر ۱۶۳ ہوا۔

(ل) ہاں وہ تو رہ ہی گیا اور مقطع کا بند ہونے کے لائق تھا کہ پہلے خط ۱۶ میں جواب سے گریز کا وہ نجس نزپرانا حیلہ یاد فرمایا کہ ردِّ تکبر نہیں کو ردِّ تکبر بنایا اور اس پر میں نے آپ کی صریح عبارت دکھادی اور اپنے ہی کلام میں اتنی شدید حیاداری کی آپ کی تحریف دکھادی، آپ نے اسے بھی اس کان سنا اس کان اڑایا اور نیا سر دُز

شروع فرمایا۔ اب للہ آپ ہی انصاف فرمائیں کہ ہر بار جواب ایرادات قاہرۂ روافزوں سے جناب اعراض ہی دکھائیں اصلا کسی کو ہاتھ لگانے کی تاب نہ لائیں مگر ہمیشہ نئی کہانی چھیڑ کر جان بچانے کی ایک رات بڑھائیں تو یہ الف لیلہ میں کہاں تک سنوں! علمی مباحث چھوڑ کر فضول داستانیں سننے کا بادشاہ کیوں بنوں؟

(۹۰) جواب خط تو اسی قدر بس تھا مگر جناب نے اپنے ابوین مغفورین والا واقعہ چھیڑا ہے وہ چھوڑنے کا نہیں بہت مزے کا ہے مگر گوہرِ مقصود بفضل الودود بے وقت ملتا ہے، جناب کے ایمان و اسلام برائے نام کا شگوفہ آپ ہی کے منہ کھلتا ہے۔ یہ تو اکاذیب والا میں شمار کروں گا کہ معاذ اللہ میں نے ان مغفورین کو یہ تشبیہ دی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب سلکلۂ میں غریب خانہ پر تشریف لائے تھے، تھانوی صاحب کے کفر و ارتداد ملعون کا تذکرہ چلا، جناب نے حسبِ عادت حمایتِ ارتداد فرمائی اور اس کی عبارت توہین سرکار رسالت سے پاک بتائی۔ اس پر یہ عرض کی گئی کہ اگر کوئی آپ کے والدِ ماجد مرحوم و جدِ امجد[1] مغفور کو کہے کہ ان کی ذاتِ مقدسہ پر عالم کا حکم کیا جانا اگر بقول مردم صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض علم ہے یا کل؟ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر بچے پاگل بلکہ ہر کلب و خنزیر کے لئے بھی حاصل ہے اور تمام علوم مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل و نقل سے ثابت۔ کیا آپ اسے ان دونوں بزرگوں کی توہین نہ سمجھیں گے۔ اس وقت تو آپ نے اپنی بات رکھنے اور مرتد کی پیچ کے لئے انکار فرمایا کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں مگر دل پر ایسی چبھی کہ آج تک یاد ہے۔ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی قدس سرہ وہابیت کے رد پر کمربستہ تھے ۱۲

کو جان کی اور میری اور تمام مسلمانوں کی تکفیر ۳۰ ربیع الآخر ۳۷ھ میں لکھی اسے تو آپ دو ہی برس میں ایسا بھول گئے کہ یاد دلانے پر بھی یاد نہ آئی لیکن یہ آٹھ برس کی دل پر لکھی رہی کہ چوٹ لگی تھی اور ایسی کہ اب تک سرد نہ ہوئی۔

الحمدللہ! حق کا بیج جو آپ کی زمینِ دل میں ڈالا تھا آٹھ برس میں درخت بن کر آج اس کی شاخیں جناب کے منہ سے نکلیں، مجھے فرماتے ہیں جناب نے میرے والد مرحوم اور جدِ مغفور کی تشبیہ میرے دو بدو کتے و خنزیر سے دی۔ الحمدللہ! الحمدللہ! کہ آج آپ نے اس عبارت میں تشبیہ ہونا قبول دیا۔ اب جو کچھ تھانوی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھا اس پر نظرِ ثانی فرمایئے اور آپ کے باپ دادا کی نسبت جس فرضی عبارت سے سوال تھا اس سے حرف بحرف ملاتے جایئے، تھانوی نے کہا آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے اور تمام علوم غیب مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل و نقل سے ثابت۔

اب فرمایئے ایمان ایمان سے بول چلئے اگر ایمان کا دعویٰ ہے کہ:

ا : بعینہٖ وہی عبارت ہے یا نہیں؟

ب : ہے تو جیسی اس میں اپنے باپ دادا کی کتے سوئر سے تشبیہ مانی تھی یونہی اس میں سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشبیہ ہر بچے پاگل ہر چوپائے ہر جانور سے (جن میں کلب و خنزیر بھی داخل) ہوئی یا نہیں؟ نہیں تو کیا فرق ہے کہ آپ کے باپ دادا کے حق میں وہ گندی تشبیہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ منہ بھر کر گالی دی جائے تو وہ خبیث تشبیہ نہ ٹھہرے اس کی حمایت

و توجیہ ہو کیا آپ کے نزدیک آپ کے باپ دادا کی شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ سے اعظم ہے کہ ان کے حق میں اسے بری تشبیہ کہا جائے اور حضور کے حق میں گندی تشبیہ نہ قرار پائے۔

(ج) اگر تشبیہ ہے اور بیشک صریح ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان ناپاکوں سے تشبیہ دینی حضور کی توہین ہے یا نہیں ؟

(د) اگر ہے اور بلاشبہ یقیناً قطعاً مرلوثؔ ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین یقیناً کفر اور توہین کرنے والا مدعی اسلام قطعاً کافر مرتد خارج از اسلام ہے یا نہیں ؟

(ہ) اگر ہے اور بیشک بیشک ہے تو اسے مسلمان جاننا اس کے لئے تعظیمی لقب خطاب ماننا کفر اور ایسا جاننے والا کافر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا! بینوا توجروا ! بینوا توجروا ! - اس بینوا توجروا سے استغفار نہ سمجھئے کہ آپ ترکِ فتویٰ نویسی کی آڑ لیں (اگرچہ باوصف ادعائے ترکِ فتوا سے کمیٹی پر دستخط فرماتے ہیں) بلکہ یہ وہی مفاہمہ کا استفسار ہے، جلد بولئے! امر شدید ہے اور موت قریب اور واحد قہار کا عذاب سخت والعیاذ باللہ رب العٰلمین، یہ کتنا اشد و اعظم نمبر ۱۶۴ ہوا ملاحظہ فرمائیے آپ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ زائد شگوفے چھوڑ کر قاہر مطالبوں کی آفت سر سے ٹلتی ہے۔ کچھ دیر کے لئے بچاؤ کی گلی نکلتی ہے مگر وہ پڑتی ہے اُلٹی کہ ہر بار کفر و ضلال و وبال کے نمبر بڑھتے ہیں، قاہر در قاہر آپ پر چڑھتے ہیں، للہ اپنی حالت پر رحم فرمائیے، آپ حق ضرور سمجھ لئے ہیں، قبول پر آئیے، زوائد و فضولیات میں وقت نہ گنوائیے، نمبر ۱۰۱ سے ۱۶۴ تک پہنچ چکے ہیں، آگے نہ بڑھوائیے۔ سچ کہتا ہوں، دارین میں آپ کے بھلے کی گزارش کرتا ہوں ولٰکن لا تحبون الناصحین ہو تو اس کا میرے پاس کیا علاج؟

(۹۱) کرمی! دعویٰ و حقیقت میں زمین آسمان کا فرق ہے اکڑنے، بدلنے، بچلنے،

مچلنے کے لیئے زبان ہر ایک کے اختیار میں ہے۔ دعویٰ وہ سچا جس کی تصدیق واقعات سے ہو۔ دیکھئے ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے الم ہ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ہ کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنے کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی، دیکھئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے پیارا نہ ہوں۔

سچے دلی تعلق کی یہ حالت ہے کہ دل میں جس کی عظمت و محبت ہے جو اس کی ادنیٰ توہین یا ذرا بھی کسرِ شان کرے، قلب پر ناگوار گزرتا ہے اور اس کا اثر زبان و جوارح پر اترتا ہے۔ ابھی اپنے ہی یہاں کی تازہ مثالیں دیکھئے،

ا : گاندھی کو کلمہ کفر جہاتما نہ کہا جلسہ میں شیم شیم کی پکار پڑ گئی۔

ب : محمد علی یا شوکت علی کو مولانا نہ کہا اور چار طرف کاؤں کاؤں مچ گئی۔

ج : آزاد، ابو الکلام کو مسٹر کہدیا اس پر لوگ بھڑک اٹھیں چراغ پا۔

د : اپنی ہی دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سمجھانے کو ایک فرضی سوال آپ کے والدین کی نسبت کیا وہ آپ کو کتنا بُرا لگا، آٹھ برس سے دل پہ لکھا رہا۔

ہ : سب جانے دیجئے، خطاہم شعبان میں آپ کی کیا توہین کی تھی، آپ کے ساتھ کونسا تکبر برتا تھا، گنگوہی و انبیٹھی کی طرح شیطان کو آپ پر ترجیح نہ دی تھی، نانوتوی کی طرح آپ کو ایسا ویسا کم قدر ٹھہرا کر آپ کی فضیلت سلب نہ کی تھی، تھانوی کی طرح آپ کو لونڈوں پاگلوں کتوں سوئروں سے تشبیہ نہ دی تھی، یہی نا کہ آپ کے شبہات کا رد کیا تھا، آپ کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی، اس پر اخبار زمانہ میں آپ اپنا جامہ سے

باہر ہونا دیکھیے جو متکبرانہ انداز مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کرنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں، اس پیکر تکبر سے تخاطب کو بھی نہ اپنی بلکہ حق کی بے عزتی تصور کرتا ہوں۔

آپ نے دیکھا! دلی تعلق یہ رنگ لاتا ہے، کیسی خفیف باتوں پر کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اگر سچا علاقہ ہوتا تو حضور کی ان سخت توہین کرنے والوں سے یوں میل جول رہتا ان سے خطاب حق کی بے غیرتی نہ ٹھہرتا بلکہ یوں مولانا وچنیں وچناں وخیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین کے خطاب انہیں پہنائے جاتے ان کی یہ تعظیمیں تکریمیں ہوتیں، یوں شیخ الہند بنائے جاتے۔ للہ انصاف! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا بھی علاقہ نہ ہو جتنا اپنے باپ دادا بلکہ اپنی ذات بلکہ آزاد بلکہ شوکت علی بلکہ گاندھی سے اور ایمان کے دعوے ویسے چوڑے کہ انا المؤمن حقا میں ہی سچا مسلمان ہوں گا۔

اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم گنوار بولے ہم ایمان لائے اے حبیب ان سے فرما دو تم ایمان تو نہ لائے، ہاں ہاں کہو کہ مطیع بن گئے ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا، یہ نمبر ۱۶۵ ہوا اور کتنا سخت ہوا جس نے معیار ایمان کو لائح کر دیا، مدعیوں کا کاذب العیار ہونا واضح کر دیا۔ یہ ہے وہ اقرار جو آپ نے خط اسمی حضرت سید محمد میاں صاحب میں کیا تھا شھدوا علیٰ انفسھم انہم کانوا کفرین۔ وخسر ھنالک المبطلون۔ وقیل بعدا للقوم الظلمین۔

(۹۲ تا ۱۰۰) ضروری گزارش اسی قدر تھی، یہ تیسری بار ہے کہ جناب تمام مباحث مقصودہ و دلائل محمودہ وایرادات منضودہ کو یکسر بھلا کر خارج از مقصود کوئی نہ کوئی لغو بازاند

بات پیش فرما دیتے ہیں، فقیر نے دو بار آپ کی خاطر سے تعاقب کیا کیلا یظن ان بالسویدا، سہجالا تیسری بار پھر آپ ہی کی خاطر سے کوتا ہوں امید کہ آئندہ احتیاط فرمائیں، آپ کا وقت تو آپ کے مقصود اہم نجات عن الجواب میں صرف ہوتا ہے۔ میرا وقت ضائع نہ کرائیں۔ اب گزارش کہ ذرا ملاحظہ فرمائیے بارہ سطری سامی نامہ میں نو بلکہ بارہ بلکہ کہیں اس سے بھی زائد اکاذیب تو نہیں کہ فی سطر ایک کذب سے زیادہ اوسط پڑے مثلاً :

کذب ۱ : جناب نے جیسا کہ خود تحریر فرمایا ہے تعجیل سے کام لیا۔ مکرمی! یہ میں نے کہاں لکھا ہے؟ مگر جناب تو خود اپنے کلام میں تحریف فرما لیتے ہیں، نہیں کا ہاں بنا لیتے ہیں، دوسرے پر اختراع کیا دشوار ہے۔ میں نے جو کہیں کہیں یہ لکھا ہے کہ جواب فلاں وقت تیار ہو گیا تھا یا فلاں وقت بھیج سکتا تھا، تاخیر کی یہ وجہ ہوئی، وہ بیان تعجیل بھی نہیں نہ یہ کہ میں نے تعجیل سے کام لیا ہے۔ ان دونوں جملوں میں جو فرق ہے جناب کی فضیلت پر مخفی نہ ہوگا وہ تو آپ کی معذرت انتظار کے لئے وجہ تاخیر کا بیان ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں جناب کے مدارکِ عالیہ کے رد کو بس اتنی دیر درکار ہوتی ہے کہ قلم اٹھایا اور چلایا اور قصور معاف! کوئی اس پر کیا فخر کرے گا کہ میں نے طبع وقاد کے ایک شعلہ جوالہ سے مٹھی بھر خشک گھانس کو جلد پھونک دیا مگر جناب پیش خولیش اس گمان میں ہیں کہ ہمارے مدارک تو نہایت ادق ہیں، ان کے رد کو بہت کچھ غور و فکر درکار، اور اس نے اتنی جلد کر دیا، لاجرم تعجیل سے کام لیا۔ اس کے جواب میں اسی قدر گزارش کہ عاقلان نیک می دانند۔

کذب ۲ : میرے والد وجد کی تشبیہ کتے و خنزیر سے دی۔ اوپر گزارش کر چکا کہ یہ اتہامِ صریح و افترائے قبیح ہے۔ میں نے ہرگز ان مرحومین کو تشبیہ دی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت آپ کے دل میں بٹھانے کو مثالاً یہ سوال کیا تھا کہ اگر

کوئی آپ کے اولیٰ کو ایسا کہے جیسا تھانوی نے شانِ رسالت میں بکا تو کیا اس میں ان کی توہین نہ ہوگی جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ جو انہیں ایسی تشبیہ دے گا، ان کی توہین کرے گا نہ یہ کہ میں انہیں یہ تشبیہ دیتا ہوں۔ ہاں یہاں یہ فقرہ جناب نے سچ لکھا کہ اس وقت میں نے اظہار ناراضگی نہ کیا اس وقت اور اظہار دونوں قیدیں اس کے صدق کی ذمہ دار ہیں یعنی ناراضی تو ہوئی مگر اس وقت ظاہر نہ کی، اب چمکی۔

کذب ۳ : ان تحریروں کے باعث کیوں ناراض ہونے لگا۔ کیا عہدِ دوم سامنے رکھ کر جناب ایمان سے فرما سکتے ہیں کہ یہ ادلۂ باہرہ و ایرادات قاہرہ جناب کو سخت الجھن میں نہیں ڈالتے، خود اسی خط میں تو فرمایا ہے کہ الجھاؤ میں ڈال دیا، طبیعت کی ایسی سخت الجھن کہ نہ رائے ماندن نہ پائے رفتن۔ آدمی کو راضی کرے گی یا ناراض۔

کذب ۴ تا ۶ : اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہ کہلانے کے باوجود، کیا جناب حلفاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ الفاظ میں نے اپنے آپ کو کہلوائے ؟

کذب ۷ : ان تحریرات کو دیکھ کے کون ناخوش ہو سکتا ہے، یہ تو مسرت کی بات ہے۔ اور پہلے نفی ناراضی تھی۔ یہاں اور بڑھ کر اثباتِ مسرت ہو گیا یعنی ع

قدم کذب پیشتر بہتر

کذب ۸ : بندہ نہ فرار اختیار کرے گا۔ جس روز سے میں نے اصل مباحث بھیجے ہیں جناب کے تین خط آئے، وہ شاہد عدل ہیں کہ فرار ہے اور بے شمار ہے اور بے اختیار ہے جس کی عرض ادھر سے بار بار ہے اور نمبر ۸۹ میں ان گلیوں کا اجمالاً اظہار ہے۔

کذب ۹ : الجھاؤ میں ڈال دیا۔ اسے بھی نمبر ۸۹ میں گزارش کر چکا ایسے بے مثل سلجھاؤ کا الجھاؤ نام رکھنا کیسا سفید سچ ہے۔ یہ نمبر ۱۶۶ تا ۱۷۴ ہوئے۔

(۱۰۱) جناب نے تعجیل سے کام لیا ہے۔ اس میں صاف اشعار ہے کہ میرے ادلہ و ایرادات میں اغلاط ہیں۔ ایسا ہوتا تو کیا جناب اظہار کھتے ؟ اصل مقصود چھوڑ کر ادھر ادھر

سکتے بخصوصاً اس حالت میں کہ میں نے بار بار گزارش کر دیا کہ ان میں جو بنفائیہ ثابت ہو اُسے کم کرنے کو تیار ہوں۔ لاجرم جناب نے ابلہ موافقین کی نظر میں میرے ادلہ و ایرادات پر جھوٹا الزام غلط لگانے کے لئے یہ جملہ تحریر فرمادیا، یہ کذب ۷۵ اور نمبر ۱۷۵ ہوا۔

(۱۰۲ تا ۱۰۵) پھر فرمایا میں تو جناب کے ایرادات قویہ مع ادلۂ قاہرہ دیکھ کر دنگ ہو گیا جن سے جناب کی دماغی قابلیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ الحمد للہ! الحمد للہ! کلمۂ حق نکلا ہے جس سے باطل للہ الحمد! یقیناً میرے ایرادات قوی وظاہر اور میرے دلائل آپ پر قاہر اور ضرور انہیں دیکھ کر قطعاً یقیناً جناب کی عقل دنگ کہ بعد کی سب تحریروں میں اس کا چوکھا رنگ رہی دماغی قابلیت اس کا نہ کبھی میں نے دعویٰ کیا، نہ اب مدعی ہوں میں تو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی اور تمام جہان کی حول و قوت سے بری ہوں صرف اپنے رب عزوجل کے حول و قوت سے ملتجی ہوں، میں نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کرنے کے قابل ہوں، ہاں اس کا کرم، اس کی رحمتیں اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعمتیں وہ اس ضعیف، عاجز، بے قدر سے بڑے سے بڑے کام لے لیتے ہیں جو اونچی اونچی چوٹی کے علامۃ الدہر بننے والوں کو دنگ کر دیتے ہیں وللہ المنۃ والنعمۃ الوافرۃ ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔ مگر جناب نے یہ حق کلمے براہ سخریہ و استہزا تحریر فرمائے جسے ابلہ موافقین دیکھ کر سمجھیں کہ خوب ہو ملیح فرمائی ہے اور جواب وہی ہے کہ عاقلاں نیک می دانند۔

جناب کا دل اندر سے جانتا ہے جیسا ان ایرادات قویہ وادلۂ قاہرہ نے جناب کو عاجز و تنگ اور عقل سامی کو مبہوت و دنگ کیا ہے، استہزا فرمائیے تو ذرا یہ خوف دل میں لائیے کہ کہیں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیرت اپنے ناچیز بندے کے لئے انا کفینٰک المستھزءین کے پرتو کا ظہور فرمادے وما ذلک علی اللہ بعزیز توبہ فرمائیے توبہ، وہ کذب ۷۶ تا ۱۴۰ اور یہ نمبر ۱۷۶ تا ۱۷۹ ہوئے۔

(۱۰۶) خط ۱۲ میں گزارش کرچکا تھا کہ میں نے کبھی اپنے آپ کو مجدد نہ کہا جناب نے پھر اس کا اعادہ فرمایا مگر الفقیہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ تو عجب حیرت انگیز خبر لایا، اس کے صفحہ ۲ پر محبنا و مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر[1] سلمہ العلی الاکبر تحریر فرماتے ہیں "گزشتہ مارچ میں مجلس العلماء کا تیسرا اجلاس بمقام مرو دضلع کوئمبتور علاقہ مدراس منعقد ہوا جس کی صدارت مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی نے فرمائی، صاحب ممدوح نے مجلسِ مذکور میں جو خطبہ دیا تھا، چھپ کر شائع ہوگیا۔ خطبہ میں ایک موقع پر یہ گہرریزی فرمائی ہے، "شریعتِ اسلامیہ کے اہم ترین مسائل کو مسلمانوں اور علماء کے درمیان پیش کردینا ایک بہت بڑی تجدید ہے جس کی ضرورت تھی، خداوندِ عالم نے اس خدمت میں مجھے ممتاز مرتبہ عطا فرمایا اور میری وساطت سے دونوں مقصود حاصل ہوئے"،

کیوں جناب! یہ اپنے منہ میاں مجدد بننا! نہیں نہیں بہت بڑے مجدد کہ یہ ایک بہت بڑی تجدید ہے اور دوسروں پر جھوٹا الزام رکھنا وعید آیہ کریمہ ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا۔ میں کیسا بے خوفی سے داخل ہونا ہے۔ یہ نمبر ۱۸۰ ہوا۔

(۱۰۷) مسلمین و علماء کے درمیان اہم مسائل پیش کرنے سے اگر یہ مراد کہ علماء کی خدمت میں سوال کئے اور مسلمین کے سامنے ان کے جواب پیش کردئے تو یہ کونسی تجدید ہے نہ کہ بڑی نہ کہ بہت بڑی ایک معمولی لیاقت کا آدمی یہ کام کرسکتا ہے ضرورت وقت کے مسائل علماء سے پوچھے اور مسلمانوں میں شائع کرے یوہیں اگر یہ مراد کہ مسلمانوں کو استفتار پر ابھارا اور علماء سے جواب کی سفارش کی، اس میں آپ کی کونسی دانشوری ہوئی! اور اگر یہ مقصود کہ نہایت مہم مسائل جو آج تک پیچیدہ و نامنقح پڑے تھے آپ نے اپنی قوتِ علم و جودتِ فہم سے انہیں رنگ تنقید و تنقیح دیا اور علماء و مسلمین پر ان جدید مدارک نفیسہ کو ظاہر کیا تو قصور معاف بہ

---

[1] مولانا اخگر پنجاب کے مشہور عالم، ادیب و شاعر، حامی دین اور اعلیٰ حضرت کے محب مخلص تھے ۱۲
[illegible] و خلافت حضرت امیر ملت محدث علی پوری سے [illegible] خلفائے امیر ملت از محمد صادق قصوری)

شاید کوئی خواب پریشان تھا جو جناب نے کسی تبخیر یا بخار کی حالت میں دیکھا اور بھولا بھولا وہ بھی الٹا کچھ یاد رہ گیا، وہ مسائل سامنے تو لایئے جو معضطرب تھے اور جناب نے اپنی قوت سے منقح کر کے علماء مسلمین پر پیش کئے، یہ صریح کذب اور نمبر ۱۸۱ ہوا۔

(۱۰۸) میں بارہا عرض کر چکا کہ میں نے اپنے آپ کو نہ کبھی مجدد کہا نہ جانا مگر جناب نے بہت بڑے مجدد کی شان یہ بتائی۔ اب اس فقیر حقیر کا فتاوے ملاحظہ کیجئے۔ الحمد للہ الحمد للہ کتنے کثیر و وافر مسائل پایئے گا کہ معضطرب تھے اور میرے مولیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ سے منقح فرما دیئے کتنے جلیل و جزیل مباحث دیکھئے گا کہ پردہ خفا و اشکال میں تھے اور میرے منعم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرے قلم سے مشرح فرما دیئے والحمد للہ الذی ارسلہ رحمۃ و بعثہ نعمۃ والصلوٰۃ والسلام علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ عدد کل کلمۃ والحمد للہ رب العلمین۔

اب میں نہ کہوں جناب کو خود اپنے اقرار سے میرے مجدد، نہ صرف مجدد بلکہ بہت بڑے مجدد اعظم ہونے پر ایمان لانا پڑے گا پھر آپ میری مجددیت کی اہانت فرما کر کہاں پہنچے، یہ نمبر ۱۸۲ ہوا۔

(۱۰۹) میں خط ۱۲ ذو القعدہ میں ہدایۃً عرض کر چکا تھا کہ اپنے منہ اپنے آپ کو قیام الدین کہنا بتصریح فقہائے کرام سخت مذموم اور کریمہ لا تزکوا انفسکم کی مخالفت موم ہے آپ کے لفظوں میں گزارش کروں کہ بعد تنبیہ بھی ادب نہ ہوا، یہ نمبر ۱۸۳ ہوا۔

(۱۱۰) میں نے جو نامہ بے حد مسرت کا دیا تھا جناب نے اس کا جملہ اپنے خط اول کے فقرے مجھے یاد دلاتے ہیں کیا ان سب کا شافی و وافی جواب معروض نہ ہو چکا، پھر ان کی یاد دہانی تلبیس نہیں تو کیا یہ نمبر ۱۸۴ نہ ہوا۔

(۱۱۱) پھر فرمایا جناب نے اپنی شفقت سے جس طرح ان امور میں سے دو امر ارشاد

کیے تھے، تمام امور مفصل تحریر فرمائیں۔

اوّلاً : مولوی شاہجہانپوری صاحب سے کہ اس تصفیہ میں متوسط اور آپ کی زبان تھے اپنے خط دوم ۲۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ میں مجھے یہ لکھا تھا کہ صرف جناب یہ تحریر فرمادیں کہ ان ان کفریات سے توبہ چاہیے جتنے الفاظ یا افعال کفریہ ہوں، تکلیف فرما کر بلا تحریر دلیل ارقام فرما کر ارسال فرمادیں۔ یا تو توبہ کی وہ صفائی تھی یا یہ الجھاؤ۔

ثانیاً : میں تحریر مفصل حاضر کر چکا تھا کیوں واپس ہوئی کہ پھر تفصیل کی حاجت پڑی۔

ثالثاً : میرے نزدیک تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ سب ضروریاتِ دین و شریعت و بدیہیات مذہب اہلِ سنت سے ہیں، بدیہی کی کیا تفصیل کروں، وہ دو مبحث کہ خط ۱۲ رذوالقعدہ میں مشرح کیے، ان کی تشریح آپ کے شکوک و شبہات پیش کرنے پر ہوئی۔ اب بھی جن جن امور پر آپ کو شبہات ہوں سامنے لائیے اور بعونہٖ تعالیٰ تفصیلِ جلیل سنتے جائیے مجھے آپ کے قلب پر کیا اطلاع کہ کہاں شبہ ہے اور کیا شبہ ہے جسے میں کشف کردوں۔ میں خط ۴ رشعبان میں عرض کر چکا تھا اور خط شب ۱۹ میں اس کی یاد دہانی بھی کردی تھی کہ آپ اللہ کو مان کر بہ انصاف کیجیے کہ جہاں جہاں غائلہ دیکھیے ان سے فوراً توبہ شائع فرمائیے، بعض اگر زیرِ بحث رہیں ان کے فیصلہ پر قطعی و مسلم سے توبہ کو موقوف نہ رکھیے کہ یہ پھر عناد و اصرار ہوگا اور جن میں شبہ لگے مکابرہ نہ ہو جس کی نظیر پہلے گزارش کر چکا ہوں مگر جناب کو نہ یاد رہتا ہے نہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جناب نہ تو یہ بتائیں کہ کس امر میں شبہ ہے نہ یہ فرمائیں کہ کیا شبہ ہے اور میں رجماً بالغیب تفصیل کو بیٹھ جاؤں جس طرح ان دو امر کی تفصیل میں میں نے دو جزء سے زائد لکھے۔ ایک سو ایک کی تفصیل میں ایک سو ایک جزء سے زائد لکھوں اس وقت جناب غور فرمائیں گے کہ آپ پر کسی کفر یا ضلال یا وبال سے توبہ ہے یا نہیں، اے سبحان اللہ! زہے طلب حق و زہے توبہ! یعنی نہ نو من تیل ہوگا نہ جناب توبہ فرمائیں گے، یہ الجھاؤ

میں ملیں ڈالتا ہوں یا آپ ؟ الٹا الزام مجھ پر ؟ یہ نمبر ۱۸۵ ہوا۔

(۱۱۲) رابعًا : ان سب سے قطع نظر ہو تو میں تو انہیں کو مفصل کروں گا جن میں آپ کو شبہ لگنا سمجھونگا اور اسی شبہ کو زائل کروں گا جسے اپنے نزدیک یہ جانوں گا کہ کسی عقل و انصاف والے کم علم کو لگ سکتا ہے اور ممکن بلکہ مظنون بلکہ ملاحظہ خطوط جناب سے قریب متیقن کہ جناب کو وہاں شبہ لگے گا جہاں اس کی اصلاً گنجائش نہ ہو اور وہ شبہے لگیں گے جن کا کسی عاقل کو گمان بھی نہ ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تفصیل اور وہ کیا دھرا سب بیکار اور جناب کے شبہات برقرار، جناب اپنے شبہات تو بتلاتے نہیں مجھی سے فرمائیں گے کابھی تفصیل نہ ہوئی پھر کر، یہ سلسلہ نہ ختم ہوگا نہ جناب توبہ فرمائیں گے۔ ایمان سے فرمایئے آپ خود توبہ کو کتنے سخت الجھاؤ میں ڈال رہے ہیں، یہ نمبر ۱۸۶ ہوا۔

(۱۱۳) طرفہ ہزار طرفہ سے بڑھ کر طرفہ یہ کہ تین نمبر میں جو میں نے تفصیل کی اسے تو فرماتے ہیں الجھاؤ میں ڈال دیا اور باقی ۱۹۸ امور کی نسبت خود ویسی ہی تفصیل چاہتے ہیں کہئے اقراری الجھاؤ سے الجھاؤ خود اور چاہا ہے یا نہیں، زہے بہت بڑی مجدّدیت ع

کہ خود گفتہ و خود نداند کہ چیست

نہیں داند کیوں نہیں منظور یہی یہ ہے کہ بات ایک الجھاؤ سے سو الجھاؤ میں پڑے اور جواب دینے یا توبہ کرنے دونوں سے جان بچے۔ یہ نمبر ۱۸۷ ہوا۔

(۱۱۴) پھر فرمایا جو امر تحریر فرمائیں اس کو ثابت کیجئے کہ فقیر اس کا مرتکب ہوا ہے فقیر تو ثابت کر چکا۔ تحریر مفصل جو حاضر کی تھی اس کے ہر نمبر میں جناب کی تحریرات کا پورا حوالہ تھا وہ واپس فرمادی۔ ایک امر کہ تمام مسلمانانِ عالم کا اسلام بلا سے نام بتایا۔ اس سے جناب منکر ہوئے کہ مجھے یاد نہیں آتا، اس کا حوالہ اب بتا دیا گیا بلکہ تا بخانہ بھیجا دیا گیا، یونہی آپ کو جس امر سے انکار ہو پیش کیجئے اور مجھ سے حوالہ لیجئے یا آپ کی یہ ضد

بھی پوری کروں۔ ایک سو ایک میں پہلے تین کے پتے آپ کو معلوم ہو گئے اور چھٹا آپ کے رسالہ النظامیہ میں ہے اور ۹ تا ۱۷ آپ کے خط مطبوع ہمدم در بارۂ تعزیت مرزا تفتی میں ہیں اور ۵۸ و ۵۹ متفق دستخطی تحریر بمبئی جس پر مولوی عبدالعلیم صاحب بہاری اور آپ کے دستخط ہیں اور ۶۰ تا ۶۴ آپ کے خط مطبوع فیصلہ گاندھی شائع کردہ حسن نظامی ہیں، باقی سب آپ کے خطبۂ صدارت و رسالۂ ہجرت و رسالۂ قربانی گاؤ میں ۴ ورق کا وہ خطبہ ہے اور ۱۷ ورق کا رسالۂ ہجرت اور ساڑھے چودہ کا رسالۂ قربانی یہ ساڑھے پینتیس ورق کی کائنات ہے، اس میں ٹٹولیے، جو نہ ملے دکھا دینا میرا کام۔

(۱۱۵) پھر فرمایا اس کو ثابت کیجئے کہ وہ امر ایسا ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی بزرگ میرا میرے لئے قدوہ و پیشوا نہیں ہے۔ اسے سبحان اللہ، اولاً میں نے توبہ کو اس پر کب مشروط کیا تھا جو امر شرعاً کفر یا ضلال و وبال ثابت ہو اس سے توبہ چاہی تھی اس سے مجھے کیا بحث کہ آپ ہی اس میں مخالف شرع ہیں یا پہلے بھی کوئی ہو چکا، یہ قید تو آپ نے اپنی توبہ میں خود ایجاد کی ہے، اس کا الزام اُلٹا مجھ پر، یہ الجھاؤ میں ڈالنا ہوا یا نہیں یہ نمبر ۱۸۸ ہوا بلکہ آپ کی توبہ بھی اس قید میں صریح نہیں۔ آپ کے الفاظ توبہ یہ ہیں: اے اللہ میں نے امور قولاً و فعلاً، تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا، ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لئے نہیں ہے محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔

اس میں یہ قدوہ کی قید ممکن کہ صرف ان کے مانند امور سے متعلق ہو کہ وہی قریب ہے اور جو ایک سو ایک کفر و ضلال و وبال میں نے بتائے ان میں آپ کے مرشدین و مشائخ کا مبتلا ہونا بعید و عجیب ہے۔ اب کہ چار طرف سے آپ پر شورش و یورش ہوئی جس کا خود خط ۲۲ ماہ مبارک میں آپ کو اقرار ہے، اس کے

لئے آپ نے یہ باگ موڑی اور اپنے مشائخ و مرشدین کی عزت بھی اپنے ساتھ ان کفریات وغیرہا میں سانتنے سے نہ چھوڑی کیوں یہ کیسا نمبر ۱۸۹ ہوا۔

(۱۱۶) ثانیاً میں ہر بار آپ کے باپ دادا کا نام اس مخمصہ سے بچانا چاہتا ہوں اور آپ بار بار انہیں پیش کرتے ہیں، اشارے کے لئے میں آپ ہی کے فتاوے سے دکھا چکا کہ ان کا قول و فعل جب تک مطابق کتاب و سنت نہ ہو حجت نہیں اور اپنے طور پر تاویل بھی بتا چکا جس میں ان پر الزام نہ آئے مگر آپ کب مانتے ہیں ہر بار انہیں سانتے ہیں۔ اب مجبورانہ گزارش کہ ان سے وہ کفر و ضلال و وبال ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو انہیں معاف رکھیے، تکلیف نہ دیجئے اور اگر معاذ اللہ ہیں تو آپ ہی فرمائیے کہ ان کی مخالفت دین و شرع سے شریعت و ملت پر رد ہو جائے گی یا خود انہیں پر زد آئے گی، کیا ایسی جگہ آپ کو انا وجدنا اٰباءنا علیٰ امۃ وانا علیٰ اٰثارھم مقتدون۔ کہنے کا حق ہوگا کیا قرآن کریم اس کا جواب اولو کان اٰباؤھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون۔ نہ فرمائے گا، خدارا شرم کیجئے، یہ نمبر ۱۹۰ ہوا۔

(۱۱۷) ثالثاً یونہی سہی کہ میں نے توبہ میں یہ شرط کی تو نفی کا ثبوت میرے ذمہ ہوگا یا اثبات کا ثبوت آپ کے ذمہ، کچھ بھی عقل سے فرمائی۔ نہیں نہیں اتنی سی بات کی سمجھ کیوں نہیں مگر قصداً الحجائی غرض ہی یہ ہے کہ بات کھٹائی میں پڑے اور توبہ و جواب دونوں سے جاں بچے اپچھے عہد کئے تھے، یہ نمبر ۱۹۱ ہوا۔

(۱۱۸) پھر فرمایا اس کے بعد جو کچھ تحریر فرمائیے گا، اگر تعرض کے قابل ہوگا، تعرض کیا جاوے گا ورنہ جس طرح ہمیشہ جناب کی توجہ مبذول ہوئی مگر اس کو مختنم نہ سمجھا گیا اب بھی یہی قصور ہوگا۔ یہ وہی اپنے اقراری اشتہاری مفاہمہ سے گریز بر گریز، گریز بر گریز خدا جانے کتنی مکرر گریز ہے یعنی میں ایک سو ایک جزء لکھوں اور برابر پر آپ کے ایک ایک بزرگ کی پوری سوانح عمری لکھوں کہ دیکھے روز شعور سے دم واپسیں

تک ان میں سے کوئی ان میں سے کسی قول یا فعل کا مرتکب نہ ہوا، اس تمام تکلیف مالا یطاق کے بعد بھی جناب مفاہمہ نہ فرمائیں گے بلکہ گھر کی کسی کوٹھری میں بیٹھ کر کواڑ بند فرما کر اکیلے سوچیں گے، اگر سمجھ لئے فبہا ورنہ منہ سے کچھ نہ بولیں گے، زہے مفاہمہ و زہے توبہ، خیر یہ تو پہلے عرض کر چکا اور واقعی ہمیشہ ایسا ہی ہوا، بارہا آپ کو شرعی الزام بھی دیئے گئے، نہ آپ نے جواب دیا نہ آپ کو بن پڑا جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ ہمیشہ جناب کی توجہ مبذول ہوئی، مگر اس وقت اتنی گزارش کہ ہمیشہ جو کچھ بطا بلا عہد تھا اور آپ جو کیجئے گا تو خلافِ عہد کیجئے گا، پھر اس پر جرأت! کیا معنی؟ یہ نمبر ۱۹۲ ہوا۔

عرضِ اخیر

مکرمی! للہ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ توبہ کو الجھاؤ میں نہ ڈالئے بیکار باتیں مقصود سے دور نہ نکالئے، یہ کب تک ہوگا کہ آپ چند سطریں دور از کار لکھ بھیجیں اور میں ہر بار اس پر دو دو جزء کا رسالہ ارسال کروں، میں تمام مقاصد بحمدہٖ تعالیٰ پورے کر چکا، اب اتنا ہی درجہ باقی ہے کہ آپ تمام جواب طلب نمبروں سے مفصل جواب ازراہِ انصاف و اتباعِ صواب دیجئے، سب توبہ طلب نمبروں سے حسب وعدہ، حسبِ عہد، حسبِ پیمان اللہ سے ڈر کر، نبی سے ڈر کر فوراً فوراً توبہ شائع کیجئے۔ اب آپ پر جملہ نمبر تین سو دس ہیں، ایک سو اٹھارہ جواب طلب اور ایک سو بانوے توبہ طلب۔

اب میں چند مختصر مطالبوں پر کلام ختم کرتا ہوں، حسبِ عہد ان کا جواب دینا آپ پر فرض ہے۔ اب جو کوئی تحریر آئی اور اس میں حسبِ عادت اِدھر اُدھر کی فضول باتیں ہوئیں اور ان مطالبوں سے صاف صاف جواب نہ دیا، وہ اصلاً قابلِ التفات نہ ہوگی غصہ نہ فرمائیے گا اگر نذرِ آتش کر دی جائے کہ وہ اسی کے لائق ہوگی، اور یہ سمجھئے اور خبردار

نہ سمجھئے کہ یہی راہ آپ کی گلو خلاصی کی ہے آپ ایسی ہی کچھ لغو باتیں لکھ بھیجیں اور میں یہ دیکھکر کہ آپ کسی طرح نہ کسی بات سے جواب دے سکتے ہیں نہ راہ پر آنا چاہتے ہیں۔ اس غرض اخیر کے موافق اسے نذرِ آتش کردوں اور ذریہ مکالمہ بند کردوں اور آپ جانکا مطالبوں سے نجات پاجائیں۔ نہیں نہیں انشاء اللہ القدیر ایسا نہ ہوگا وہ چاہے نذرِ آتش کی جائے یا حسبِ دستور آپ پر نمبر بڑھائے مگر مطالبہ بند نہ کروں گا، کروں گا، کروں گا، کروں گا کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آپ بفضلہ تعالےٰ سب سے سچی توبہ فرمائیں یا صراحۃً اپنا عجز دکھائیں اور کفر و ضلال و وبال پر اصرار کا اقرار لائیں یا نوبت وہاں تک پہنچ جائے کہ آپ پر بالکل مہرِ سکوت لگ جائے اور ہر جاہل تک دیکھ لے کہ آپ عاجز ہیں اور اپنے کفر و ضلال پر مُصِر اور توبہ و رجوع الی اللہ سے منکر وما توفیقی الا باللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مطالبہ ۱ : ایمان سے کہئے آپ کے نزدیک روزِ اول سے آج تک کے میرے سب ادلہ و ایرادات صحیح ہیں یا سب غلط یا بعض صحیح بعض غلط، ثالث پر جو جو غلط سمجھے ہوں ان کی تعیین فرمانی ہوگی اور ساتھ ہی یہ اقرار بھی کہ باقی سب صحیح ہیں یا صاف یہ کہدینا ہوگا کہ ہم نے مفاہمہ کو استعفا دیا، ہم نہیں بتاتے۔

مطالبہ ۲ : کُل یا بعض جتنے غلط جانے ان کی وجہ غلطی بتائیے یا وہی مفاہمہ کو استعفا دینے کا صاف اقرار فرمائیے۔

مطالبہ ۳ : یہ جو آپ نے لکھا کہ میں تو جناب کے ایرادات و یہ مع ادلہ قاہرہ دیکھ کے دنگ ہوگیا جن سے جناب کی دماغی قابلیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایمان سے فرمائیے یہ واقعی لکھا یا تمسخر و استہزا کیا؟

مطالبہ ۴ : یہ جو شروعِ مباحث کے بعد آپ نے کسی دلیل و رد کو اصلًا ہاتھ نہ لگایا اور ہر خط میں مقصود سے جدا بحث چھیڑی، ایمان سے فرمائیے، ہاں ہاں اسی اللہ واحد

قہار کی شہادت سے بتائیے جسے آپ ان عہدوں پر وکیل کر چکے ہیں، کیا یہ جان بچانے اور بات بنانے اور جہال موافقین کی نگاہ میں نام جواب ہو جانے کے لیے نہ تھی، اگر شہادت طلبی انکار کر دیجئے تو دلائل ورد کو ہاتھ نہ لگانے اور برخلاف عہدہ زوائد وفضولیات سامنے لانے کی وجہ وجیہ بیان کیجیے۔

مطالبہ ۵: میرے ایک سو ایک الزامات سے جس جس میں آپ کے اکابر سے آپ کے لئے قدوہ ہوان کی تعیین فرمائیے اور ان اکابر کے نام بتائیے اور ان سے ان امور کے ثبوت قابلِ قبول دیجئے نہ فقط اپنی زبانی کہ ہم نے باوا کو یہ کرتے دیکھا، دادا کو یہ کہتے سنا صرف آپ کی زبان سے وہ بھی اپنے بچاؤ بلکہ اپنے ساتھ انہیں بھی سا ننے کے لئے کیوں کر تسلیم ہو کر انہیں بھی انہیں کفروں، ضلالوں، وبالوں کا مرتکب مان لیا جائے گا اور جس جس میں آپ کے اکابر سے آپ کے لیے قدوہ نہ ہو صاف کہہ دیجئے کہ ان میں میرا کوئی قدوہ نہیں۔

مطالبہ ۶: للہ للہ للہ ہاں ہاں اسی اللہ کے لیے جس کو آپ نے علیٰ ما نقول وکیل کیا ہے۔ میرے خطوط ۱۲ ذی القعدہ تا امروز سے کچھ بھی اپنے کفر وضلال ونکال آپ کو محسوس ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان سب ادلہ ومباحث سے جواب دیجئے اور ہاں تو ان کی تعیین فرما کر فوراً فوراً ان سیدھے صحیح لفظوں میں توبہ شائع فرمائیے، نہ ایسی جسے آپ شورش ولیوکشش کے بعد پھر الٹ پھیر میں ڈال سکیں یا لکھ دیجئے کہ اگرچہ ہمیں اپنے اتنے کفر وضلال ونکال ثابت ہو لئے مگر ہم توبہ نہ کریں گے جب تک تمام امور طے نہ ہولیں یا جب بھی تائب نہ ہوں گے؟

مطالبہ ۷: دلائل وایرادات سے جواب دینا ہے یا صرف فرار واستعفاء ہے دینا ہے تو کب تک اس کی کوئی مدت معین فرمائیے گا یا روز فردا کا انتظار کرائیے گا میرے ہر مطالبہ سے جو شق اختیار فرمائی جائے، میرے ہی لفظوں میں ہو حسب معاہدہ

بجھی ہوئی گھات نہ ہو واللہ الہادی وولی الایادی۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ ہجریہ

تیرھواں مفاوضۂ عالیہ بجواب خط دوازدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولنصبرن علیٰ ما اذیتمونا

حضور مولوی عبدالباری صاحب بالقابہٖ

عزت نامہ تشریف لایا۔ میں نے اپنے مطالبات کا جواب کہیں نہ پایا بلکہ جواب سے صاف انکار سنایا اور جن معمولی معذروں کا میرے نیازناموں میں شافی ووافی رد تھا انہیں کا اعادہ فرمایا، ہاں اس قدر زائد ہے جو عجز مطلق کا آخر الحیل اور جس کی پہلے سے توقع تھی کہ ہمیشہ سے مضطر کا دستور العمل ہے کہ آئندہ اور زیادہ سختی وغصہ و زبان درازی سے دھمکایا، اس کی بھی خبر قرآنِ عظیم پہلے ہی ہمیں ولتسمعن سے دے چکا اور صبر و تقوے علاج بتایا، وللہ الحمد۔

حضور بالقابہ! یہ مخاطبہ تو صرف اس لئے تھا کہ جناب اسلام قبول فرمائیں، اس کے ساتھ اگر ہزار غصے، درشتیاں، سخت کلامیاں ہوتیں سب بسروچشم تھیں، اور جب وہ کسی طرح منظور نہیں خالی غصہ بھی کچھ ضرور نہیں۔ الحمدللہ! میں حجۃ اللہ قائم کر چکا، مجھے اسی قدر کا حکم تھا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ میں اب بھی عرض کرتا ہوں اور دست بستہ نہایت منت سے گزارش پیرا ہوں کہ غصہ جتنا چاہیے فرمائیے مگر میرے مطالبات کا جواب ہو سکتا ہو تو دلیجئے، میرے ایرادات و دلائلِ قاہرات تمام مجمع سے مل کر اٹھ سکتے ہوں تو اٹھائیے۔ اگرچہ ہر جواب کے ساتھ دس دس ہزار دشنام سنائیے اور

اگر جواب ناممکن ہو اور الحمدللہ آپ کا دل اندر سے خوب جانتا ہے کہ ناممکن ہے تو للہ اسلام لے آئیے، غصہ کر کے دین سے منہ چھوڑئیے، واحد قہار سے منہ موڑئیے، دنیا کی یہ آؤ بھگت چند روزہ ہے، آنکھ بند کئے سویرا ہے، منتقم جبار کا عذاب شدید ہے اور کفر پر وعید خلود و تابید ہے۔ باقی اول تا آخر جن اکاذیب سے حضور بالقابہ نے کام لیا ان کا جواب اتنا ہی بس ہے جو قرآن عظیم نے دیا فنجعل کا متعلق اپنے مستحق کو تلاش کر لیتا ہے۔ ہاں جناب کے آخری ذخیروں کی نسبت دو گزارشوں کی اجازت باَدب مانگتا ہے، ایک یہ کہ اللہ الحق صدقہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کا جس نے نصاریٰ سے موالات کی ہو یا جس نے مشرکین ہند سے مواخات کی ہو یا جس نے مسجد کانپور سڑک کرادی ہو اُن سب پر اپنی بے شمار لعنتیں اتار اور انہیں آخرت کے عذاب عظیم سے پہلے دنیا میں تمام خاص و عام میں سخت ذلیل و رسوا کر کے نہایت بُری موت مار، اور آپ کہئے آمین، مولے تعالیٰ قادر ہے کہ حق بہ حقدار پہنچے۔

دوسرے یہ کہ مجھ سے تو فرمایا جناب کو خود کسی سے توبہ کا مطالبہ نہیں پہنچتا، جناب کی معاذاللہ شان نہیں ہے غافر الذنب و قابل التوب۔ معلوم ہوا کہ جو کسی سے توبہ کا مطالبہ کرے وہ الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی اس سے بالکل متصل بلافصل فرمایا جناب خود اپنے گریبان میں سر ڈالئے اور اپنے معاصی عدیدہ شدیدہ سے توبہ کیجئے۔ آخر میں فرمایا خدارا مجھ پر رحم فرما کے ان امور سے جلد تر توبہ کیجئے۔ جناب کے اگلے ہی کفر و ارتداد کیا کم تھے کہ حضور بالقابہ "غافر الذنب و قابل التوب" بن کر اپنے منہ خدا بھی بن بیٹھے، ایک یہی درجہ باقی تھا وہ بھی طے فرما چکے۔

میں پھر بہت منت سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ للہ میرے تمام مطالبات کا جواب دیجئے ورنہ خدا کو مان کر اسلام قبول کیجئے۔ سچ کہتا ہوں آپ کی دونوں جہان کی بھلائی کی کہتا ہوں، ورنہ یقین جانئے کہ قیامت قریب اور واحد قہار حسیب، فستذکرون

سا افول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد و اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۰ و من یضلل اللہ فما لہ من ھادٍ ۰

تا چند ز حق فراری باید کرد — یک کار ازیں دو کار می باید کرد

یا پاسخ ہر نمرہ جدا باید داد — یا بر توبہ قراری باید کرد

فقط۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم حشمت علی قادری رضوی لکھنوی محرر دار الافتاء شب غرہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ بیہ قدسیہ علی صاحبہا و آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتحیہ۔

چودھواں معاوضۂ عالیہ تتمۂ معاوضۂ سیزدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایک خط صبح حاضر کر چکا ہوں، یہ بعض ضروری باتوں سے اس کا تتمہ ہے،

ا: جہاں یہ لکھا ہے کہ جس نے نصاریٰ سے موالات کی اس میں کبھی کا لفظ زائد کر لیجئے یعنی جس نے نصاریٰ سے کبھی موالات کی۔ اس دعا کے بعد اپنے آمین کہنے کی مجھے اطلاع دیجئے اور حق بحقدار پہنچے کے بعد اتنا اور اضافہ فرما لیجئے، واحد قہار چاہے تو یہ تینوں لعنتیں ایک ہی سر پر اترتے دیکھئے گا، ہزاروں پہلی کے مستحق ہیں اور ہزاروں دوسری کے، ہزاروں دو کے مگر دنیا میں وہ ایک ہی سر ملے گا جس پر معاً تینوں کا مجموعہ اترے۔

ب: بعض احباب کی رائے ہے کہ ان لفظوں کے بعد کہ ایک ہی درجہ باقی تھا وہ بھی طے فرما چکے، اتنا اور اضافہ کریں، نہیں نہیں بلکہ یہ تو مدتوں سے طے ہو رہا ہے، لوگ جناب کو باری میاں سے تعبیر جناب کے پیچھے کرتے ہیں، جناب کے منہ پر کرتے ہیں، جناب انکار نہیں فرماتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باری میاں کہہ کر پکارتے ہیں اور آپ بولتے ہیں، عبد الباری سے باری ہو گئے۔ وہ جہال اگر اپنے جہل کے سبب معذور ہوں جناب تو اپنے

منہ بہت بڑے مجددِ مدرکس ہیں، آپ کے لیے سوا اپنی الوہیت تسلیم کرنے کے اور کیا محل ہے، باری یقیناً آپ کے نام کا اختصار ہے جیسے لوگ عبدالماجد کو ماجد کہتے ہیں اور آپ کے نام میں باری یقیناً اسماءِ حسنٰی سے بمعنی خالقِ کل ہے، بھلے سے اسم شریف عبداللہ نہ ہوا ورنہ اللہ میاں کہلواتے اور اس پر پھولتے۔

ج : یہاں تک تو اضافۂ عبارات کی نسبت گزارش تھی آگے پھر بعض نمبروں کی باری ہے لہٰذا شمار سابق دہرا لیجئے، تو یہ طلب نمبر ۱۹۲ تھے اور جواب طلب ۱۱۸، آگے چلئے :

(۱۱۹) جناب کے اس خط اخیر پر نمبروں کا اضافہ نہ ہوا، شاید شکایت فرمائیں کہ ہمارے اس خط کی قدر اور خطوط کی طرح نہ کی مگر یہ خط شریف تو ایڑی سے چوٹی تک سراپا نمبر ہے، میں کہاں تک نمبر لگاؤں اور حضور بالقلب کے کذب شمار سے گزر گئے، اتنے اعداد کہاں سے لاؤں! خیر اگر منظورِ رب ہوا بخاطرِ سامی سب پر نمبر لگا دیئے جائیں گے، اس وقت تو رفعِ شکایتِ جناب کے لئے صرف تازہ کفریاتِ جناب پر نمبر لگاتا ہوں کہ اہم بھی یہی ہے اور اکاذیب تو طبیعتِ ثانیۂ جناب ہو گئے۔ ہاں ان میں سے ایک ضرور قابلِ ذکر ہے جو جناب کے کمال حیا و صدق و دیانت و امانت کی نقاب ایک ساتھ اتار کر تار تار کر رہا ہے جسے ہندوستان کا ہر جاہل ہر بچہ بھی سنکر فوراً سمجھ لے کہ حیا و جرأتِ جناب کا پارا نمبر اول سے بھی کہیں اونچا گزر گیا یعنی مسجد کانپور کے سڑک کرا دینے کا الزام میرے سر رکھنا۔

شاید گمانِ جناب میں ساری دنیا اندھی ہو گئی اور نہ صرف اندھی، بہری بھی اور نہ صرف بہری، پگلی بھی۔ اللہ اکبر! اس کمال وقاحت کی کوئی حد ہے۔ مسجد کے معاملہ میں سارے کرم جناب کے اول تا آخر قدم جناب کے، جناب یہ ناپاک و خلافِ اسلام

ؔ آزادیٔ ہند از مولانا ابوالکلام آزاد کی تلخیص میں رئیس احمد جعفری خیرآبادی نے غلط انداز میں اعلیٰحضرت کے اس مواخذہ کو پیش کر کے مسلم عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور تحقیق کا نام بدنام کیا ہے ۱۲

مخلص نکالیں، ورنہ واحدِ قہار کے گھر کو ہر کافر و حائض و جنب و نجاست کی گزرگاہ بنالیں۔ اس کے منحوس دن کو نہایت مسرت کا زریں دن ٹھہرالیں، میں اس کے رد میں رسالہ لکھوں، وہ چھپے، شائع ہو، آپ کو اس ظلم کے اقرار پر مجبور کرے اور پھر جو آپ نے کیا وہ میرا فعل ٹھہرے۔

یزید پلید اگر دنیا میں آسکتا اور اس فقرۂ جناب کی بھنک اس کے کان تک پہنچتی تو ضرور چیخ اٹھتا کہ دیکھو امام حسین نے مجھے ظلماً قتل کیا، ایک ہی بانگی کا چاول جناب کے باقی سب اکاذیب پر بہت تیز روشنی ڈالنے کو بس ہے، ہر بچہ سمجھ سکتا ہے کہ جس زبان کی بیباکی یہاں تک اس کے اکاذیب کی حد کہاں تک؟ یہ نمبر ۱۹۳ ہوا۔

(۱۲۰) تین کفریاتِ جناب یہیں سامنے ہیں، اپنی شانِ غافر الذنب وقابل التوب جاننا، باری میاں کہنے پر راضی ہونا، باری میاں سے ندا پر بولنا، یہ نمبر ۱۹۴ تا ۱۹۶ ہوئے۔

(۱۲۱) میں نے خط سابق کے نمبر ۹۰ و ۹۱ میں کس قدر آفتاب سے زیادہ روشن کردیا تھا کہ تھانوی کافر اور جو اس کے قولِ خبیث پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر اور یہ خود آپ ہی کے اقرار سے ثابت کیا تھا کہ اس میں گئے اور خنزیر سے تشبیہ ہے اور یہ بھی دکھادیا تھا کہ آپ کے دل میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اتنی قدر نہیں جتنی اپنے باپ کی۔ جناب یہ سب کچھ دیکھ کر شربت کا گھونٹ پی گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمتِ عظیمہ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ صاف فرمادیا، آپ کے ایرادات ایسے نہیں جن کی طرف توجہ کی جاوے۔ یہ نمبر ۱۹۷ ہوا آگے اسے مہملات فرمایا۔ یہ نمبر ۱۹۸ ہوا، پھر فرمایا نہ ان کی طرف التفات عقلمندی ہے، یہ نمبر ۱۹۹ ہوا، پھر فرمایا جناب مطالبات کو اپنے ہی گھر میں رکھیے یہ پورے دو سو نمبر ہوئے اور کس قدر اشد و اکبر ہوئے، یہ اخیر کے چار کفر تو سب سے اخبث و بدتر ہوئے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی عظمت کے اس روشن بیان پر یہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہیں، کوئی اسے یوں بے التفاتی و بے پرواہی سے پامال کر کے ذرہ بھر اسلام سے حصہ پا سکتا ہے، حاشا وکلا انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا دنیا میں کوئی انصاف کرنے والا نہ رہا کہ ان ملعون کفروں اخبث ارتدادوں سے اگر آپ سے میں توبہ چاہتا ہوں کیا گناہ کرتا ہوں۔ فرض کردم کہ میرا تدین آپ پر کھل گیا، فرض کردم کہ ایک وقت میں نے آپ کو جواب دیا حالانکہ میرے کہنے سے پہلے اسی وقت میرے اصحاب و تلامذہ میں سے مولوی امجد علی صاحب نے آپ کو وہ دنداں شکن جواب دے دیا تھا جس نے جناب کے دہن شریف میں پتھر رکھ دیا۔ سب جانے دیجئے، مجھی کو آپ نے خاموش کر لیا اور میں آپ کے خوف سے گھر میں گھس گیا اور آپ نے پھر مکالمہ کے لئے مجھے بلایا اور میں معذرت کرتا آیا، اس کی صحت تو اسی مکالمہ سے جو آج بیس دن سے دائر ہے، ہر عاقل بلکہ ناسمجھ پر بھی ظاہر ہے، عاقلاں خود نیک می دانند، ذرا آنکھ ملا کر فرمایئے، وہ میں ہی تو ہوں جس پر بے شمار ضربات پڑ رہی ہیں، جو ایک حرف کا جواب نہیں دے سکتا جو سسک سسک کر رہ جاتا ہے، ذرا آنکھ ٹمٹمائی اور زبٹے سے اور ہاں ہاں وہ جو ہر وار پر بغلیں جھانکتا ہے، گلیاں بدلتا ہے اور جدھر جائیے وار پر وار اس پر سوار بلکتا غر کتا پھڑکتا سسکتا پھڑپھڑاتا تلملاتا ہے اور وہ رہ جاتا ہے اور کچھ بنائے نہیں بنتی، مغاہمہ کا نام سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا ہے، اگلے تو اندھا نگلے تو کوڑھی، دلدل میں پھنسنے والے کی حالت ہے جتنا زور کرے اتنا ہی دھنسے، جان اتنی باقی ہے کہ سانس کا ڈورا چلتا ہے جس سے ڈاڑھی کا کوئی بال ہلتا ہے، یہ مکانات بتا رہے ہیں کہ جس کی یہ ردی حالت ہے اور پہلے بھی بارہا کی اس پر تحریری شہادت ہے، اس زمانہ میں بھی اس کا یہ انجام ہوگا وہ کون ہے عاقلاں نیک می دانند، شاید وہ لکھنؤ کا سعادت مند میں ہی ہوں گا جسے کوئی گلی بن نہ پڑی سوا اس کے کہ اپنے

باپ دادا استاذ مرشد کو سگ وخوک کے مثل تسلیم کرلیا جس کا گلہ اب کھلا، ایسی تسلیم بھلا کہیں عجز میں ہوتی ہے یہ تو وہی باسعادت کیا کرتے ہیں جن کے لیے مناظرہ میں راستے کشادہ ہونے میں ٹھنڈے جی بکشادہ پیشانی اپنے اب وجد واستاذ و مرشد سب کو ایسا قبول کرلیتے ہیں لہٰذا آپ کی خاطر سے میں نے اس وقت کا اپنا عجز تسلیم کیا اور اسی وقت، پر کیا ہے۔ سچ عرض کرتا ہوں اگر آپ سچا ایمان لے آئیں اور پکے طور پر شائع فرمائیں تو میں اب لکھ دوں کہ آپ جیتے میں ہارا۔ میں تو پہلے ہی عرض کرچکا تھا کہ ہار جیت مقصود نہیں، بغرض غلط یہ سب ہوا مگر آپ کے اس کفر اشد کا علاج کیا ہوا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی شدید ناپاک توہین آپ کو دکھائی جائے خود آپ کے اقرار سے کتے اور خنزیر سے تشبیہ بتائی جائے آپ اپنے باپ کے لیے تو اقرار کریں کہ ہاں کتے سور سے تشبیہ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی طرف آپ کو بلایا جائے تو صاف لکھ دیں کہ مہمل ہے قابل التفات نہیں اور پھر اسلام کا دعوے باقی، آپ تو اپنا اسلام برائے نام کہتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سے یہ ڈھٹائی یہ رکھائی تو نام بھی باقی نہ رکھے گی، غصہ پر نہ ٹالیے اپنے گریبان میں منہ ڈالیے، مسلمان ہونا ہے تو ایمان سنبھالیے ورنہ آپ جانیں اور روز جزا کا حاکم قہار وسیعلم الکفّٰر لمن عقبی الدار۔ مطالبوں کے جواب کا تقاضا پھر عرض کرتا ہوں۔ اب جناب پر نمبر ۳۲۱ ہیں، اسم شریف کے عدد ۳۲۰ ہیں کہ ارقام نجومی میں ان کی رقم شک ہے، یہ ان سے بھی ایک زائد ہوا ہے

عبد الباری حذار می باید کرد　　با دیں نہ چنیں ضرار می باید کرد

خود را تو مجدد کلاں می خوانی　　باز از دینت فرار می باید کرد

آپ کے عہد آپ کو یاد دلاتا ہوں واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی محرر دار الافتار شب دوم ذی الحجہ لیلۃ الاثنین ۱۳۳۹ھ من ہجرۃ رسول الثقلین علیہ وآلہ وذویہ افضل الصلاۃ والسلام فی الملوین آمین۔

پندرھواں مفاوضہ عالیہ بجواب خط سیزدھم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لئن بسطت الی لسانک لتشتمنی ما انا بباسط لسانی

الیک لاشتمک انی ارید ان تبوء باثمی واثمک۔

شرافت نصاب بالاجناب مولوی عبد الباری صاحب دام بالمناصب

نامی نامہ آیا، اصلاً کسی مطالبہ کا جواب اس میں بھی نہ پایا، ہاں غصہ بہت کچھ فرمایا اور کمال شرافت کا نمونہ دکھایا میں اس سب کا جواب اتنا عرض کروں گا جو قرآن عظیم نے ہمیں سکھایا سلم علیکم۔ کہ بی غصہ جتنا چاہئے فرمائیے اور عہود بھی گومتی بُرد سہی مگر انصاف بھی کوئی شے ہے چند لحظہ کے لئے اسے کام میں لائیے۔ یہ فقیر حقیر کیا قدر رکھتا ہے کہ جناب کی سخت زبانی سے متأثر ہو۔ میں تو آپ کی تُم کیا تُو کے بھی قابل نہیں مگر معاملہ اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب سید ابرار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ اک ذرا دیوان کے حضور گردن جھکائیے جناب کو توبہ فرمایا اسلام لانا منظور ہوتا تو میرے ایرادات وا دلہ پر نظر فرماتے معاہمہ شروع ہوا تھا جس سے جواب پانے سامنے لاتے نہ بنتا قبول پر آتے جناب ان دونوں طریق حق سے یکسر جدا رہے اور سکوت محض میں عار سمجھ کر یہ متعدد گلیاں چلے۔ جناب کی پہلی گلی تبدیل بحث، یعنی کسی رد وا یراد و دلیل کو اصلاً ہاتھ نہ لگانا اور سب کو چھوڑ کر خارج از بحث نئی سنانا جب اس پر بھی رد بڑھیں اسے چھوڑ کر اور کروٹ پر ہو جانا۔ دوسری گلی بے معنی تلاش فرصت، کہ وقت ٹلے اور

کچھ مہلت ملے۔ خط ۱۶ ذی القعدہ کا فرمان کہ تو سب سلسل مکمل کر دے گا تو ہم غور کریں گے رفتہ رفتہ کتنے ہی کفر ثابت ہوں ہم کان نہ دھریں گے۔ تیسری گلی طلب تحصیل حاصل کہ اس کا بھی وہی وقت برا نا حاصل آپ نے صرف پانچ شبہے پیش کئے تھے اور ان کے بعد خط ۲۲ ماہ رمضان میں صاف تصریح فرمادی تھی کہ یہ خلاصہ ہے ہمارے مقاصد کا اس کے اندر رد کر کہ ہم آپ کے ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں، تو ان پانچ میں حصر ہو چکا تھا۔ میں نے آپ کے خط ۱۶ ذی القعدہ کی ہٹ پر خط ۱۹ ذی القعدہ میں ان سب کا کشف کامل کر دیا۔ جناب کے اس عذر بیجا کا بھی محل نہ رہا تو جناب خط ۲۱ ذی القعدہ میں یہ گلی چلے کہ نہیں نہیں باقی سب بھی مفصل کر دے اور یہی گلی خطوطِ مابعد میں اب تک مسلوک ہے۔ چوتھی گلی بیجا ضد اور ایک پوری ہو جائے تو دوسری ہٹ جس کا نمونہ یہی خط ۱۶ و ۲۱ ذی القعدہ و خطوطِ مابعد ہیں۔ پانچویں گلی دانستہ مکرنا، مثلاً جناب نے خط اول میں اپنی تکفیر اور اکابر سادات و علماء کی تکفیر اور تمام مسلمین زمانہ کی تکفیر سے انکار فرمایا کہ مجھے یاد نہیں میں نے خط ۱۹ ماہِ مبارک میں اس کا پورا پتا دے دیا۔ آپ نے خط ۲۲ میں پھر انکار کیا اور بکمال انصاف اپنی عبارت لکھی اور اس میں سے اصل فقرہ مطلوبہ چھپالیا۔ چھٹی گلی مردودات پر اصرار، اس کی گنتی نہ شمار، کتنے کفر گنا دئے گئے اور جناب اصلاً جواب نہ دے سکے مگر ہے مُصر اور توبہ سے منکر، سب سے بدتر وہ متعدد کفر آخر کہ واحد قہار عز جلالہ نے خود آپ ہی کے منہ ثابت کرا دیا کہ بیشک تھانوی نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شدید سخت گالی دی جو آپ نے اپنے باپ دادا کے حق میں خود بری تشبیہ جانی اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتِ رفیعہ کی طرف آپ کو بلایا، آپ نے صاف فرمادیا مہمل ہے قابلِ التفات نہیں، پھر آپ کو تنبیہ کی گئی کہ آپ کا یہ کفر سب کفروں سے اخبث ہے، اس پر آپ نے اس خط اخیر میں مطالبہ تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چار گالیاں اور سنائیں، ناتمام، ابتر، واہیات، اضحوکہ اطفال۔ اسی کفرِ اخبث

کی نسبت جناب کے چار کفر پہلے تھے چار اور اضافہ فرمائے اور جناب کے تیور بتا رہے ہیں کہ اب بھی نہ واحدِ قہار سے ڈریں گے نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حیا کریں گے، بہت ہوا تو سکوت فرمائیں گے اور غصہ بڑھا تو عظمتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اور گالیاں سنائیں گے، جس کے دل میں ذرہ کے ہزارویں حصے کے برابر بھی اسلام ہوتا ضرور ان قاہر مطالبوں کے حضور جھک جاتا اور خدا سے ڈر کر تائب ہو کر فوراً ایمان لاتا نہ کہ یوں سخت ڈھٹائی سے آنکھیں دکھاتا اور عظمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو گالیوں پر گالیاں سناتا۔ اُف! اُف!! اُف!!! لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون۔

ارے کیا فرنگی محلی صاحب سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا جو انصاف کرے، آہ! آہ!! آہ!!! اللّٰھم الیک المشتکی وانت المستعان و علیک البلاغ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

مفاہمہ تو ختم ہوا مگر جناب کے کفر کیا ختم ہوں کہ کفر ہی جناب کی دن دونی رات سوائی دولت ہے۔ بساتویں گلی عناد و مکابرہ، یہ تو خطوطِ شریفہ کے لفظ لفظ میں ہے ان کی ایک چمکتی مثال یہ ہے کہ مہمل عذر فرمایئے اور ان کے شافی جواب دیئے جائیں، ہر گلی بند کر دی جائے جوابوں کو ہاتھ نہ لگایئے اور پھر وہی معمولی عذر دکھایئے مثلاً ایک سو ایک نمبروں کے ثبوت سے انکار کیا۔ میں نے خط ۲۶ ر ذی القعدہ میں سب کے صحیح پتے بتا دیئے اس کے جواب میں جناب نے خط ۲۸ ر ذی القعدہ میں پھر وہی فرمائی کہ آپ بہت سے امور کو ثابت ہی نہیں کر پائیں گے اور اس خط اخیر ۳ ر ذی الحجہ میں پھر سب کے ثبوت کا مطالبہ ہے۔ میں سو دفعہ ثابت کر دوں مگر جناب ہمیشہ یہی فرمائے جائیں گے

کہ ثبوت دو تو جانوں۔ فرمائیے یہ مکالمہ کبھی ختم ہو سکتا ہے؟

اور اس سے بھی روشن تر مثال وہ اپنے باپ دادا سے استناد ہے جس کے کتنے شافی جواب خط ۱۹ ذی القعدہ میں دیے۔ ان پر زبان جناب بند نہ ہوئی تو کیسے شدید رد خط ۲۶ ذی القعدہ میں کیے۔ قصور معاف! اگر کسی کو ذرا بھی حیا و غیرت اور اپنے باپ دادا کی پروا سے عزت ہوتی تو کبھی پھر ان کا ذکر زبان پر نہ لاتا مگر جناب کی وہی ہٹ وہی رٹ۔ آٹھویں گلی ادعا مطالبہ کفر و ضلال و معصیت ہونا نہ شرع نے آپ کے باپ دادا کے افعال و اقوال پر موقوف فرمایا تھا نہ میں نے توبہ کو اس پر مشروط کیا تھا، یہ شریعت پیچ تو جناب نے خود لگائی تھی اس کا ثبوت شرعاً عقلاً عرفاً ہر طرح جناب کے ذمہ تھا اسے میرے ذمہ رکھا۔ زید کہے کہ اس کے باوا نے عمرو کو اتنا قرض دیا تھا، عمرو ثبوت دے کہ میرے باوا نے اسے قرض نہیں دیا، لوگ تو اسے پاگل ہی کہہ کر چھوڑ دیں گے مگر قاضی شرع شاید کچھ اور علاج فرمائے۔ نویں گلی تعلیق بالمحال بعض نفیاں ایسی ہوتی ہیں کہ کسی طرح ان کا ثبوت دینا ممکن ہے، یہ نفی اس کی ہے کہ آپ کے باپ دادا پردادا سات پشت ستائیس پشت کتنی ہوں جن سب کے نام بھی کیا آپ کو بھی معلوم نہ ہوں گے اور آپ کے اساتذہ و مشائخ اور ان کے اساتذہ و مشائخ و اساتذہ و مشائخ تا انتہائے سلسلہ ملا لیجیے جن کے نام کیا گنتی بھی آپ خود نہیں بتا سکتے میں لوح محفوظ سے حاصل کر کے ان سب کی نام بنام فہرست دوں اور ان کے روز بلوغ سے روز مرگ تک کے سارے چٹھے ان کے کراماً کاتبین سے حاصل کر کے وہ تمام لکھا دفتر اول تا آخر آپ کو دکھاؤں کہ دیکھیے ان میں کسی کے نامۂ اعمال میں آپ کے صدہا کفروں ضلالوں معصیتوں میں سے کچھ نہیں ایسی بات پر ثبوت کو معلق کرنا حق تو یہ ہے کہ سب ڈھٹائی والوں کے پیر و مرشد ابلیس کو بھی نہ سوجھی تھی ورنہ کبھی کسی کو تو سکھاتا۔ دسویں گلی مفاہمہ سے استغفا، یہ جناب کی اصل گلی ہے اور سب اسی کے لیے ہیں جو آپ کے نویں خط ۱۶ ذی القعدہ سے کر

آغازِ مفاہمہ کے بعد پہلا خط ہے، اس تیرھویں خط تک مسلسل چلا آتا ہے جس کا بیان بارہا عرض کر چکا۔ گیارہویں گلی خود اپنی عبارت کی کایا پلٹ، صاف لکھا کہ رد تکبر نہیں اور جب رد کے چکتے ہوئے صاعقے سر پر آئے فوراً پلٹ گئے کہ میں نے تو رد کو تکبر کہا تھا تم نے رد تکبر کی بجائے رد تکبر نہیں کو باور کر لیا۔ لٰلہ انصاف اس سے بڑھ کر جان بچانے کی گلی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بارہویں گلی اور پرلطف کر سیئے، سب مان کر عدول ان ا بغض کنائتی الی الطلعۃ الخبائۃ ؎

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

میرے خط ۲۶ ذی القعدہ میں تیسرا مطالبہ یہ تھا جو آپ نے لکھا کہ میں تو جناب کے ایراداتِ قویہ مع ادلۂ قاہرہ دیکھ کے دنگ ہو گیا جن سے جناب کی دماغی قابلیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایمان سے فرمائیے یہ واقعی لکھا یا تمسخر و استہزاء کیا۔ اس پر جناب خط ۲۸ ذی القعدہ میں فرماتے ہیں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ ان الفاظ کو آپ نے اپنی ہوشمندی سے تمسخر سمجھا ہے یا کسی نے تنبیہ کیا ہے۔

دیکھیے تمسخر کا صاف انکار ہے تو واقعیت کا صراحۃً اقرار ہے، علانیہ مان لیا کہ میرے ایراد قوی ہیں اور میرے ادلہ آپ پر قاہر اور جواب میں آپ کی عقل دنگ، آپ تو کہہ ہی چکے اور سب ناظرین بھی ایمان سے کہیں کہ مفاہمہ ختم ہوا یا نہیں؟ فرنگی محلی صاحب نے میری سب باتوں کے حق ہونے کا صاف اقرار کر دیا یا نہیں؛ پھر اب کیا باقی ہے جس پر زق زق جاری اور حق سے ناچاقی ہے۔ مفاہمہ بند کرنے کی یہ گلی بہت پچی اور سب سے اچھی تھی مگر افسوس کہ اہالی موالی کا خیال اور رہا مانی شور سے حق پر جمنے نہیں دیتے۔

تیرھویں گلی بزدلانہ اظہارِ شجاعت کسی دلیل کو ہلا نہیں سکتے، کسی ایراد کو ہاتھ لگا نہیں سکتے اور دعویٰ یہ کہ محل اور سیجوں کے ہلنے کے قابل ہیں، ہم ابھی رد کر سکتے ہیں۔

خط ۲۸ ذی القعدہ میں فرمایا آپ کے ایرادات قاہرہ و اعتراضات باہرہ ایسے نہیں جن کی طرف توجہ کی جائے۔ پھر فرمایا مہملات اس خط اخیر میں فرمایا آپ کے اعتراضات واہیات۔ پھر فرمایا اضحوکۂ اطفال ہیں کوئی بڑی بات نہیں کہ ان کی رد کر دی جاوے مسلمانو! انصاف اگر اسی کا نام جواب ہے تو کیا کوئی جاہل سا جاہل اجہل سا اجہل کسی بڑے سے بڑے امام اجل سے اجل کو عاجز ولاجواب نہیں کر سکتا۔ وہ جو کچھ فرمائے یہ کہتا جائے مہمل ہے۔ اس کا رد کوئی بڑی بات نہیں، چلئے جواب ہو گیا اور چھٹی پائی۔ یوں تو فاروق اعظم بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بوجہل جواب دے کر لاجواب کر سکتا تھا۔ صدیق و فاروق تو بندے ہیں قرآن عظیم نے تمام جن وانس کو علانیہ اعلان دیا کہ سب جمع ہو کر میری سی ایک سورت تو کہہ لاؤ۔ کفار ناہنجار تہ تیغ ہوئے فی النار ہوئے مال چھنا ملک چھنا عورتیں چھنیں، یہ سب کچھ گزری اور ایک حرف اس کے جواب میں نہ کہہ سکے مگر ملاعنہ کی ہٹ دھرمی اور بزدلانہ اظہار شجاعت کی بے شرمی کہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا ہم چاہتے تو اس قرآن کا سا کہہ دیتے۔ اس کا جواب دے دینا کوئی بڑی بات نہیں، اب کون سکے کہ ابلیس کے مسخرو کہہ سکتے تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے۔ دیکھیے مشرکین کی غلامی دلپس ردی نے کہاں سلسلہ ملایا کتنے دور کا ترکہ دلایا۔

چودھویں گلی برافروختہ کرنے کے ہتھکنڈے کہ بات تو تو میں میں پڑ جائے ایرادات و مطالبات کی قہر آفت سخت قیامت سر سے اتر جائے، یہ ہتھکنڈا اکثرت ہے (۱) جابجا سپید سیج (۲) اشد یدافترا ر (۳) اپنے کو تک دوسرے پر رکھنا کہ انسان ہے نفس بشری رکھتا ہے، کہاں تک غصہ نہ آئے گا (۴) سخت ہٹ دھرمی کے مکابرے کہ خادمانِ علم کو گالی سے بھی سخت تر گزرتے ہیں۔ (۵) سب وشتم و سخت کلامی و زبان درازی اور خصوصاً وہ بھی محض جھوٹ کے ساتھ۔ یہ پنجم ان دو پچھلے خطوں میں اہلا گہلا ہے اور اسے کذب کے ساتھ ملانے کی پہلی نظیر خط ۲۸ ذی القعدہ میں وہ الفاظ ہیں کہ

دم بخود گھر میں گھس گئے اور عجب کہ آپ تالشی بھی نہ ہوئے اور خط ۳ ذی الحجہ میں یہ الفاظ کہ آپ نے دیکھ لیا کہ ایک ٹھوکر آپ کو کوہ وقار تحمل سے کس طرح پھینک دیتی ہے مگر میں ٹھوکر پر ٹھوکر نہیں لگانا چاہتا ہوں حالانکہ دونوں باتیں سراسر جھوٹ ٹھوکر آپ کو کس دن نصیب ہوئی تھی اور یہاں تحمل میں کب کمی کی میں ان باتوں سے کیا اثر لیتا ایک مجھ طالب علم کی حقیقت کیا ہے؟ آپ کی تو نیم ٹھوکر ساری محفل کو بے چین کر دیتی ہو گی اور پہلے چار کی بہت مثالیں خطوط سابقہ میں ملیں گی۔ ان دو خطوں میں میں نے جناب کے ان کمالات سے اعراض کیا ہے۔ اس سے پہلے کے خط سے صرف کذبات گنائے اور آں خط کے بھی انشاء اللہ تعالیٰ کذبات ہی شمار کروں گا۔

ہاں ولد مرافق غیظ المنافق عزیزی مولوی حافظ حشمت علی[1] قادری برکاتی لکھنوی زادہ اللہ تعالیٰ من فیضہ الخفی والجلی نے جناب کے ان دونوں خطوں سے ان چاروں کمالات مع کذبات ورفض دخروج دوقاحت وگستاخی ائمہ وسفاہت و انوثت وفرار سرکار کا انتخاب کیا تھا جس میں پچاس سے زائد تھے اور فقیر دیکھے تو غالباً اس سے بھی زیادہ نکلیں گے۔ اگر تفصیل کا موقع آیا تو انشاء اللہ العزیز دکھا دوں گا جناب ملاحظہ فرمائیں ٹھوکر اطفال ایسے ہوتے ہیں اور اس بچے نے بھی سب وشتم جناب کا انتخاب نہ کیا۔ انوثت کے لفظ پر شاید جناب چونکیں مگر آپ تفصیل کے لئے تیار تو ہو جائیے اس وقت انشاء اللہ العزیز اس کے معنی بھی بتا دوں گا اور قرآن عظیم سے ثبوت دوں گا۔

پسند ہوئی گلی سب سے چلبلی کہ تشریح حق کا نام الجھاؤ، لطف یہ کہ اسی منہ میں ویسی ہی تفصیل باقی کی طلب سبحان اللہ جب وہ مرغوب ہے تو اسے الجھاؤ کہنا کیا معنی سوا اس

---

[1] مولانا مرحوم کو ارادت، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت سے حاصل تھی اور خلافت خلفائے رضویہ سے، مولانا اپنے مریدوں کو جو شجرہ دیتے تھے اس میں یونہی انہوں نے تحریر فرمایا ہے ۱۲ (مرتب)

کے کہ جواب سے فرار اور جان کا بچاؤ اور اگر آپ کے نزدیک مذموم و معیوب ہے تو باقی سب میں اسی کی طلب کیا معنی سوا اس کے کہ بات کشائی میں پڑے اور ایک الجھاؤ سے سو الجھاؤ، شرم! شرم!! شرم!!! اگر شرم تو عطیہ عمر قرآن و حدیث ہے وہ بت پرست پر نثار ہو چکی۔

سولھویں گلی سنگرانہ تعالیٰ۔ بعض کمسن بچوں میں طرف مقابل کو عاجز کرنے کا ایک طریقہ معمول ہے جسے وہ بندانوں کی کہانی کہتے ہیں کہ فریق جو کچھ کہے وہی لوٹ کر کہہ دیا جائے مثلاً الف کی دونوں آنکھیں ہیں اور عین کانا الف کسی بات پر عین سے کہتا ہے تو کانا ہے، ع تو کانا ہے۔ ا میری تو دونوں آنکھیں ہیں، ع میری تو دونوں آنکھیں ہیں ا تو جھوٹا ہے۔ ع تو جھوٹا ہے۔ ا جس سے چاہے پوچھ دیکھ میں انکھیارا ہوں اور تو کانا۔ ع جس سے چاہے پوچھ دیکھ میں انکھیارا ہوں اور تو کانا۔ ا سب دیکھ رہے ہیں کہ تو کانا ہے۔ ع سب دیکھ رہے ہیں کہ تو کانا ہے۔ ا مسخرہ جو میں کہتا ہوں وہی الٹ دیتا ہے۔ ع مسخرہ جو میں کہتا ہوں وہی الٹ دیتا ہے۔ آخر ا ہی کو کہ سراسر حق پر ہے چپ رہنا پڑتا ہے اور اس کانے کے چھپنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ اس نے وہ سلسلہ نکالا ہے جسے انتہا نہیں جناب یہی طریقہ میرے ساتھ برتنا چاہتے ہیں مثلاً:

ا: میں نے آپ کے کفر و ضلال و معاصی گنا کر ان کے پورے حوالے دکھا کر ان کے پورے حوالے دکھا کر ان کے ثبوت شرعی بتا کر آپ سے توبہ طلب کی آپ نے دل سے دو ذخیرہ کذب گڑھے جن کے ثبوت نہ آپ دے سکتے ہیں نہ دئے اپنے کو تک میرے ذمے رکھا اور مجھ سے توبہ کا مطالبہ شروع کر دیا کہ وزن تو برابر ہو جائے اگرچہ محض جھوٹ افترا کذب اختراع سے۔

ب: میں نے خط ۲۶ ذی القعدہ میں لکھا تھا سچ کہتا ہوں دارین میں آپ کے بھلے کی کہتا ہوں۔ جناب نے خط ۲۸ ذی القعدہ میں فرمایا یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض

آپ کی خیرخواہی سے میں نے حق پر کہا تھا جناب نے جھوٹ پر۔

ج : میں نے خط ۲۶ ر ذی القعدہ میں عرض کی تھی کہ خود گفتہ و خود ندانند کہ چیست' جناب نے خط ۳ ر ذی الحجہ میں فرمایا اپنی عبارت بھی یاد نہیں کہ کیا لکھا ہے۔ میں نے برمحل کہا تھا جناب نے بے محل۔

د : میں نے خط ۱۲ ر ذی القعدہ وغیرہ میں جابجا عرض کی تھی مجھ پر جتنا چاہیں غصہ فرمائیں مگر ہر بات کا پورا پورا جواب عنایت ہو۔ یعنی غصہ کے جواب میں غصہ نہ کروں گا۔ آپ نے خط ۳ ر ذی الحجہ میں لکھا آپ کتنا ہی غصہ دلائیے مجھے غصہ نہ آوے گا۔ خطوط شاہد ہیں کہ میں نے حق کہا اور جناب نے باطل۔

ہ : میں نے خط ۱۹ ر ذی القعدہ میں کہا تھا ذرا ان قاہر ایرادوں کے حضور زبان شریف کھول تو دیکھئے ابھی حال کھلا جاتا ہے۔ جناب نے خط ۳ ر ذی الحجہ میں کہا جب اس کو آپ لکھ چکیے گا تو اس کے بعد آپ کو خود آپ ہی کی تحریر سے افترا پردازی اور بہتان بندی اپنی معلوم ہو جاوے گی یعنی ؎

داں میاں گفت شاہدے بخی
کہ تو ہم در میانِ ما تلخی

فرق اتنا ہے کہ میں نے کنایۃً حال کھلنا کہا تھا اور یقیناً حق تھا، آپ نے برہنہ گوئی سے کام لیا اور محض جھوٹ۔

و : میں نے خط ۲۶ ر ذی القعدہ میں گزارش کی تھی کہ یہ الف لیلہ میں کہاں تک سنوں ؟ اب جو تحریر آئی اور اس میں ادھر ادھر کی فضول باتیں ہوئیں وہ اصلاً قابلِ التفات نہ ہو نگی۔ جناب نے خط اخیر میں فرمایا ادھر ادھر کی فضول باتوں میں مجھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہی کوئیں کی صدا اگرچہ محض باطل و بے معنی۔

ز : میں نے خط ۲ ر ذی الحجہ میں جناب کے عجز محض و اضطرار بحت کی تصویر کھینچی

اور عرض کی کہ ہر عاقل بلکہ نا سمجھ پر بھی ظاہر ہے عاقلاں خود نیک میدانند کہ جس کی یہ ردی حالت ہے وہ کون ہے۔ جناب نے اس کے جواب میں اس خط اخیر میں فرمایا خلقت واقف ہے اور واقف ہو جاوے گی کہ عاجز کون ہے۔ وہی بچال شوخ چشمی منہ چڑھانا اور بندالوں کی کہانی انکھیارے کو کانا کہنا اور اپنی ہی کانی تجیب کر آپ جیسا دریائے نشیب اور کو میں کی تقلید بد زیب۔ مجھے جناب کے اطوار سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ہمیشہ اسی کہانی پر عمل فرمائیں گے کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ اہل حق کو خاموش کرنے کا نہیں مگر اللہ دیکھتا ہے اور اللہ کا پیارا رسول دیکھتا ہے، جل وعلا وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ آپ صراحۃً عاجز آئے، آپ ایرادات قاہرہ کا جواب نہ لاسکے، اور باہرہ کے حضور زبان نہ ہلا سکے، مناہمہ ختم ہو گیا، حق روشن ہوا، حجۃ اللہ قائم ہوئی، رہا کچھ نہ کچھ بکے جانا اور الف لیلہ یا بندالوں کی کہانی سنانا اس کا علاج ہمارے پاس نہیں نختم علی افواھھم ہمارے ہاتھ میں نہیں انتھوا خیرا لکم۔ ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا۔ بل لھم موعد لن یجدوا من دونہ موئلا۔ افنلزمکموھا وانتم لھا کارھون۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور۔ ان ربک لبالمرصاد۔ ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

تمام حال تو آئینہ کر چکا، اب تین عرضیں باقی ہیں :۔

(۱) : یہ سولہ گلیاں کہ جناب کی عروسِ فضیلت کی سولہ سنگار ہیں جناب کی اصول اور ہر بار کی معمول ہیں، ان کے سوا جناب کے خطوطِ رائقہ میں اور رقاقِ منافقہ ہیں یہ سب جناب کے اپنے مسلک ہیں، میں کس منہ سے جناب کو روک سکتا ہوں نہ کسی کی زبان

قلم پر قابو رکھتا ہوں۔ ہاں جناب کی تیسری گلی کی ایک کلی میرے ہاتھ میں ہے وہ یہ کہ مفصل کو مفصل کروں اور جہاں آپ کی اونگٹیں پوری کی ہیں اسے بھی پورا کروں مگر یاد کیجئے جو میں خط ۱۹ ذی القعدہ میں عرض کر چکا تھا کہ مگر یہ تو جب ہو کہ آپ کچھ بولیں بھی، میں کہتا جاؤں اور آپ خاموش محض اس سے کیا نتیجہ، سبھی مباحث بعونہ تعالیٰ لیجئے مگر تحریری اقرار شرعی حلفی دیجئے کہ ان مباحث اور ان آئندہ سب کا نمبر وار جواب دیجئے گا یا قبول کیجئے گا و باللہ التوفیق۔

ملازمان سامی حسب عادت دوامی اسے بھی ہضم فرما گئے اور وہی مفصل کر دے کر دے کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ میں نے خط ۲۶ ذی القعدہ میں آپ کی اس خوئے سکوت سے متاثر ہو کر آپ کی آسانی کے لئے کہ سیکڑوں نمبر دیکھ کر گھبراتے جاتے ہیں، صرف سات مطالبوں میں انہیں محصور کر لیا تھا کہ سات مختصر ہانوں کے جواب میں ہاں، نہ کہنا شاید آپ کو دوبھر نہ ہو اور ساتھ ہی لکھ دیا تھا کہ حسب عہد ان کا جواب دینا آپ پر فرض ہے اب جو کوئی تحریر آئی اور اس میں موافق عادت ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں اور ان مطالبوں سے صاف صاف جواب نہ دیا وہ اصلاً قابل التفات نہ ہوگی۔ غصہ نہ فرمائیے اگر نذر آتش کر دی جائے مگر جناب وہی صم بکم پر کاربند رہے۔ اپنی گلیوں پر گلیاں رٹھلاتے گئے۔ میرا حق تھا کہ میں ان سب پر اتنا کہہ دوں کہ مطالبوں کے جواب کیجئے ورنہ گھر بیٹھ رہیے، بعد کے کسی خط پر التفات نہ لاتا اور سب کو غذائے آتش بناتا مگر میں نے اس وعید معتبر سے کام نہ لیا اور بقدر کفایت تعاقب ہی کیا، جناب اس پر غرہ نہ ہوں لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان شاء اللہ المستعان اس کے خلاف نہ کروں گا۔ میں بعون القدیر ان کی یہ ہٹ بھی پوری کرنے کو تیار ہوں عزیز مقتدر کی حول و قوت سے تمام تقیہ مباحث مذکورہ کو کہ ابھی آپ کے زعم میں نامفصل ہیں پھر

مفصل کردوں گا آپ کے تمام اقوال کفر وضلال دکمال کے سوائے آپ کی تحریروں سے دیکھ چکا اور آپ کو پھر ضد ہے۔ آپ کی یہ ہٹ بھی پوری کروں گا، ہر ایک امر کا جدا حوالہ دونگا اور جناب کے ان دو خطوں میں جو کمالات شرلیفہ ہیں جن سے میں نے اعراض کیا یا اجمال سے کام لیا انہیں بھی مسجل کردوں گا اور اسی انتظار میں ان پر نمبر نہ لگائے سب نمبروں کو بھی مکمل کردونگا، یہ سب اسی شرط پر کہ جناب حلفی حتمی جزمی تحریری وعدہ دیں کہ اس کے بعد تمام نمبروں سے جدا جدا مفصل جواب بالانصاف وصواب دیں گے، حسب عادت مکابرے نہ فرمائیں گے بحثیں نہ بدلیں گے، وہ سولہ یا ان کے مثل گلیاں نہ چلیں گے اور انصافاً جس سے جواب نہ دے سکیں گے فوراً بالتصریح قبول کریں گے یا اجمالاً اتنا ہی لکھدیں کہ بعض سے جواب دیا تو باقی مقبول ہیں۔

آپ جیسے اعلم الناس مجدد یا اعظم مدرس پر یہ مخفی نہ ہوگا کہ اگر مثلاً کسی پر سو کفروں کا الزام ہو اور بفرض غلط ۹۹ سے جواب ہو سکے تو ایک کفر اس کے کافر اور اس پر توبہ و اسلام لازم ہونے کے لئے کیا کم ہے مگر وہ نہیں کہہ سکتا کہ جب تک سو کے سو کفر ثابت نہ ہولیں نہ وہ کافر نہ اس پر اسلام لازم و قس علیہ الضلال والجرائم۔

فرمائیے میں اس میں کیا بیجا کہتا ہوں اور خصوصاً آپ کے نزدیک تو میرے ادلہ و ایرادات مہملات و اہیات اضحوکۃ الاطفال ہیں اور ان کا رد کردینا کوئی بڑی بات نہیں۔ پھر جناب اس حلفی وعدہ سے کیوں ڈریں، آپ تو میری موشگافیاں عالم آشکارا کرنے کو خط ۲۸ ذی القعدہ میں خود ہی کہہ چکے ہیں، پھر کیوں کا نیلین عقر عقر کریں! آئیے آئیے برسر میدان آئیے! اپنے چہرے سے نقاب اٹھائیے!

بارہا گزارش کرچکا کہ آپ ہی نے مناظرہ شروع کیا، آپ ہی نے اسے اشتہار دیا اور اس کی صورت یہی ہے کہ میرے ایرادات و ادلہ کا مفصل جواب دیجئے، مجھ سے

جواب الجواب بھیجئے، یہاں تک کہ باذنہٖ تعالیٰ امر اپنے منتہا کو پہنچے اور آپ خط ۲ ذی القعدہ میں لکھ چکے ہیں کہ بندہ نہ فرار اختیار کرے گا نہ اختیار کرنے دے گا۔ خدارا پھر اسی سے بچنا بھاگنا ڈرنا کانوں پر ہاتھ دھرنا کیا معنی رکھتا ہے اب فرمائیے کہ کون بھاگا مجدد مدرسہ عبد الباری اور کون بھاگنے نہیں دیتا۔ بندۂ رب الناس احمد رضا

وللہ الحمد۔

یقین جانیے کہ اب جس خط میں انہیں الفاظ سے جو میں ابھی لکھ چکا پورا علمی حتمی قطعی جزمی وعدہ نہ ہوا اس کی طرف التفات نہ کروں گا اور آپ سے اس وعدہ کا مطالبہ کرتا رہوں گا کہ وعدہ دیجئے دیجئے دیجئے اور اپنی یہ ہٹ پوری ہونے کو مجھ سے تفصیل مکمل لیجئے، بغیر وعدۂ مذکورہ کتنی ہی گالیاں چلیں، کتنے ہی پہلو بدلیں، کتنی ہی الف لیلہ سنائیں، کتنی ہی بدانوں کی کہانیاں گائیں سب کا جواب اس قدر بس ہوگا کہ ۸ یکے ۶ در یک و یک بست و چار و پانزدہ۔ یہی نا کہ آپ اپنے چند انصار کو سنائیں کہ دیکھئے ہماری الف لیلہ کا جواب نہ دیا، بدانوں کی کہانیوں پر التفات نہ کیا، یہ دیکھئے وہ عاجز آگیا، وہ دیکھئے ہم نے ہرالیا۔

الحمد للہ! دنیا ابھی اہل انصاف سے خالی نہیں، اہلِ انصاف دیکھیں گے کہ کون عاجز آیا؟ کس پر حجۃ اللہ قائم ہوگئی، کس پر کفریاتِ کثیرہ ثابت ہوتے اور ایک بھی نہ اٹھا سکا، ادلۂ قاہرہ و ایراداتِ باہرہ نے کس کے دل و جگر کا کام کر دیا اور ان میں ایک کو بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔ اقول و لا تجول لی بحول ربی اقول سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھٰی وامر۔

پھر کہے دیتا ہوں، پھر تنبیہ کرتا ہوں، پھر کان کھولے دیتا ہوں ان شاء اللہ العزیز اب کی یہ میرا انداز قطعی حتمی غیر مختلف ہے جس کے حق ہونے پر شہادتِ ہر ذی عقل منصف ہے: خبردار! آگاہ! ہوشیار! خبر شرط است! خبر شرط است!!

خبر شر طاست !!!

وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل وبہ استعین وعلیہ التعویل و
صلی اللّٰہ تعالیٰ علی الحبیب الجمیل ناصر الھدیٰ والحق
الجلیل کاسر الکفر والضلال الضلیل وعلیٰ آلہ وصحبہ
وابنہ وحزبہ وبارک وسلم بالتبجیل امین۔

(۲) میں نے خط سابق میں جناب کے صرف کفر گنائے اور باقی کمالات سامی سے اعراض کیا وہی اب بھی کروں مگر اب اجمال سے کام لوں کہ آپ وعدہ علفی تحریر دیں توانشاء اللہ القدیر سبھی کی تفصیل کرنی ہے اس خط اخیر میں جناب کے چار کفر تازہ ابھی گنا چکا ہوں۔

کفر ۵ : جناب نے فرمایا آپ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ آپ مقصود بالتوبہ ہیں بغیر آپ کو کاغذ دستخط کر کے بھیجے مفر نہیں، آپ معاصی پر اقراری شرک کرتے ہیں۔ اس میں جناب کے تین افترا، اور ایک رفض اور دو کفر ہیں، افترا تو واضح ہیں اور آپ انہیں خوب سمجھتے ہیں کہ آپ ہی نے باندھے ہیں مگر اس میں ایک رفض اور دو کفر بتادیجئے تو آپ کو سند دی جائے گی کہ آپ نے لیاقت کے مکتب میں پہلا قدم رکھا ورنہ وہ وعدہ علفی دیجئے اور تفصیل لیجئے۔

کفر ۶ : آپ کی صرف دانی کے لحاظ سے باری میاں کے بارے میں پہلے ہی تفصیل کر دی تھی مگر جناب نے حسب عادت اس سے آنکھ بند کی اور وہی اپنی صرف دانی کھول دی۔ یہ کفر پر اصرار ہوا جناب کے نزدیک تو باتباع خوارج معصیت پر اصرار کفر ہے، کیا کفر پر اصرار کفر اخبث نہ ہوگا؟

کفر ۷ : عظیم الہند گاندھی جی، آپ اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ اسے عظیم الروم پر قیاس کر کے بچالیں گے مگر میں بعونہ تعالےٰ وقت تفصیل ثابت کر دوں گا کہ آپ کے

یہ قیاس فاسد اور آپ کی یہ ہوس کاسدہ اور آپ پر تو وہ یہ کلمہ کفر کا الزام عائد مگر جب آپ کے نزدیک گاندھی آپ کا عظیم ہے تو کیا اجازت نہ دیجئے گا کہ آپ کو صغیر الگاندھی یا خورد ک گاندھی یا آپ کے مہاتما کا چھٹا تما کہا جائے کیوں نہ اجازت دیجئے گا، آپ تو خود اپنے منہ عبد الگاندھی بلکہ عابد الگاندھی ہو چکے ہیں کہ فقیر نان کواپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے ان کو اپنا راہنما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ اور ایسی جگہ عبادت بمعنی اطاعت خود قرآن عظیم سے ثابت ان لا تعبدوا الشیطٰن۔ یا ابت لا تعبد الشیطٰن۔ اور خط ۱۹ ذی القعدہ میں خود آپ کے فتاوے صفحہ ۳۸۷ کا حوالہ دے چکا کہ من تتبعہ فقد اتخذہ شریکا و معبودا۔

کفر ۸ : مواخات مشرکین کی حرمت میں آپ کا شک بھی کفر ہے، میں انشاء اللہ تعالےٰ وقت تفصیل دلائل ساطعہ سے اسے بتا دوں گا اور نہ مانا تو آپ ہی کے منہ آپ کو ابو جہل کا بھائی بنا دوں گا۔

کفر ۹ : تمام کتب فقہ دیکھئے مرتد کی توبہ یوں نہیں ہوتی کہ فقیر اپنے دانستہ و نادانستہ تمام معاصی سے توبہ کرتا ہے، جسے ہر مرتد اپنے ارتداد پر قائم رہ کر ہزار بار کہہ سکتا ہے بلکہ لازم ہے کہ بالتعیین اپنے ارتدادوں سے تبری کرے تو ایک خواندہ شخص کا اپنے ارتداد کی یوں توبہ بنانا توبہ سے استہزا ریا کم از کم اس سے بچنا اور اپنے کفر پر مصر رہنا ہے اور دونوں کفر ہیں۔

یہ اس خط میں آپ کے نو کفر نو ہوئے۔

(۳) آپ کو یاد ہو کہ اقتباس آیات میں آپ نے ایک الزام کی مجھ پر تعریض کی تھی جس پر وہ قاہر جواب سنے کہ جناب خود ہی متبع خوارج بنے۔ اس خط اخیر میں بھی ایک الزام اور ایک تعریض ہے۔ جب تک میرا یہ خط پہنچے جس میں اس وعدہ خلفی کے بغیر آپ کی

کچھ نہ سننا تحریر ہے، ان دو کو بھی رفع کر دوں۔ الزام یہ کہ بگلی پر اللہ اکبر کا فقرہ، یہ آپ ہی گستاخانہ انداز ہے۔ اولاً اللہ اکبر بریں مکروشر یا عدم بصر۔ یہ کلمہ طیبہ بگلی کے ساتھ ہے یا اس عبارت پر داخل کہ اس کمال وقاحت کی کوئی حد ہے۔

ثانیاً اگر جملہ سابقہ ہی سے متعلق ہوتا تو اس کہنے میں کیا حرج تھا کہ آپ تمام عالم کو ایسا سمجھتے ہیں اللہ اکبر! آپ نے نہ سنا کہ اللہ اکبر علی من عتا وتجبر یونہیں اللہ اکبر علی من رمی الکل بالجنون وعدم البصر۔ اور اگر صرف مقارنت فی التلفظ پر اعتراض ہے تو یہاں تو دو جدا جملے ہیں، کریمۂ لا یغرنکم باللہ الغرور وکریمۂ وغرکم باللہ الغرور پڑھتے ہوئے آپ کا دھرم کیا کہتا ہوگا؟ مکرمی! منہ چڑانے سے برابری نہیں ہو جاتی، امید کہ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلوی کے اس ارشاد سے جناب دور رہیں گے ؎

آنچہ انساں می کند بوزینہ ہم　　آں کند کز مرد بیند دم بدم
او گماں بردہ کہ من کردم چو او　　فرق را کے بیند آں استیزہ جو

بلکہ آدمی اس سے احتراز نہ کرے تو حالت مثال سے بھی زائد ہو، بندر اپنی گونگی حیوانیت سے واقعی فرق نہیں سمجھتا اور یہ اپنی بولتی حیوانیت سے فرق جان کر عناد کرتا ہے۔ تعریض یہ کہ لکھنؤ کے لوگ مکارم نخمہ کو یاد نہ کریں۔ مکارم نگر تو لکھنؤ ہی میں ہے اور اس کے مکام وہیں سے ناشی جہان کے بعض علماء کہلانے بلکہ جنین وچناں بننے والے طبلے سارنگی پر گانا سنیں اور نہ صرف قوالوں بلکہ فاحشہ رنڈیوں کا اور نہ صرف خلوت بلکہ مجمع وجلوت میں اور مجمع بھی کیسا جس میں جہال فساق اور نہ صرف سنیں بلکہ اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دلانا جائز کہیں اور نہ صرف زبان سے بلکہ اس کا فتوے لکھیں اور نہ صرف لکھنا بلکہ اسے چھاپ کر شائع کریں اور اشاعت بھی کہاں؟ لکھنؤ جیسے شہر میں۔ سائل پوچھے کہ بیاہی و بن بیاہی عورتوں کو تعلیم دلانا

موسیقی وراگ قوالی وتعلیم باجہ بجانے از قسم سرود ورباب ودف وغیرہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟ جواب فرمائیں تعلیم بقدر ناجائز ناجائز ہے۔ یعنی بیبیوں بیٹیوں کواریوں بیاہیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دلوانی بقدر جائز جائز ہے، زہے علم وزہے حیا و زہے اہمال وزہے اغرا۔

لطف یہ کہ سائل نے بیبیوں بیٹیوں کواریوں بیاہیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دلانے کی غرض یہ لکھی بغرض تنفر پیدا کرانے شوہروں کے رنڈیوں اور زنانِ بازاری سے ظاہر ہے کہ یہ تنفر جبھی ہوگا کہ اس شریفانہ دلربا حرکت میں بیبیاں بیٹیاں رنڈیوں سے فوقیت لے جائیں یا کم از کم ان سے برابری تو دکھائیں ورنہ ناقص کے سبب زائد سے تنفر کیا معنی ؟

مفتی نے اس حد تک تو جواز کی صورت رکھی آگے عدمِ جواز کا خدا حافظ! اب فرمائیے لکھنؤ والے مکارم ہگر کو یاد کریں گے یا متبعان مفتی گھروں میں گڑھے کی سراکا دم بھریں گے ؟

اخیر میں پھر عرض کئے دیتا ہوں کہ اب زوائد پر توجہ نہ ہوگی، جناب کا وعدہ خلفی مطلوب ہے، اسلام منظور تو دریہ مصیوب ہے اور اللہ سبحٰنہ ہادیٔ قلوب ہے عہدِ دل پر استقامت اور توجہ وندامت بہت محبوب ہے۔ آپ نے سنا جو ایک سنی مسلمان ایک گاندھوی کلمہ گو سے کہتا تھا ؎

توبہ بر سر منار می باید کرد	ترس از زنار و شنار می باید کرد
ہر بے دینے کہ پیسِ بودِ مشرک شد	ہمچوں کس را چنار می باید کرد

والسلام علی من اتبع الھدیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی المصطفیٰ وآلہ وصحبہ اولی الصدق والصفا وبارک وسلم دائما ابدا امین۔

۸ ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی رضوی لکھنوی محرر دار الافتار

(۱۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وسیع المناقب مولوی عبد الباری صاحب حام بالمناصب

فقیر مسائل ورسائل وخطوط اکثر املاء لکھواتا ہے، پھر ان کی نقل سائل یا مردود یا مکتوب الیہ کو مرسل ہوتی ہے، جناب کے خط ۳ ر ذی الحجہ کے متعلق اسی دوران میں آپ کا دوسرا خط قریب مغرب آیا۔ یہ میرے اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہے لہٰذا جواباً اتنا گزارش :

ا : اس میں کوئی امر جدید نہیں صرف تین کفر اور ہیں۔ میرے ایرادات ومطالبات کو جن میں سب سے اعظم واہم متعلق کفر تھانوی مطالبہ تعظیم شانِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے غیر ۱۴ اجبی اور ہفوات اور واہیات کہنا ایک اسی مسئلہ کے متعلق جناب کے چار کفر خط ۲۸ ر ذی القعدہ میں تھے اور چار خط ۳ ر ذی الحجہ میں اور تین اس خط میں عجب کہ اس دفعہ آپ کا کفر ایک نمبر گھٹ رہا نہیں نہیں اس کے مردود ہونے کی تقییح کہ میرا یہ کہنا کہ ان کے اعتراضات ایسے نہیں کہ ان کی رد نہ ہو سکے صحیح ہے۔ آپ یاد فرمالیں چوتھا کفر ہے۔ رد اسی کا ہو سکتا ہے جو واقع میں مردود ہو، حق کا رد کیونکر ممکن بلکہ یہاں خود اپنے لفظ بدل دئے ہیں، لفظ یہ تھے کہ کوئی بڑی بات نہیں کہ ان کی رد کر دیجائے کیا ہر خط میں عظمتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو چار گالیاں دینے کا التزام فرمالیا ہے۔ اب صرف مسئلہ تھانوی میں جناب کے بارہ کفر ہوئے۔

ب : تعیینِ امور کے جواب خط ۱۹ ر ذی القعدہ میں عرض کر چکا تھا مگر جناب کی نو

عادت ہی یہ ہے کہ رد اس کان سنتا اس کان اڑانا اور پھر مردودات کو سامنے لانا، یہ جناب کی چھٹی گلی میں داخل ہے۔ یہاں یہ اضافہ کہ احمد رضا کو ہم لائقِ خطاب نہیں سمجھتے مفاہمہ کو صریح استغفار اور جناب کی دسویں گلی میں داخل ہے۔ کب سے لائقِ خطاب نہیں سمجھتے؟ جب سے قاہر رد کے کڑکتے صاعقوں نے یخطف ابصارھم کا نقشہ جما دیا ورنہ میں نے جو تار دیا تھا کہ اصل بحث شروع کرتا ہوں۔

اس مخاطبہ کا جناب کو کتنا شوق ہوا، ۹ ذی القعدہ کو مجھے تار بھیجا جناب کے سرفرازنامے کا منتظر ہوں۔ میں نے دس کو جواب دیا آج ہی میں نے لکھوانا شروع کر دیا۔ کل اتوار ہے، پرسوں بعونہٖ تعالیٰ رجسٹری حاضر کروں گا۔ اس پر اضطراب و شتاب زدگی کی حالت دیکھئے ۱۳ ذی القعدہ کو مجھے خط لکھا کہ جناب کے خط رجسٹری شدہ کا منتظر ہوں ۱۴ ذی القعدہ کا دن قیامت کا دن تھا جب وہ رجسٹری شدہ قاہر رد پہنچے جنہوں نے چھکے چھڑا دئے، جگر و ہلا دئے، دل ہلا دئے، اب احمد رضا قابلِ خطاب نہیں فلما رأوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل ھٰذا الذی کنتم بہ تدعون۔ ذوقوا فتنتکم ھٰذا الذی کنتم بہ تستعجلون۔

د: معاف فرمائیے ازانجا کہ اب بغیر اس وعدۂ حلفیہ مطلوبہ ضروریہ کے لغویات و ہزلیات جناب کی طرف بے التفاتی محض کا عزم کر لیا ہے، میں نے بہ تنگا سری کہہ دیا تھا کہ اس میں کوئی امر جدید نہیں، اس میں تو جناب کی سترھویں گلی اشد مکاری ہے جس روز سے پہلا خط مفاہمہ پاس جناب کے گیا ہے کل تک تو جناب کو یہی رٹ تھی کہ تمام امور مفصل کر دو اور یہ کہ مجھ سے ان کے صدور کا ثبوت دو اور یہ کہ میرے باپ دادا کا نہ کرنا ثابت کر دو کیا یہ سب خطاب نہ تھا کیا یہ پے در پے درخواست خطاب نہ تھی تو صریح جھوٹ فرمایا کہ لائقِ خطاب نہیں سمجھتے۔

خیر یہ تو جناب کی سخت کذابیوں کے سامنے کوئی بڑی چیز نہیں اور جناب کی

چودھویں گلی میں داخل ہے مگر کل تک تو وہ کچھ تھا آج اس فرمانے اور بیٹھے بٹھائے بلا محرک دوسرا خط لکھنے کا کیا باعث ہوا جواب سے جان بچانے گلا چھڑانے کے لیے بار بار تو میرے ادلہ و ایرادات کو واہیات مہملات چنیں چناں فرما رہے ہیں اور بیان کا رد کوئی بڑی بات نہیں، اس پر خود سوجھی یا کسی نے سوجھائی کہ وہ سرکوب دیگر تنگاف رد وارد ہوگا جو ابھی جناب کے برادران بزرگ مشرکان عرب سے کہا گیا کہ ابلیس کے مسخرو اگر کہہ سکتے تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے۔ یہ اس کی پیش بندی ہے جو اگلی پچھلی سب بھلا کر کرے ایراد سے تلملا کر فرمائی اور اپنے ہی سب کلام اور بے معنے مطالبے گومتی میں بہا کر اس اشد ایراد سے جان بچائی۔

اللہ اللہ یہ ہے جناب کا صدق، یہ ہے جناب کی دیانت، یہ ہے بندوں سے شرم، یہ ہے خدا سے خشیت، یہ ہے دین کا ادعا، یہ ہے عہدوں پر استقامت مگر میرا کہنا بھی بے سود، جب ایمان ہی مردود سب کچھ مفقود وانا اعوذ برب الغفور الودود واخزی اللہ ابلیس مع الجنود آمین۔

باقی ہزلیات ولغویات میں کوئی بات نہ جواب طلب نہ قابل التفات۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

شب عرفہ مبارکہ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی رضوی لکھنوی محرر دارالافتاء

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

حضور بالقابہ مقتل مصلی الاٰل سفے کو نہ الرابع عین الاطلال ساقہ الی صراطہ ذوالجلال

حسب تعلیم قرآن کریم سلام علیکم۔ نامی نامہ کل قریب مغرب تشریف لایا۔ وعدہ جواب

سے خالی پایا بلکہ ایرادات سے صاف انکار سنایا اس کا جواب وہی ہے کہ ۸-۶ درود یک بست وچہار و پانزدہ۔ ہاں التزام سابق سے ایک بڑھ کر عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو پانچ دشنامیں اس میں بھی دیں، تو تو میں میں، الجھاؤ میں ڈالنا، کام کی بات سے دور بھاگنا، بے علمی بات، فضولیات۔

یہ صرف مسئلہ تھانوی میں جناب کے سترہ کفر ہوئے، باقی لغویات و ہزلیات اکاذیب و افترا ءات و دشنام و سباب آثار شرافت جناب میں نہ کوئی نئی بات نہ قابلِ التفات، سب جناب کی انہیں سولہ گلیوں میں داخل کذٰلک یحق اللہ الحق ویبطل الباطل۔ جناب دھوکے نہ دیجیے، جزئیات کتاب الایمان ملحوظ رکھیے، ذکر ترک مُغیّا لکھا اس پر حلف بعد انتہائے غایت، اصلًا وعدۂ اتیان بھی نہیں نہ جواب تحریریں فاکہ اسی پیدا ایمان ہے جواب ایرادات میں منحصر نہ کہ متصل ہو کر حلف سے مسجل نہ کر بقیۂ شروط مذکورۂ عبارت وعدہ کے ساتھ مکمل و قس علیہ الترك المشروط فانی تصرفون ہ مالکم کیف تحکمون ہ افلا تعقلون ہ

میں نے اپنے پہلے تین سو اکیس مطالبات کو آسانی جناب کے لئے صرف سات میں محصور کردیا تھا، ان سے بھی جناب نے گریز فرمائی۔ اس بار اور زائد کو کر چار سو مطالبات کے قریب پہنچے فقط ایک ہی پر مقصور کردیا۔ اس پر بھی ملازمان سامی نے پیٹھ ہی دکھائی اور عرض کرچکا ہوں کہ ایمانًا انصافًا عقلًا شرعًا عرفًا اس سے جناب کی گلو خلاصی نہ رہائی لہٰذا بحکم و اعرض جناب کے سب کمالات سے اعراض کرکے اسی کے متعلق صرف دو امر کی عرض رسائی۔

(۱) وہ وعدۂ مشرحہ حلفیہ اسی لئے تو مطلوب تھا کہ میں جناب کی یہ ہٹ بھی پوری کرنے کو حاضر ہوں۔ دو امر جن کی تفصیل جناب بھی مانتے اور ویسی ہی تفصیل بقیۂ امور مذکورہ خود جناب کے محصورہ میں پھر مانگتے ہیں۔ اگرچہ خط ۱۹ ذی القعدہ میں انہیں بھی

مفصل کر چکا اور لکھ دیا تھا کہ اب بفضلہٖ عزوجل آپ کے تمام خطوط کا جواب ہو گیا۔ کوئی حرف ضروری باقی نہ رہا۔ میں سب کو تابخانہ پہنچا چکا اور آپ اب تک اپنی وہی پہلی تحریر پیٹے جاتے ہیں۔ بتائیے تو آپ کی پہلی پچھلی کونسی کا کونسا حرف باقی رہ گیا۔ میں نے خط غرہ ذی الحجہ میں لکھ دیا تھا کہ الحمد للہ میں حجۃ اللہ قائم کر چکا مجھے اسی قدر کا حکم تھا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی آپ اس پر دم بخود رہے پھر بھی دریچہ تنک کی طرح جناب کی وہی رٹ وہی ہٹ کہ آپ نے اب تک تفصیل امور سے گریز کیا جواب نہ دونگا جب تک پورا نہ کیجیے۔

جناب میں تو پھر اس پورا کرنے ہی کو تیار تھا تفصیل مفصل و تحصیل حاصل دوبارہ کر دینے کا خود ذمہ دار تھا، اسی کے لئے تو وہ وعدہ حتمی حلفی بتفصیل درکار تھا، وعدہ مفقود اور تقاضا موجود۔ کچھ تو ملازمانِ سامی حیا فرماتے، خوفِ خدا نہیں بندوں سے شرماتے، مگر جب ایمان مردود حیا کی راہیں خود مسدود جواب تو جناب نہ ہی دیں گے نہ سارا مجمع مل کر قیامت تک دے سکے، میں سو بار پورا کردوں، جناب یہی فرماتے رہینگے کہ پورا کردے تو جواب دیں گے۔

اللہ اللہ شروع مفاہمہ سے کیا کیا اضطراب تھے، کسی طرح جلد آئے یہ پیچ و تاب تھے، جب آیا اور ہوتے کا نہ پایا ان گلیوں نے منہ دکھایا، اباننۃ المتواری وغیرہ کے کثیر تجربے بھول کر سمجھے یہ تھے کہ اپنی کمیٹی کی سی مڈبھیڑ ہو گی، ایک نے کچھ کہی نیم شیم بچ گئی، اس نے واپس کی یا اور ہزلیات کی زد چ گئے یا اپنے جیسے اکابر فضلاء کا مناظرہ سمجھے کہ فریقین کی باتیں بھڑکی لائیں۔ یہاں سے جب بفضلہ تعالیٰ الٰہی صاعقے چمکے، محمدی بادل گرجے، احمدی کچھار کے شیر گونجے، اب سمجھے کہ ھٰذا الایطاق ھٰذہٖ نفخۃ یوم التلاق، اب بیجیلے سوجھے سہ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا　　کہ بحث آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

(۲) سب جانے دیجیئے، اوّلاً فرض کر لیجیے کہ عمل کو تفضیل سے گریز ہے پھر میرے ادلہ وایرادات کا رد تو اس پر موقوف نہ تھا۔ جناب خط ۲۸ ذی القعدہ میں فرما چکے کہ اغلوکۂ اطفال ہیں کوئی بڑی بات نہیں کہ ان کی رد کر دی جاوے۔

ثانیاً: یہ بھی آپ کی مان لوں کہ میں ہی فحاش و دریدہ دہن ہوں کہ جناب کے باپ کا ملنے والا ہو کر جناب کو لکھتا ہوں میں تو آپ کی تم کیا تو کے بھی قابل نہیں اور میرے دو خط اول کے تذلل اگر جناب کو یاد رہتے اور خدا سعادت دیتا تو ایسا کہتے عرق ندامت کے فوارے بہتے اور جناب کمال مہذب و دوختہ دہن ہیں جو خود خط ۵ ذوالحجہ میں فرماتے ہیں کہ آئندہ شریفانہ طرز سے بندہ کی تحریر رہے گی صاف اقرار ہے کہ اب تک نہ رہی اور جب وہ تحریریں شریفانہ نہ تھیں تو میں کچھ نہ کہوں، لوگ یہی معنی سمجھیں گے کہ پاجیانہ تھیں اور خود یہ اور زیادہ شریفانہ تھی اور بعد والی نے کیا گئی کی لہٰذا جناب نہایت مہذب و بے زبان مگر یہ تو یقینی ہے کہ میرے ادلہ و ایرادات دربارہ عقائدِ دینیہ و احکامِ الٰہیہ ہیں میں انہیں حق جانتا ہوں اور جناب واہیات تو ہم دونوں میں ایک ضرور ہدایت پر ہے اور دوسرا ضلالت پر و انا او ایاکم لعلیٰ ھدی او فی ضلال مبین ہ

آپ کے گمان میں آپ ہدایت پر ہیں اب ایک شخص جسے جناب ضلالت میں غرق سمجھ رہے ہیں وہ جناب سے اپنے شبہات کا کشف طلب کرتا ہے اور آپ کے نزدیک آپ سے ہدایت مانگتا ہے اور بار بار بہ تکرار علانیہ و آشکار لکھ چکا ہے کہ جہاں میری غلطی ثابت ہو گی میں فوراً قبول کر لوں گا ایسے شخص سے یوں ٹلے بالے یوں لغو و بے معنی حیلے حوالے فرمانا ضروری عقائد دین و احکام رب العالمین میں ہدایت طلب کی، ہدایت سے پہلو بچانا وہ طرح طرح فنوں سے کھسکے ہر بار جان بچانا ع برات عاشقاں بر شاخ آہو، کا ناز دکھانا یہ کونسا دین ہے

کونسا ایمان ہے؟ لیڈری پر جبہ کیا یہ کسی مسلمان کی شان ہے؟ کسی کی سخت کلامی سہی اگر وہ ہادیوں کو ہدایت سے روکے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کبھی ہدایت نہ فرماتے ع

می پرستیدی چو اجدادت صنم

خصوصاً اس حالت میں کہ آپ کے نزدیک اس ہدایت طلب کے شبہات کا رد کر دینا کوئی بڑی بات نہیں، خصوصاً تا بحانہ پہنچانے کے غرہ کے ساتھ جو خط ۵ رذی الحجہ میں دکھایا پھر کیا ہے؟ اٹھیے اور تھوڑی دیر کو باغیرت لیڈر بن جائیے مفاہمہ و مفاہمہ سب خاک میں ملائیے یونہی فرض ہدایت سے عہدہ برائی کو میرے تمام ادلہ و ایرادات کا نمبروار جواب لائیے، کہئے اس میں جناب کو کیا عذر ہے؟ ایک بندۂ خدا ہدایت پائے گا، آپ مواخذۂ الٰہی سے چھوٹیں گے ثواب عظیم ہاتھ آئے گا ورنہ یقین جانئے کہ عذاب الٰہی کی رسی ہے اور جناب کا گلا آج نہیں کھلتا تو کل قریب ہے اب کھلا، غرض بہر طور بہر حال میرے تمام ادلہ و ایرادات سے کہ اب چار سو کے قریب پہنچے، جدا جدا مفصل جواب دینے سے جناب کو مفر نہیں اور جو بغلیں جھانکئے ٹالے بالے حیلے نکالے اس کے لئے عذاب مہین۔ وذٰلک جزاء الظٰلمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

خیر بحمدہ تعالیٰ مفاہمہ تو تمام ہوا اور للہ الحمد بہت خیر و خوبی و فتح و نصرت اہل حق پر انجام ہوا والحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضٰی۔ اس کے شکریہ میں بعض لفظیں عبرت خیز نصیحت آمیز گزارش کرنے کی اجازت مطلوب۔ یہاں میرے تین معروض ملحوظ رہیں:

ا : مقصود نصیحت ہے نہ کہ طعن و فضیحت۔

ب : اس کی بھی آپ سے اجازت مانگتا ہوں کہ آیا ایسا کہہ سکتا ہوں، اگر اجازت

سے انکار فرمایا تو جہاں صدہا مباحث علمیہ فما تغن النذر ہو تے ، چند مواعظِ نظمیہ کا کیا غم ؟

ج : جو نظم یا جملہ جناب سے متعلق نہیں وہ خواہی نخواہی اپنے اوپر ڈھال لینے کا مستحق نہیں ، واللہ الہادی وولی الایادی۔

(۱) نظم عربی نصیحت در بارۂ منع از کفر۔ تین شعر کے بعد نعمتِ الٰہی کی تحدیث ہے ذاتِ جناب سے تعلق نہیں، اس میں اتحاد

اعصبت النوافر — لاتستکزی بالغافر
اخشی جزار من کفر — اللہ فخری الکافر
استائب وخائب — ام خائب کالظافر
باہی سطا فلاتری — فی ایکتہ من صافر
راع میراجی کالاسد — کل حمار نافر
فاستشفرت واستنفرت — ولا تری من طافر
ذبحتہا ابحتہا — لاخر لاالعضافر
ولی حصان رکض — لحفظ نور سافر
اذعلا رأس بغی — یرضہ بحافر
جار معنا لکلٍّ — لِی غادر و خافر
رجار عبد المصطفٰی
رضار رب غافر

(۲) عربی نصیحت در بارۂ ہدایتِ توبہ۔

کفرت وقد نفرت فبالهدی ضُن — فوادک من نظلی او فی نطلی کن
وان اللہ موہن کید کافر — الا فارجع الاسلام اوہن[1]

[1] رد من الوہن الی الهوان ۱۲

فلست الآن الا کید گاندھی — یکیدبک المرید اد الذی جن

(۳) عربی ماخوذ از کلام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔
نصیحت دربارۂ ترک وضع شہرت، یہ ویسی اہم نہیں، اگر جناب اجازت سے انکار فرمائیں کم سہی۔

عظم القلب لحیتہ — وذا فقۃ الھُدیٰ حرمہ
فان الفقہ بالعقل — وطول اللحیۃ مظلمہ

(۴) مثل بقیۂ فارسی نصیحت دربارۂ ادائے حلف واتباع سلف و ترک صلف، اس میں بھی حرف قبل روی کے اتحاد اور عدم تکرار قافیہ کا التزام ہے۔

بخور دیں رخت را بے کلف کن — حلف کن ہاں حلف کن ہاں حلف کن
ترا زیں تیغ مخلص بے حلف نیست — حلف کن یا سر خود را تلف کن
خر شیطانست گرگ جانت بگریز — از و با سر برائے خر علف کن
اب وجدت سلف را بندگانند — صلف بگزار و تقلید سلف کن
بدامانِ سلف وسنت رسا نیست — بیا تقلید ہیچوں من خلف کن
اگر خواہی زنا آزادہ باشی — مخواہ اصرار و توبہ از ما سلف کن

غضب از پس روی گاندھی آید
رضا را بندہ شو ترکِ صلف کن

ہفت رباعی بردیف و قافیۂ مصرعہ سرمدؒ "یک کار ازیں دو کار می باید کرد"۔ ان میں تین پہلے خطوط میں معروض ہوئیں کہ یک جائی جنس کو یہاں لکھیں۔

(۵) مطالبۂ جواب ایرادات و نصیحت دربارۂ استقامت بر توبہ۔

ع تا چند زحق فرار می باید کرد — یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا پاسخ ہر نمرہ جدا باید داد — یا بر توبہ قرار می باید کرد

(۶) نصیحت منع از اضرار دین۔

ع عبدالباری حذار می باید کرد   یا دیں نہ چنیں عزار می باید کرد
خود را تو مجدد کلاں تر خوانی   باز از دینت فرار می باید کرد

(۷) نصیحت اعلان توبہ و مقاطعہ از جملہ پس روان مشرک۔

ع توبہ بہ سرِ منار می باید کرد   ترس از نار و شنار می باید کرد
ہر بے دینے کہ پسرو مشرک شد   ہچوں کس را چنار می باید کرد

(۸) نصیحت منع ہر کلمہ گو از انقیاد بہ مشرک۔

عام خوش رخش زبار عار می باید کرد   یک توسنی آشکار می باید کرد
پشت دہ و گاندھی زن و گاندھی افگن   مشرک نہ بخود سوار می باید کرد

(۹) نصیحت مثل سوم کہ اجازت سے انکار ہو تو اسی طرح اہم نہیں۔

ع عدل و وسط اختیار می باید کرد   وز ہر دو طرف حذار می باید کرد
چیزے از قبضۂ ریش اگر بیش چہ باک   اما نہ چنیں پچار می باید کرد

(۱۰) یہ اور اس کے بعد کی رباعی سنتِ رجز میں ہیں، ذاتِ جناب سے متعلق نہیں کہ رجز محاربہ میں ہوتا ہے اور جناب سے تو مفاہمہ تھا۔

رجز رو بہ غشا فرار می باید کرد   با شیر چہ گیر و دار می باید کرد
آتش بہ سر تکمر و حیل ریزد کر نیز   پاداری سر لبغار می باید کرد

(۱۱) رجز شیر افگنم و شکاری باید کرد   صد شیر نہ نعرہ زاری باید کرد
برخاست کہ پنجہ ام بر پیش بندد   پیشکش لبسرش نثاری باید کرد

(۱۲) نصیحت منع از پیروی گاندھی و اطاعت و بندگی او۔

ع پسرو گشتی و رہنمائیش داری   عبد الگاندھی مشو ز عبد الباری
نقطہ از زیر بہ بالا مفگن   عبد الباری مباش عبد النّاری

(۱۳) نصیحت در منع شدید از روا داشتن باری میاں۔

ع باری گو بدعت ورواست داری خود را باری نہی ز عبدالباری

نمرودی نیستی وایں ترک ازوست الحق جسزاؤه دسو، الدار

(۱۴) نصیحت در نہی از ادعائے شاہانہ الوہیت۔

ع باری شدی ولاف خدائیت زدی خود غافر الذنب وقابل توب شدی

ایں قابل توب قابل توپ بود اونیست بر دنار خدائی دخودی

(۱۵) نصیحت اعظم بر روا داشتن تشبیہ خبیث برائے حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ع اے ابجد خواں بجد برائے اب جد تشبیہ بسگ وخوک ہمی جاری بد

اما پئے مصطفےٰ رواداشتیش اب لک مردود مباش و مرتد

(۱۶) نصیحت در نہی شدید از مواخات بہ مشرک وخطاب مواخات۔

عام اے حل مواخات بمشرک دم خوک اتقل علیک تعاً بتو، تجد بہ خوک

بہ زاں سگ وخوک قالت سو داگر گوئی عم تو خوک وا لکلب اخوک

(۱۷) نصیحت عظمیٰ در طلب توبہ از نثار کردن عمر قرآن وحدیث بہ مشرک۔

ع خواہد دینے خبیث عبدالباری دارد طلبش خبیث عبدالباری

کر دست نثار بت پرستی بخوشی عمر وی و حدیث عبدالباری

(۱۸) یہ اور اس کے بعد کی مثل ۲ و ۹ نصیحت ہیں اور انہیں کی طرح چنداں اہم نہیں بحال انکار اجازت کم ہو سکتی ہے۔

ع خواہم اصلاح کیش عبدالباری پر نور کنم عرلیش عبدالباری

لیک از نورم ہمی شود حائل او چوں لکہ ابر ریش عبدالباری

ع (۱۹) ریشش کہ غطائے دل اوتا شکست او مانع یفقہوا از اشکست

گیرم کہ زاکنۂ قلوب او ست مگر — وقرآذاں چو شد چہ در گوش ہست

(۲۰) نصیحت اس بارے میں کہ اپنے علم پر غرور نہ چاہیے، نہ یہ سمجھے کہ میرا علم سب پر سکہ زن ہے۔

ع زہ علم و فن جناب عبدالباری — خوش سکہ زن جناب عبدالباری
یک کودکِ من طاریٔ داریٔ بنوشت — دنداں شکن جناب عبدالباری

(۲۱) نصیحت در بارۂ اختیار حیا و غیرت بر محارم و نساء۔ یہ اس مفتی سے متعلق ہے جس کا فتوے لخطِ سابق میں مذکور ہوا۔

ع فتویٰ ست بہ لکھنؤ کہ باید بخیار — تعلیم زن و دخت غنا و مزمار
تا شوہر و باب را کند مستغنی — ایں دولت خانہ از زناں بازار

اخیر میں پھر معروض کہ جناب نے خود ہی مناظرہ چاہا خود ہی اسے اشتہار دیا خود ہی اس کا وہ استعجال تھا، جب وہ سامنے آیا جناب نے ایک دلیل ایک ایراد کو اصلاً ہاتھ نہ لگایا، گلیاں بدلا کئے، اِدھر اُدھر بچلا بچلا کئے اور ہر بار کے تقاضے کہ شدید غیرت دلا کرتے تھے، اس کان سنکر اس کان اڑا یا کئے، مجبور ہو کر تمام مطالبوں کا نچوڑ اس پر رکھا کہ میں آپ کی یہ چوتھی ہٹ بھی کہ طلب تفصیلِ مفصل و تحصیلِ حاصل ہے پوری کرنے کو تیار ہوں، صرف اتنا وعدۂ علمی حتمی فرمالیجیے کہ سیکڑوں نمبروں سے ہر نمبر کا جواب بانصاف و صواب دیجیے گا اور جس سے جواب نہ دیجیے وہ آپ کا مقبول ٹھہرے گا، جناب اسے بھی ہمیشہ کی طرح ہضم فرما گئے۔ اب صاف صاف اتنا ارشاد ہو کہ آپ کی ہٹ پر باقی امورِ مذکورہ کو مثل تفصیل دوام اول پھر مفصل کر دوں جب بھی آپ کو ہر نمبر کا مفصل جواب یا تصریحاً قبولِ حق و صواب منظور ہے یا نہیں، اگر نہیں تو میرا وقت ضائع کیوں کرائیے صاف فرما دیجیے کہ ہمارے پاس تیرے ایرادات و ادلہ کا جواب نہیں، یا بھرم رکھنے کو یوں سہی کہ ہم تیرے کسی ایراد و دلیل کا جواب نہ دیں گے

ختم شد - طرفین کو اس طرف سے چھٹی ہو۔ جناب کے ذمہ سوراج ہنود کی خدمت کا اہم کام ہے، اس فقیر کے ذمہ اور بہت کچھ خدمتِ سنت و اسلام ہے۔ دونوں اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں۔ بے نتیجہ باتوں میں اوقات کیوں مبذول ہوں اور اگر سچے دل سے واقعی اس تفصیل کر کے جناب کو نمبر وار جواب یا قبولِ حق و صواب منظور ہے تو اس وعدہ خلفی سے جان بچانا کس لئے ؟ بلکہ عجب عجب اور ہزار در ہزار عجب کہ جناب نے مباحث دیکھنے سے پہلے وہ چار عہد واثق کئے اور ان پر واحد قہار کی ضمانت دی اور مباحث دیکھتے ہی مناسب سے پھر گئے، ایک آن کو ایک پر بھی قائم نہ رہے تو آپ کو خلفی وعدہ دینے کیا لگتا ہے ؟ کیا حلف اٹھا کر پھر جانا واحد قہار کو عہدوں پہ ضامن دے کر پلٹ جانے سے بھی زیادہ ہے اس کا تو کفارہ ہے اور یہ جو جناب سے واقع ہو لیا اور برابر واقع ہو رہا ہے اس کا بے توبہ اصلاً کچھ کفارہ نہیں الا النار و بئس القرار وان یعفو العزیز الغفار ولن یعفو اللہ ابدا عن مرتد کافر۔

جناب اپنی اسی جسارت و جرأت پر جو ضمانت الٰہی کے عہدوں کے ساتھ برتی ہے ایک بار انہیں الفاظ سے قطعی جزمی حلفی حتمی وعدہ بھیج کر تفصیل کر یہ ملاحظہ تو فرما لیتے پھر حلف چہ قدر دارد کہ پیشِ مرداں بیاید، مگر نہیں جناب خوب سمجھتے ہیں کہ یہ وعدہ کر کے بھیجا اور قیامت کا صور پھونکا، یہ چوتھی ہٹ بھی پوری ہو جائے گی اور پھر کچھ بنائے بن نہ آئے گی۔ ہر جاہل تک سمجھ لے گا جناب کو فرار ہوا اور کیسا بے اختیار ہوا لہٰذا جان بچاتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ بچنے والی نہیں ان الباطل کان زھوقا۔

اور لاکھ باتوں کی ایک بات وہ ہے جو میں اخیر میں عرض کر چکا کہ سب جانے دیجئے جناب کے نزدیک ان تمام ارادات و مطالبات میں معاذ اللہ میں ضلالت پر ہوں اور آپ سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور بارہا قبولِ حق کا وعدہ لکھ چکا ہوں پھر

ہدایت سے فرار شانِ لیڈر ہے یا کارِ کفار ہ و سیعلم الکفٰر لمن عقبی الدار ہ ذٰلک جزاء اعداء اللّٰہ النار وما للظٰلمین من انصار ہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ہ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلاۃ واکمل السلام علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوٰنا واٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین الٰی یوم الدین اٰمین یا ارحم الراحمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ہ

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی محرر دار الافتاء غفرلہٗ
شب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا وذویہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

(۱۸)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

۸ ع دریک دیک بست وچار و پانزدہ۔

حضور بالقابہ سلم علیکم کما علم القرآن الکریم

پرسوں وقتِ مغرب نامی نامہ تشریف لایا، کل میرے یہاں عرس مبارک حضور پُر نور پیر و مرشد برحق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کی نیاز تھی اور پہلی بعیت وغیرہ سے معززین مہمان تھے مگر بحمد اللّٰہ نہ جناب کے عظیم الھند گاندھی کی طرح بلکہ مسلم سُنی حنفی قادری اہلِ علم وصلاح لہٰذا خط جناب کی طرف التفات نہ کیا اور کرتا بھی کیا کہ:

(۱) اس میں وعدۂ حلفی درکنار اس سے صاف انکار جناب کو میری نیت کا علم کیا دشوار کہ جناب تو اپنے نزدیک غافر الذنب وقابل التوب و باری ہیں تو علیم بذات الصدور

ہونا ضرور، واللہ المجازی کل کفور، مگر یہ تو فرمائیے جناب کیا فرمائیں گے اپنے ملنے والوں میں اگر کوئی مسلمان ملے اس سے دریافت فرمائیے کہ میری دو عرض اخیر میں جناب کی اس تفصیل کی رٹ اور کمال خردمندی کی ہٹ کا شافی جواب تھا یا نہیں، وہ عرضیں مستحق جواب تھیں یا نہیں۔ ہمیشہ بات بات پر بار بار قاہر رد سننا اور اس کان سن کر اس کان اڑا کر اسی مردود رٹ کو دھننا شایانِ شانِ جناب نہیں کہ علم و فضل بالا سے طاق شرافت بلکہ انسانیت کے بھی لائق نہیں بلکہ جانوروں میں بھی شاید یہ عادت ایک ہی کی ہو سے

بالدوم ضرب قوی ‏ ‏ ‏ ‏ ینبی ولا یرعوی

ماثم عجمٰنا کذا ‏ ‏ ‏ ‏ الا البلید الغوی

میں بہت منت سے دست بستہ گزارش کرتا ہوں کہ ابھی حلف نہ دیجئے، ان دو عرض اخیر ہی کا جواب تو دیجئے کہ آپ کی طلب تفصیل ہی کا جواب ہیں، مانا کہ روزِ اول سے ٹھہرالی ہے اور اسی پر آج تک عمل عالی ہے کہ لاکھ ہٹ کے جواب کھو ایک نہ سنیں گے اور اپنی ہی رٹ فرائے جائیں گے مگر کسی مسلمان کے ہاتھ جوڑے پر تو دومنٹ کے لئے اپنی عادت سے تنزل روا ہے۔

(۲) جناب کے خیال میں یہ ہے کہ میں مکرر تفصیل مفصل سے گریز کرتا ہوں، حاش للہ! جو ایک بار کر چکا ہے اسے سو بار کرنا کیا دشوار؟ اعادہ تو ابتدا سے اہون ہے۔ میں تو آپ سے وعدہ مانگنے سے پہلے خود وعدہ کر چکا کہ کروں گا! کروں گا! کروں گا! جناب سے طلب وعدہ مذکورہ صرف اس لئے ہے کہ بات کچھ نتیجہ خیز ہو مثلاً:

ا : دربارہ عبدالماجد کفر جناب کس درجہ میں نے مفصل کر دیا اس کا کیا نتیجہ ہوا، مہمل حیلۂ توبہ کو اسی خط میں رد کر دیا تھا، جناب نے رد نہ سنا اور وہی عذرِ بے معنی پیش فرمایا۔

ب : تکفیرِ اہلِ اسلام میں جناب کا کفر کس درجہ روشن کر دیا کہ جناب کو خود اپنی عبارت میں قطع برید کرنے کے سوا کچھ بن نہ آئی اور لایعنی طریقہ توبہ کا اسی خط میں لغو کر دیا تھا، جناب نے وہ بھی نہ کستا اور وہی عذرِ معمولی دکھایا۔

ج : جناب کا خود اپنے آپ کو کافر کہنا اس پر کفر جناب کو کس قدر واضح کر دیا تھا اور ناقص و کاذب کا فرق آنکھوں دیا تھا اس کا کیا نتیجہ ہوا۔

د : پھر خط ۱۲ ذی القعدہ سے علی الاستمرار کتنے کفر جناب اور ثابت کئے، ان کا کیا نتیجہ ہوا؟

ھ : سب سے اخبث جناب کے ستر کفر در بارہ مسئلہ تھانوی کن روشن بیانوں سے ثابت کئے کہ اگر کسی کے ذرہ کا لاکھواں حصہ بھی اسلام ہوتا، واللہ تھرا جاتا مگر جناب کے گوش مبارک پر جوں نہ رینگی، ان کا کیا نتیجہ ہوا؟ ہر خط میں جناب کے عذر بڑھتے گئے اور الٰہی محمدی احکام جناب پر چڑھتے گئے، جناب کو کبھی سے جواب کی جرأت ہوئی نہ کفر سے عبرت ہوئی نہ ترقی ارتداد میں قلت ہوئی اور اس خط اخیر میں بھی کہ جناب والا نے اپنے نزدیک بہت جامۂ انسانیت میں آکر تحریر فرمایا ہے عظمتِ رفیعہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف دعوت کو کیا تضییعِ وقت نہ فرمایا۔ یہ ایک مسئلہ تھانوی میں جناب کے اٹھارہ کفر ہوئے اور جناب ہیں کہ سب سے اغماض اپنی شانِ بے نیازی کے زعم میں سب سے روگردانی و اعراض عجب عجب صد ہزار عجب، جناب نے جو شتر لغانہ خطوط اس ناچیز کو لکھے ان پر تو انفعال ہوا اور عظمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جو ہر خط میں گالیاں سنائیں ان پر انفعال نہ ہوا۔ جناب ہی انصاف فرمائیں کہ ان متواتر تجربوں کے بعد اور زیادہ مفصل کرنے کا کیا نتیجہ؟ ان تفصیلات پر جناب نے کیا نتیجہ دیا کہ آگے دیں گے؟ اس لحاظ سے وہ وعدہ حلفیہ مانگتا ہوں تو کیا قصور کرتا ہوں؟

(۳) میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جناب کا تفصیل مفصل مانگنا کالباحث عن حتفہ بظلفہ ہونا ہے۔ جناب اس بارے میں ناتجربہ کار ہوتے تو ایک بات تھی، بارہا تو آزمائش پا چکے ہوتے ہیں اور دور کیوں جائیے خود اسی مفاہمہ پر نظر فرمائیے، اصل مباحث بھیجنے کی کتنی جلدی تھی، کیا کیا اضطراب تھے، طلب میں تار آیا، رجسٹری پہنچنے میں ایک دن کی دیر ہوئی فوراً خط مشعرِ انتظار آیا۔ جب وہ پہنچا حالت جو کچھ ابتر ردی زار ہوئی بحمدہ تعالیٰ عالم آشکار ہوئی، نام کو ایک دلیل نہ ہلا سکے، ایک ایراد کا جواب نہ لا سکے، گلو خلاصی کے لئے گلی گلی پر گلی تلاش ہوئی، دریں چہ شک کی طرح ایک ہی رٹ وجہ معاش ہوئی بعزیزہ مقتدرہ کے فضل و کرم سے یقین واثق رکھئے کہ جناب سے وہ وعدۂ حلفی مانگتا ہوں مگر توبہ آپ اور یہ جانکاہ وعدہ! اپنی موت آدمی کو خوب سوجھتی ہے نہ کہ جناب جیسا مجددِ اعظم مدراس۔ میں پیشین گوئی کر چکا اور پھر کرتا ہوں کہ انہیں دس نہیں سو بار مفصل کردوں، جناب یہی فرمائے جائیں گے کہ تفصیل کرا تفصیل کرا کہ جناب کی سب سے بہتر جان بچانے کی گلی یہی ہے۔ اس وعدہ کے بعد ہر نمبر کا مفصل جواب نہ دیجئے گا تو ہوا اکھڑ جائے گی، ہر جاہل سے جاہل پر جناب کا عجز کھل جائے گا، بات بگڑ جائے گی لہٰذا وعدے سے جان چراتے ہیں اور ایک کان گونگا ایک بہرا کر کے وہی تفصیل کر کی رٹ لگاتے ہیں۔ کس نے کہا ہے کہ تفصیل نہ کروں گا، جناب ذرا جی کڑا کر کے آنکھیں فرما کر ایک بار وعدہ تو لکھ بھیجیں پھر بعون اللہ بر دیکھئے کہ خدا دے اور بندہ لے، اگر لسماہ اوفی لغتہ کی جزاسیئت نہ ہو تو میرا ذمہ۔ نیاز مند خیر خواہانہ عرض کرتا ہے کہ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین و یقولون حجرا محجورا کے مصداق بننے سے احتراز فرمائیے۔

(۴) میں نے جن امور کی تفصیل ایسی کردی کہ آپ نے بھی مانی اور براہِ عنایت وہ میری شفقت جانی اس کو جناب نے الجھاؤ میں ڈالنا فرمایا اور وہ الجھاؤ اب تک وہن شریف سے الجھا ہے، اس کی فلاسفی بھی جناب ہی جیسے قریا لعین سمجھ سکتے، ہو سکتے ہوں گے۔

جب جناب کے نزدیک تفصیل الجواؤ میں ڈالنا ہے تو ہر بار تفصیل تفصیل کی رٹ لگانا اور ایک الجاوے سے سوالجاوؤ میں اپنے آپ کو ڈلوانا میری بدبختی ہے یا جناب کی؟ یہ بھی جناب کو کئی بار لکھ چکا مگر جناب نے تو روزِ اول سے ٹھہرا رکھی ہے کہ رد سے آنکھ بند اور رٹ کی صدا بلند۔ یہ جناب کی طلب تفصیل کا تیسرا جواب ہوا اور بحمدہٖ تعالیٰ کیسا لاجواب ہوا۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ میرے ادلۂ باہرہ واعتراضات قاہرہ تو بفضلہ تعالےٰ اشیٔ عظیم ہیں۔ یہ آپ کی طلب تفصیل کے تین جواب قاطع ارتیاب کہ سنگ ڈھان ضدو خیم ہیں، جناب ان تینوں میں سے کسی کو کبھی ہاتھ نہ لگائیں گے اور وہی اپنی ہٹ کی رٹ فرمائے جائیں گے۔

خیر بحمداللہ تعالےٰ اللہ واحد قہار دیکھ رہا ہے اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میرے اور آپ کے ملائکہ دیکھ رہے ہیں اور ہر واقف کار مسلمان انصاف شعار دیکھ رہا ہے کہ مناظرہ بحمدہٖ تعالیٰ کب کا ختم ہو گیا اور للہ الحمد حق کی فتح مبین پر ختم ہوا۔ والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و یرضی ملأ السموات و ملأ الارض و ملأ ما شاء من شیئ بعد۔ اس کے شکریہ میں پہلے اکیس نصائح نظم حاضر کیے تھے ویسے ہی انیس اور حاضر کرتا ہوں کہ چالیس کا عدد پورا ہو جائے وہ تین امور کہ وہاں معروض ہوئے تھے یہاں بھی ملحوظ خاطر رہیں۔

ع (۲۲) یارب کہ چہ کرد ستخواں م گاندھی | لیڈر پیرو امام اقدم گاندھی
در خطبہ و خط گفت فرنگی محلی | ہادی گاندھی و روح اعظم گاندھی

" (۲۳) لایسمع لایبصر بت را بینی | اے پس رو بت بندہ نہ نقش چینی
فونوی ددیں چہ شک بتو آموزند | ہر بار ہموں گوئی و خامش شینی

" (۲۴) دادست اگر خدا ترا صورت مرد | مردی مل و مشو بنامردی فرد

دو عرض داغیرم چہ نمی خواست جواب   فرنوسے دریں چہ شک کہ در تو پر کرد

ع (۲۵) از بازوئے تو نظام دیں گاندھی ست   قائم بتو انتظام دیں گاندھی ست

کردی لقب خویش قیام الدیں راست   آخر نہ بتو قیام دیں گاندھی ست

" (۲۶) پا بردم دینی و بدل کفرہ ادو   خلط اسلام و کفر رائج نشود

پا بر کش و از خلط جدا شو کہ توئی   خود گاندھی و گاندھی ز تو برتر نبود

" (۲۷) گاندھی بہ تنش علت ادول دارد   ہم یک ہمیں را دو بین نمودن دارد

زیں ہر دو چو چارہی توئی خود گاندھی   پس رو شدہ زیر پات گردن دارد

" (۲۸) گاندھیت امام و رہبر و فرماندہ   تو بندہ و پیرو و بر نامش جاندہ

ایماں بفدا کردی تا ہمشش ماندی   تا پا بہ ہنوز نا رسیدی آپ دہ

شتے (۲۹) گفتند قیاسیان کلامی لاشے   گفتند کلامیان کلامی لاشے

بر رنگ نصاریٰ و یہودش گفتند   الحق ہر یک بدیں سامی لاشے

خ (۳۰) از ستر خلافت خر سو راج بجست   در گاندھی کیپ ترک ترک ترک ست

آزاد و محمد علی و شوکت گفت   گر ترک آیند تیغ گیریم بدست

عام (۳۱) گاندھی چو ہماتمائے ناکس باشد   در آتش و ناکس تن چوں خس باشد

قرآن فرمود مشرکانند نجس   چوں روح افیست تن خود نجس باشد

شتے (۳۲) قومے گفتہ ز کہنہ دامن کش شو   میگیر نو گاندھی و در آتش شو

مولانائے تو شوکت ایں سنگاشت   قشقہ بہ جبیں بر زن و مشرک وش شو

" (۳۳) گفتند چہ استتار می باید کرد   مشرک وشی آشکار می باید کرد

اسلام کہن شدہ بہ نوی چہرہ فروز   قشقہ بہ جبیں نگار می باید کرد

" (۳۴) گفتا خرکے چہ کار می باید کرد   دیں بر گاندھی نثار می باید کرد

چوں پس رو مشرکی ز اعلاں مگریز   زنار و تلک شعار می باید کرد

ثک (۳۵) گفتند کہ طرح کیش تازہ نگنیم — آتش در فرق کفر و اسلام زنیم
وینے زسے آریم و بر تنگ کعبہ — تقدیس پے سنگم پریاگ کنیم
ز (۳۶) دانی کہ چہ کرد ابوالکلام آزاد — آزاد ز دین و شرع و اسلام و رشاد
بستودہ صفات و پاک ذاتش گفتہ — در خطبہ جمعہ حمدِ گاندھی بنہاد
" (۳۷) دانی بچہ شد ابوالکلامت معلم — گفتا من بہر ہندوم مستسلم
گر بہ ہند و گزندسے آید زافغاں — بر یک ہندو فدا کنم دہ مسلم
" (۳۸) دانی کہ چہ گفت ابوالکلام رخ زرد — عیسیٰ نہ نبی بودہ نہ شرعی آوردہ
بر دار کشیدند و یہودش کشتند — بنگر کہ بحرف حرف قرآں رد کرد
عق (۳۹) گفتند شما راست مدلہ گاندھی — تعلیم کن دینِ مطہر گاندھی
مبعوثِ اللہ از پئے تذکیر شماست — رحمٰن شدہ مرسل و مذکّر گاندھی
" (۴۰) مدبر ز خدا شوی مدبر منہش — مذکر ز ہوا شوی مذکر منہش
مشرک نجس ست و مرتد انجس از وے — خبث الخبثا شوی مطہر منہش

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفر لہ محرر دار الافتاء
شب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا و آلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

(۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم

حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم

جناب نے منکر ہو کر خط واپس فرمایا کہ شام کو یہاں آیا۔ میں نے اس میں دو عرض اخیر پر ایک اور اضافہ کیا تھا جو حقیقتِ واقعیہ پر مبنی اور جناب کی فہمِ عالی سے وراء تھا میں جناب پر تخفیف کے لئے اسے کم کرتا اور صرف دو عرض اخیر پر اقتصار رکھتا ہوں۔ جناب

تو یہ فرماتے تھے کہ نہ بھاگوں نہ بھاگنے دوں۔

اگرچہ میرا پہلا خط مباحث پہنچتے ہی فرار پر قرار اور رسیاں تڑانے کا اظہار ہو چکا تھا مناسب تھا کہ ابھی کچھ دنوں اور دم نہ توڑتے، وعدہ دے کر تفصیل مکرر ملاحظہ تو فرما لیتے، پھر فرار تو نصیب کا تھا ہی میں ان الفاظ کو بھی واپس لیتا ہوں اور اسی قدیمانہ خیر خواہی پر عرض رسا ہوں کہ للہ چند سانسیں اور صبر فرما کر تفصیل مکرر ملاحظہ فرما لیجئے اس کانٹا جناب کے دل میں کھٹکتا نہ رہ جائے پھر اللہ توفیقِ اسلام دے تو اس سے کیا بہتر! وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ انیس رباعیاں اس خط واپس شدہ میں عرض کی تھیں چار اور حاضر کہ خود رباعیاں چالیس ہو جائیں، امورِ ثلاثہ ہر نظم میں ہمیشہ ملحوظ رہیں۔

ع (۴۱) رحمٰن وحبیب او شفیع العاصین
بے توبہ نہ بخشند خطایت بہ یقیں
پس روشدی آنرا کہ نگفتست بعمر
رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین

" (۴۲) یادِ آیا میکہ حق مسلانت کرد
چندے بہ ورد حدیث و قرأت کرد
ایں جبہ نثارہ بت پرستی کردی
زیں گونہ شقی کدام شیطانت کرد

شتیج (۴۳) جناب نے بارہا میرے طرز پہ تعریض کی اس کی نسبت معروض۔
طرزم شدت بمرتداں فاشی
کفار نہند تام او فحاشی
گر ذرۂ طرز من بجانت تابد
از کفر برآئی و مسلماں باشی

ع " (۴۴) در فرق میان طرز من و مدعی متتبع۔
نوشت کلامم پئے گیرندہ بگوشش
نیشت ملامم کہ کند مرتد ہوشش
نحلم در نوش دنیش جامع مسلم
نے کافرہ زنبور کہ نیش بے نوش

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

محرر دار الافتاء

۲۵ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۹ھ

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

بملاحظہ صاحب فرنگی محلی گاندھی مجلی حفظہ الگاندھی بفیضہ المتدلی

جناب کی اٹھارہویں گلی وہ تھی کہ میرا اٹھارہواں خط منکر ہو کر واپس دیا اس پر میرا انیسواں رجسٹری پہنچا۔ اس پر جناب کی انیسویں گلی یہ ہوئی کہ لے لیا اور آج دس دن کامل ہوئے جواب نہ دیا حالانکہ آپ کے یہاں سے چوتھے دن تحریر آجاتی تھی اور کبھی تیسرے ہی دن کہ جناب کو دریں چہ شک کے سوا کچھ لکھنا تو ہوتا ہی نہیں۔ یہ تو معلوم ہے کہ میرے ایرادات باہرہ و اولہٗ قاہرہ کا نام سنتے کلیجے منہ کو آتے ہیں، ہوش گم عقلیں دنگ جیسا کہ جناب خود اقرار فرماتے ہیں میرے ان دو عرض اخیر کا ہی جواب جناب سے ایسا ہی ناممکن ہے جیسے من حق علیہ القول سے توبہ و ایاب مگر جناب کی گلیوں میں تو دفور ہے، دیکھئے اس بیویں پہ کونسی بیسویں منظور ہے۔ بیس رباعیاں اور حاضر کہ انہیں کا عدد ساٹھ ہو مسلمان کہلانے والے ان نظموں ہی کے نصائح عالیہ کو غور کریں تو کفر کا کچھ تو کرم ناٹھ ہو، نظموں کے متعلق تینوں گزارشیں ہمیشہ ملحوظ رہیں۔

ع ق (۴۵) جائے بخدا امام دہائی خوانند	پنڈت جی بر جواز فتویٰ رانند
پانڈے نہ چرا بجملہ گنگھیا شان	گوبند و رام رام است گویانند
غ (۴۶) آمد بحدیث متواتر ارشاد	ان الامراء من قریش لا ناد
اجماع صحابہ و اہل سنت کردند	کذاب خلافش بر ابوبکر نہاد
″ (۴۷) ایں کذب کہ طرحش ابن خلدوں بنہاد	عبدالباری گزیدہ وپیشش آزاد
خود شاہد کذابی شان نص امام	اللہ اذا اضل لا یلقی ھاد
″ (۴۸) بہر خلفا کے لقب سلطان ست	سلطان ہارون رشید کسر شان ست

[illegible]

سلطاں لقب کسے خودش گفت کہ او　　زنہار خلیفہ نیست زیرآن ست
شک (۴۹) مرگفت طلبدار ہمی بت رہ زدگاں　　بانعرۂ جے بدوش مسلم بچگاں
للہ تو و خدائے تو دیدی ہیچ　　برکتفنا سد جیفۂ خوکان وسگاں
شتے (۵۰) بیت اللہ و ماتمگہ کافر اُف اُف　　انجا خطبا عباد شنکر اف اف
برمنبر مصطفےٰ قدوم کفار　　اُفٍّ لک اے کیپٹی شرف اف
عام (۵۱) مرتد راصدر و مشرکاں را ارکاں　　کردند وپے مرتد و اصنامیاں
ہم فاتحہ ہم نماز ہم دعوت عفو　　واللہ کہ مسخ شد زدلہا ایماں
ع (۵۲) در ملک چندرکے کہیں داری باز　　نفریں دہنت آفریں داری باز
کفر آری و سنت رسولش گوئی　　شرمت نہ کہ ادعائے دیں داری باز
شتے (۵۳) گاندھی سپہ سواج ولش بگافد　　آزاد پئے خلافت خود لافد
ہر کس بدل استخواں طلب می گردد　　جولاہہ پئے سرین خودمی بافد
جہاد (۵۴) گاندھی گفتا بدوک انگریز کشی　　ازرشتۂ خام چوں کمندش بکشی
لنگامی پوشش ورلیمانی می ریس　　ازہند بدرکنی نصاریٰ بخوشی
ز (۵۵) آزادگر نۂ تو بیشک مشرک　　وہ مسلم میدہی پے یک مشرک
زاسلامت اگر بہرہ بدے میکردی　　برناخن مسلمے فداک مشرک
،، (۵۶) بازک پئے ہندوانشر جنگ کند　　تقدیس زمیں جمن وگنگ کند
تاکے برہ دیو دوی نیست کسے　　کز راہ مہادیو ترا لنگ کند
ع (۵۷) اے پار باعلاں شدہ عبدالناری　　امسال شدی یکدمہ عبدالباری
آں لحظہ کہ نام توبہ کردی بدنام　　زاں باز ہماں پسرو عبدالباری
،، (۵۸) مسلم کہ اقامت شعار دیں کرد　　زدش پئے خوشنودی انگہ ایں کرد
پس گوشت حرام وگاؤ مردار نمود　　کافر ہمہ مومناں برائے کیں کرد

ع (۵۹) گفت از اسلام نیست باقی جز نام — حکیست بگو ایں از زمان عوام
سید، عالم، فلان کافر خود من — کاذب ہمہ اند در عیار اسلام
" (۶۰) عبدالماجد کہ داد صدہا دشنام — رب و قرآن و مصطفٰے راچو لئام
ایں گفت کہ ہر گونہ نمودم تحقیق — در قول اخی نیست سوائے اسلام
" (۶۱) کردم حصر مسائت در مسالتین — چوں ہفت برو ہم نکشادی شفتین
زنہار بہزلیات تو رخ مکنم — لا یلدغ مسلم بجحر ثنتین
" (۶۲) عبدالباری زرعب اصحاب سلوک — بنگر بچہ کذب بر آوردہ کوک
گرفتا گفتم بروئے گاندھی بمار — خواہیم مدد از تو چناں کز سگ و خوک
" (۶۳) گفتہ من گفتہ ام خنازیر و کلاب — گاندھی فہمید یا از و ماند بخواب
ایں کذب و کداے مدواز کوک است — در ساختن کذب غلط کرد وعتاب
" (۶۴) آرہ کش فرق دیں نہانی بودی — تیشہ لعیاں بر زدی و پدرودی
نجار بہ نسبت مدایں [illegible] — ایماں بتراشیدی و دیں بدرودی

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم عبدالرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی

محرر دارالافتاء

۶ر محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا و آلہ افضل الصلوۃ والتحیۃ آمین

(۲۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

میرے بیسویں خط کو بیس دن ہوئے، آپ وہی انیسویں گلی چلے، کیا گلیاں ختم

ہو گئیں یا یہ سمجھے کہ بیسویں کو فرشتہ کہاں سے آ سکے گا، انیس ہی تو ہیں اور نہ جانا کہ وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ ۲۷ رباعیاں اور تین نظمیں آپ کے فرار ابد قرار کی تہنیت میں حاضر ہیں۔ امور ثلاثہ ملحوظ رہیں اور یہ پچھلا سلام سلام متارکہ ہے اذ السلام الاعلیٰ اهل الاسلام والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

ع (۶۵) باحضرت حق کفر بشدت کردی | دشنام بمن نشکہ ہدایت کردی
یک کافر کفران و دگر کافر کفر | تو جامع ہر دوئی صدارت کردی

" (۶۶) بدلو کفر ست و بدترین وزر مُذل | ایا نت می دہم کہ مشکیست بدل
خوشبوئے چہ بخشند ترا و کفش | محبوب الرائحۃ خفیف المحل

" (۶۷) گفتم صنا توبہ نگاہدار بہ ہوش | گفتا از توبہ تو بہا کردم دوش
گفتم کہ ہدایتے بقرآں کنمت | گفتا من کے نہم سوئے قرآں گوش

" (۶۸) گفتم صنا توبہ شکستن ستم ست | گفتا خود را بہ توبہ بستن ستم ست
اسلام اگر رود رود باکے نیست | از بندگی گاندھی کہ تن ستم ست

(۶۹) در خط فرنگی محلی بیں کہ ہنود | در بیخ کنی مسلمین اند عنود
تمثیل کٹار پور وارہ بنگاشت | غطبہ چہ بود کہ خود گیتی نابود

عام و" (۷۰) اے پسر و بت بندہ سفیہ رعنا | ماجاءك منه ان ابيت اللعنا
شد حاصل بے حاصل ناحاصل تو | لا تو حنی باسمو تغنی المعنی

عق (۷۱) آیا گوئی کہ پنڈت آراست سبھا | در مرگھٹ پر کھایاں از شہر جدا
از مندر خویش و پاٹ شالائش دور | نزدیک چتا پیش پتا گفت کتھا

" (۷۲) ملحد در اسم رب اگر رام خدا ست | پنڈت چہ تو مولوی وعظ تو کتھا ست
مسجد مدرسہ پاٹ شالا مندر | مرگھٹ درگہ مزار آباء چتا ست

ربا (۷۳) تا چار صد از یکصد و یک گشت عقاب | بر عبد الباری دو کیش کذاب

گوید بر بحث من ہمیں ہیچ و پیس — دو ماندا ہمان للکاذیب عذاب

بیا (۷۴) اوازیک رد جواب نتواں چاوید — ویں گوید صدر دا ازبہر د گردید

ردہا حاضر جواب حالا گوید — خوابے ست پریشاں کہ برسام بدید

" (۷۵) باما وریاست در بحثے سفتند — مصنوعی و گرد شرم از رخ رفتند

اوگفت کہ بالبعض مریداں بدبخت — پس جملہ دروغہا حق وحق گفتند

" (۷۶) گفتند حساں شہ بغلاں زن آمیخت — نواخت و بخوابہ خود ساخت آمیخت

زن گفت بلے چاکر شہ کرد ایں کار — زیں رومی تصدیق بحلق شاں ریخت

" (۷۷) کتماں شہادت از جندی نبود — در شاہد زور سر بلندی نبود

شیخ غریب و نقشبند کذبات — عاقل داند کہ نقشبندی نبود

" (۷۸) پوشید شہادت حق و حکم خدا — باطل کرد و شہادت زور ادا

- از مفتی شان بریں کبائر گلہ نیست — حق نمک کیطی آورد بجا

" (۷۹) ارشاد حسین صاحب رشد و رشاد — نے مبطل حق بود نہ باطل ایجاد

ایشاں کہ بہر امر بعکس اوینید — فارغ داماں و ننگ نام ارشاد

" (۸۰) گفتا قرشی شود خلافت با اوست — سلطان ترک از تغلب بعلوست

خود منکر ترکی شد وخود منکر را — فاسق مفسد نوشت یعنی خود اوست

" (۸۱) گفتا کہ شدی حصر و ورد در اکاتب — آں خط برساندم بوکل صاحب

گر صادقی آں خط بنما ورنہ بگو — اللّٰہم العن الکذب والکاذب

" (۸۲) لعنت بمسلمان نہ مناسب باشد — ہر چند چو تو غادر و کاذب باشد

نیز ار دگرے لعن کند محتمل ست — خود از تو بتو قطعی و واجب باشد

شتے (۸۳) گفتند بدوک خون انگریز بریز — کج دار و مریز بام فرسا و مخیز

از چوب مقابل دمقاتل می باش — با قبل طیارہ و توپ انگریز

شتے (۸۴) رب العزۃ ہلاک کردہ بے شک — نمرود ز پشہ ابرہہ از مرغک

اما بخوارق اعتماد و اسباب — بگذاشتن ست کار احمق اہلک

جهاد (۸۵) تکلیف بفوق وسع رحمل ننهاد — در تہلکہ افگندن جانت فساد

درحالت حال ما مسلماناں را — زنہار شریعت نہ روا داشت جہاد

" (۸۶) سلطاں چو بود گردن مرتد بزند — باز اکفرہ ہر کہ قرب تر فگند

بجدیہ و گاندھویہ دو مرتد شق اند — فرض ست کہ آغاز باینہا بلند

ترک موالات (۸۷) کافر ہر فرد و فرقہ دشمن ملدا — مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا

مشرک را بندہ باش و نصرانی — ہر کار حرام این ست ز شیطاں غوی

شک (۸۸) گفتند اگر کنید خوشنود ہنود — گر دید خدائے خویشتن را خوشنود

محکم رسن خدائے گیر دید کزو — دیں گرچہ رود ز دست دنیا موجود

شتے (۸۹) بریث اگر ختم شجاعت نشدے — گر گیں چہ رد اہل ضیغمت نشدے

گفتند کہ گاندھی ست نبی بالقوہ — ایں بودے اگر ختم نبوت نشدے

علم (۹۰) گفتند چہ دیں اگر کمیٹی نبود — یا مالش کن چو سر کمیٹی نبود

اسلام کہ بے بندگی گاندھی ماست — ہرگز مقبول در کمیٹی نبود

" (۹۱) اے بیہدہ دیں فروش آدنیا خر — او رفتہ و ایں نیافتی بہ تو ز خر

خود خسرو و دار نقد وقتت سخن — آخر آخر تراچہ آخر و آخر

(۹۲) نار دلم گاندھوی افروخت و افراخت — کفر و سر دیں سوئے اندوخت و انداخت

در تُبرہ سوراج جولیڈریت دید — آں توبہ دیا توبرہ در سود و در ساخت

(۹۳) سبالدوم ضرب قوی — یبنی ولا یرعوی

ما شرحہ ماکذا — الا البلید الغوی

(۹۴) نافر کبر کہ خود را متکبر شمرد — خوش گماں کن کہ فواوش ز کبر عاری

طاز خود را اگر از رتبہ خود بیش ندید | از چیساں بر دل او ہم تکبر طاری ست
غیر محفوظ کہ خود را متواضع داند | بالیقیں داں کہ تکبر بعروقش ساری ست
روش خود اگر از مرتبہ اش کم نشمرد | از چہ رو لاف تواضع بزبانش جاری ست
خویشتن را متواضع منا اے پیکر کبر | ایں نصیحت ز رضا از پئے عبد الباری ست

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا ومولانا محمد و الہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین امین والحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہٗ

محمود دار الافتار

از بریلی ۔ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

تین رباعیاں اور حاضر کہ نو سے ہو جائیں۔ امور ثلاثہ ملحوظ رہیں۔

رباعی

عبد القادر کہ رحمتش کردی سری | بود از کلمہ گوئے خطا کیش بری
تو مخلص ہر مشرک و مرتد گشتی | چوں سر پدنہ گر ادرا بسری

دیگر

ز خود بسرش خنجر تحریف اشد | آں نقرہ کہ بر شیبہ زدی ادرا سرزد

دزدند حرامیاں زر و مال کساں
بے شرم چنوں ہیچ حرامی نبود

دیگر

خود مسجد[1] کان پور پامال نمود
بہر جنب و حائض و زباں و عنود
خود کردہ فضائح بسر ہادی بست
ایں سوختۂ آزرم برابلیس فرود

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا مولانا محمد و الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین امین والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

دوم صفر المظفر ۱۳۳۰ھ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

بقلم عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی محرر دارالافتاء

از بریلی

---

[1] اس مسجد کے ایک حصہ کو سڑک میں دینے کا فیصلہ مولانا عبد الباری صاحب نے کیا اور آج وہ حصہ سڑک بنا ہوا ہے اور عظمت اسلام پر نوحہ کناں ہے۔ تفصیل حیات اعلیٰ حضرت میں دیکھئے۔ (مرتب)

تکمیل الایمان

(مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

اکبری دور کے دینی اور نظریاتی فتنے ہندوپاکستان کی اسلامی تاریخ کا ایک منحوس باب ہیں۔ اکبر کے دینی نورتنوں نے اسلامی نظریات کی توہین و تضحیک کے جو نقوش چھوڑے ہیں، اس پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان کانپ اٹھتا ہے۔ علمائے حق نے ان تمام فتنوں کے اثرات کم کرنے کے لئے شب و روز کام کیا اور عوام الناس کے فکر و نظر کو ان منحوس اثرات سے محفوظ رکھنے کی بڑی جاندار کوشش کی۔ اس دور میں حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محدث کے علمی اور نظریاتی کارنامے ہمیشہ احسان کی نظر سے دیکھے جائیں گے۔ حبیب خدا کی وحدانیت، مقام رسالت، حشر و نشر اور قیامت پر ایمان، انبیاء کی تعلیمات، شعائر اسلام کی افادیت اور تمام اسلامی فکر کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا تھا۔ اس وقت شیخ نے "تکمیل الایمان" لکھ کر اسلامی نظریات کو سنبھالا دیا۔ اس کتاب میں بڑے سادہ انداز میں ان ضروری مسائل کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کتاب اپنی افادیت کے پیشِ نظر ہزاروں ہاتھوں لکھی گئی۔ بارہا چھپی اور کئی بار اردو ترجمہ میں آئی۔

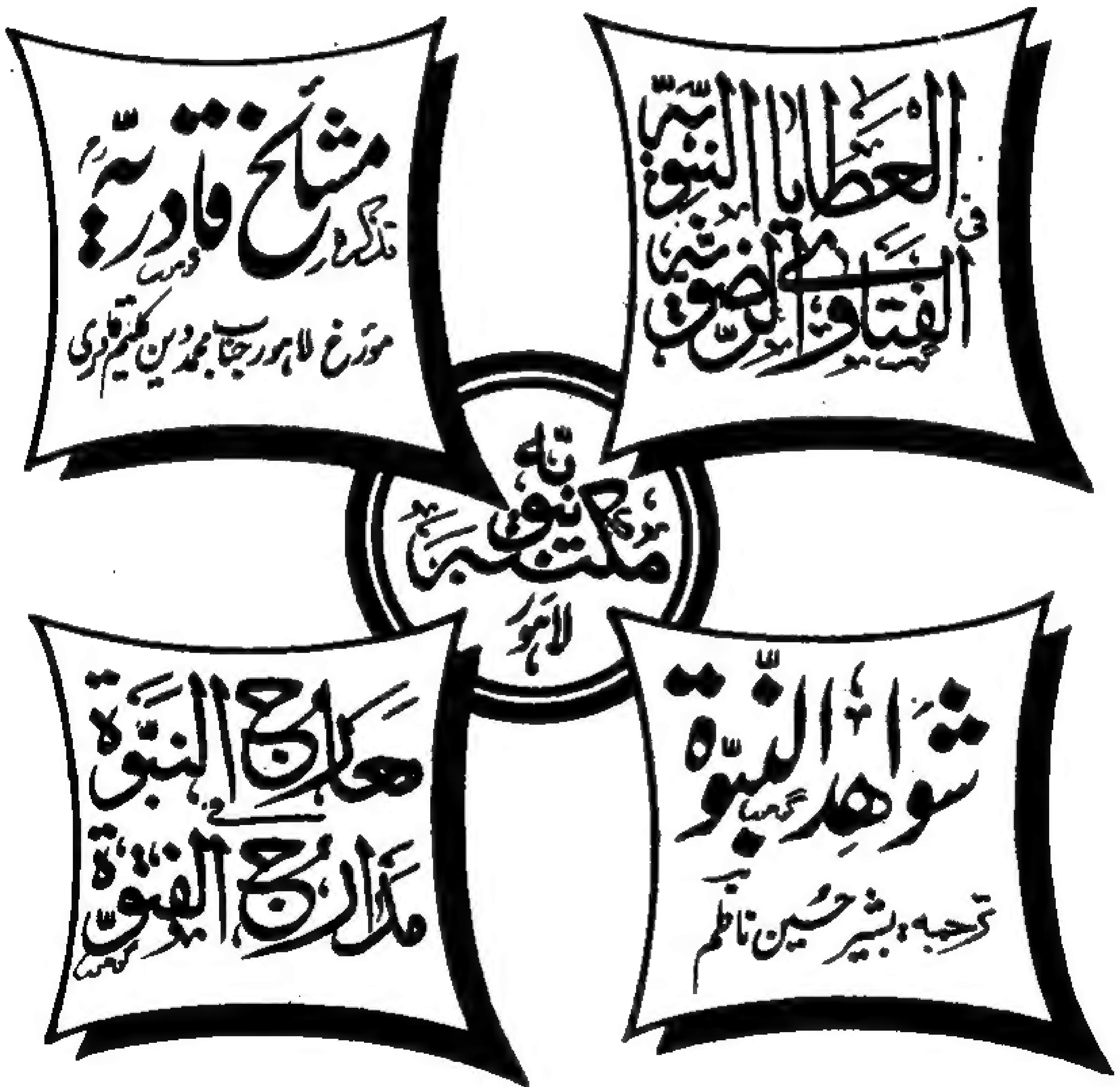
ہمارا دور اگرچہ "اکبری دین داروں" کی زد میں نہیں تاہم الحاد و دہریت میں اکبری دور سے علیحدہ بھی نہیں ہے۔ اسلامی نظریات پہلے تو مغربی تہذیب سے پامال ہوئے اب سوشلسٹ نظریات کا ہدفِ تنقید ہیں۔ اب عوامی ذہن ان نظریات سے اسی طرح متاثر ہو رہا ہے جس طرح اکبری دور میں تھا۔ ہم نے اسی لئے اس کتاب کو از سرِ نو طبع کرا دیا ہے تاکہ عوام ان عقائد پر نگاہ رکھیں جو غیر اسلامی نظریات کی نذر ہو رہے ہیں۔ کتاب کا ترجمہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے سلیس اردو میں کیا۔ بعض مقامات پر اعلیحضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر حواشی دلائل و براہین کا انبار لے کر کتاب کے صفحات پہ پھیلتے گئے

شواہد النبوت

بارگاہِ رسالت میں سیرتِ طیبہ کا ایک بیش بہا گلدستہ جسے جامی جیسے صاحبِ دل عاشقِ رسولؐ نے فارسی میں مرتب کیا اپنے آقا کی زندگی کے واقعات و شواہد چن چن کر جمع کیے۔ محبت سے بیان کئے۔ خلوص سے لکھے پھر ذوق و شوق سے اہلِ محبت تک پہنچائے۔ ظہورِ قدسی سے پہلے کے واقعات، پیدائش سے بعثت تک کی زندگی۔ بعثت سے ہجرت تک کے واقعات، ہجرت سے وصال تک کے شب و روز۔ صحابہ کرام۔ اہلِ بیت۔ ائمہ اطہار پھر اہلِ ایمان کے واقعات رنگارنگ پھولوں کی شکل میں بیان کئے گئے ہیں۔ عمدہ کتابت۔ اعلیٰ کاغذ، نفیس طباعت اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ قیمت ـــــ روپے

تبلیغی جماعت حقائق و معلومات کے اجالے میں۔ علامہ ارشد القادری مدیر "جامِ نور" جمشید پور

ایک ادیب، خطیب، مدیر، مصنف، مؤلف، مناظر اور ناقد کی حیثیت سے دنیائے علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں وہ ابتدائی دور میں بستی نظام الدین دہلی کے ان بزرگوں کے قریب رہے جنہوں نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی وہ ایک عرصہ ان کے نظریات و کردار کا بغور مطالعہ کرتے رہے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ لوگ بد اعتقادی کے طوفانوں کا پہلا جھونکا ہیں جو اہلِ سنت کے عقائد کو مسخ کرنے کے لئے پاک و ہند میں مصروفِ عمل ہیں یہ لوگ تبلیغ کے نام پر دیوبندی عقائد کی تشہیر کے لئے صوفیانہ لباس پہن کر اجتماعات اور گشت میں مصروف ہیں فاضل مصنف نے اس تبلیغی جماعت کے اندرونی خد و خال اور رازہائے سربستہ کو بے نقاب کیا ہے ان کے خفیہ فنڈ، نظریات، پروگرام، نتائج اور کارکردگی کا بھرپور جائزہ لیا ہے یہ کتاب پہلے ہندوستان میں چھپی، اب مکتبہ مظہر فیضِ رضا، جھنگ سندی ضلع لائلپور نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں پیش کی ہے۔ آپ ہمارے مکتبہ سے روپے کے حساب سے طلب کر سکتے ہیں۔


العطایا النبویۃ
فی الفتاوی الرضویۃ
تذکرہ مشائخ قادریہ
مؤرخ لاہور جناب محمد دین کلیم قادری
مکتبہ نبویہ
لاہور
معارج النبوۃ
فی
مدارج الفتوۃ
شواہد النبوۃ
ترجمہ بشیر حسین ناظم

مکتبہ نبویہ